خطباتُ الرشید
جلد ۳
فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
۱ امتحانِ محبت
۲ شکرِ نعمت
۳ رحمتِ الٰہیہ
۴ نسخۂ اصلاح
۵ نسخۂ سکون
۶ نماز میں مردوں کی غفلتیں
۷ نماز میں خواتین کی غفلتیں
۸ باہمت خواتین
۹ وقت کی قیمت
۱۰ معاشرت کے چند آداب
۱۱ بعض غلطیوں کی اصلاح
۱۲ ترکِ گناہ
۱۳ بچوں کی تربیت کیسے کریں؟
۱۴ ملاقات اور ٹیلیفون کے آداب
کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

خطباتُ الرشیدْ

جلد ۳

مواعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۹۰۰

وعظ : فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام : خطبات الرشید جلد ۳

بمقام : جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت : بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد : شعبان ۱۴۲۵ھ ، ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

مطبع : حسان پرنٹنگ پریس فون : ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر : کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون : ۶۶۰۴۳۶۱-۰۲۱ فیکس : ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

ملنے کے پتے

1. پورے پاکستان میں "ضرب مؤمن" کے تمام دفاتر میں دستیاب۔
2. دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔
3. ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔
4. ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی۔
5. مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، کراچی۔
6. میمن اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱/۱۸۸، کراچی۔
7. اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

اجمالی فہرست

خطباتُ الرشید

جلد ۳

الحمدللہ! ''خطبات الرشید'' کی تیسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے، اس جلد کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس جلد کے تمام وعظ جدید ہیں۔ جو حضرت اقدس حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد قلم بند ہو کر سامنے آئے اور حال ہی میں کتابچوں کی شکل میں شائع ہوئے، صرف ایک وعظ ''ترک گناہ'' قدیم ہے، جو حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں شائع ہوتا رہا ہے، اس تیسری جلد کی تیاری اور اس کو مرتب کرنے میں جامعۃ الرشید کے استاذ مولانا مفتی عبداللہ میمن صاحب نے کوشش فرمائی اور بعض وعظ خود انہوں نے کیسٹوں سے ضبط فرما کر فراہم کیے، اس جلد کی کمپوزنگ میں بھائی جمال عبداللہ عثمان سلمہٗ نے خصوصی دلچسپی کا اظہار فرمایا اور اس کے ٹائٹل کی تیاری میں بھائی خورشید عالم سلمہٗ نے تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور ان حضرات کی کوششوں سے یہ جلد منظر عام پر آ گئی۔ اُمید ہے کہ یہ حضرات جلد چہارم کو بھی جلد مرتب کر کے منظر پر لانے کے لیے خصوصی تعاون فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علوم و فیوض کو عام فرمائے۔ آمین!

محمد سلیم

کتاب گھر، ناظم آباد کراچی

تفصیلی فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

امتحانِ محبت

شکرِ نعمت

عنوان	صفحہ

رحمتِ الٰہیہ

عنوان	صفحہ

نسخۂ اصلاح

عنوان	صفحہ

نسخہ سکون

عنوان	صفحہ

نمازوں میں مردوں کی غفلتیں

نماز میں خواتین کی غفلتیں

عنوان	صفحہ

باہمت خواتین

وقت کی قیمت

معاشرت کے چند آداب

ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

صفحہ	عنوان

بعض غلطیوں کی اصلاح

عنوان	صفحہ

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

عنوان	صفحہ

ترکِ گناہ

صفحہ	عنوان

امتحانِ محبت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ امتحانِ محبت

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۱۹ر ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

امتحانِ محبت

(۱۹/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ)

یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ

مِنْ شَیْءٍ ط اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ o وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَھُمْ وَاَثْقَالاً مَّعَ اَثْقَالِھِمْ ز وَلَیُسْئَلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَمَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ o (۲۹-۱۰تا۱۳)

''اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو راہِ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا سمجھ جاتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب اور اگر کوئی مدد آپ کے رب کی طرف سے آ پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم ہماری راہ چلو اور تمہارے گناہ ہمارے ذمہ حالاں کہ یہ لوگ ان کے گناہوں میں ذرا بھی نہیں لے سکتے یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ گناہ اور، اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں ان سے باز پرس ضرور ہوگی۔''

یہ آیات سورۂ عنکبوت کی ہیں۔ بیسویں پارے کے آخر سے سورۂ عنکبوت شروع ہوتی ہے اس کے پہلے رکوع کے آخر کی یہ آیات ہیں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں۔ حوالے کی تفصیل اس لیے بتادی کہ شاید کسی کو اپنے طور پر ان آیات پر غور کرنے کی توفیق ہوجائے۔ جو حضرات قرآن مجید کا ترجمہ جانتے ہیں وہ ان آیات پر خود بھی غور کریں اپنے طور پر اور تراجم اور تفاسیر کو دیکھ کر ان پر غور کر کے دلوں میں اُتارنے کی کوشش کریں اور جو حضرات قرآن مجید کا ترجمہ، تفسیر نہیں جانتے وہ کسی ترجمے والے قرآن میں دیکھیں، لمبی چوڑی تفسیر دیکھنے کی ضرورت نہیں صرف ترجمہ ہی اگر دیکھ لیں تو اس سے بھی مقصد پورا ہوجائے گا۔

شریعت کا نچوڑ:

جو مضمون بتانا چاہتا ہوں وہ ایک جگہ نہیں کئی جگہ ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ پورا قرآن اسی سے بھرا ہوا ہے اور پوری حدیثیں اسی سے بھری ہوئی ہیں، لب لباب مقصد اولین، پورے دین کا پوری شریعت کا نچوڑ، پورے قرآن وحدیث کی روح یہی ہے تو حقیقت یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر بیان فرمایا ان میں سے ایک جگہ یہ آیات ہیں جو میں نے اس وقت پڑھی ہیں۔ اس میں ایک اُصول بتایا گیا ہے، ایک قاعدہ بتایا گیا ہے، ایک معیار بتایا گیا ہے، ایک کسوٹی بتائی گئی ہے اور آج کل کی اصطلاح کے مطابق ایک تھرما میٹر بتایا گیا ہے۔ دل کی دھڑکنیں، دل کی حرکتیں معلوم کرنے کے لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو اصول بیان فرمایا وہ اس آیت میں ہے۔ عقلی لحاظ سے بھی، شرعی لحاظ سے بھی، تجارب کے لحاظ سے بھی، پوری دنیا میں مسلمات کے اعتبار سے بھی، اور جیسے میں نے بتایا کہ قرآن وحدیث کے ذخائر کے اعتبار سے بھی قاعدہ یہ ہے کہ انسان کو جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

دنیا میں کئی چیزوں سے محبت ہو یا کئی لوگوں سے محبت ہو جب تک ان محبتوں میں تصادم نہ ہو اتفاق سے سب چلتی رہیں پھر تو ٹھیک ہے معاملہ چلتا رہتا ہے اس سے بھی محبت، اس سے بھی محبت، اس سے بھی محبت، لیکن جہاں آپس میں تصادم ہو جائے ایک کی محبت کے حقوق ادا کرتا ہے تو دوسرا ناراض ہوتا ہے، دوسرے کی محبت کے حقوق ادا کرتا ہے تو تیسرا ناراض ہوتا ہے غرضیکہ ایک وقت میں سارے راضی نہیں ہو پاتے تو وہاں سچی محبت اور جھوٹی محبت کے امتحان کا وقت ہوتا ہے، اس وقت پتا چلتا ہے کہ اسے سچی محبت کس سے ہے اور جھوٹی محبت کس سے ہے؟

اسی طرح سے معاملہ عظمت اور خوف کا ہے، جب انسان کسی سے ڈرتا ہے تو سوچتا

ہے کہ اگر اس کے خلاف کروں گا تو یہ ناراض ہو جائے گا اور مجھے نقصان پہنچائے گا، اس کا خوف اس کی عظمت اس کے دل میں کتنی ہے اس کا امتحان جب ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے سے بھی ڈر اور خوف ہو، انسان کا دل پھر مقابلہ کرتا ہے، سوچتا ہے۔ خوف تو اللہ تعالیٰ سے بھی ہے اگر اس کی مخالفت کی تو وہ ناراض ہو جائے گا نقصان پہنچائے گا، فلاں سے بھی خوف ہے اگر اس کی مخالفت کرے گا تو وہ ناراض ہوگا نقصان پہنچائے گا، دونوں آپس میں توافق بھی نہیں رکھتے، دونوں کے احکام آپس میں مخالف ہیں ایک کہتا ہے یوں کرو دوسرا اس کے اُلٹ کا حکم دیتا ہے تو ایسے موقع پر انسان یہ سوچتا ہے کہ جس کا ڈر دل میں کم ہو جس سے کم نقصان کا خطرہ ہو اس کی ناراضی کو برداشت کر لیا جائے، جس کا خوف زیادہ ہوگا جس سے خطرات زیادہ ہوں گے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، بڑی مصیبت سے بچو، بڑی مصیبت سے بچنے کی خاطر چھوٹی مصیبت کا تحمل کر لو۔ اس معیار کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔

امتحان محبت ہوگا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تو ایسے مہمل نہیں چھوڑ دیا کہ بس جو بھی کہے گا کہ میں مسلمان ہوں تو اس کے اسلام کا دعویٰ قبول کر لیں گے، جو بھی کلمہ پڑھ لے گا اس کا دعویٰ قبول کر لیں گے، ایسے نہیں ہوگا، ہم کچھ قوانین بتائیں گے، ہماری حکومت کے قانون ہیں قانون، ہم حاکم اعلیٰ ہیں، احکم الحاکمین ہیں، ہماری حکومت کے قوانین ہیں۔ ہم تو ٹھہرے ایک احکم الحاکمین اور ہمارا قانون ایک ہے جب کہ دنیا میں جتنے انسان بھی تمہیں نظر آئیں گے ہر انسان کے نفس کا ایک تقاضا ہوتا ہے، انسان غیر متناہی، غیر محدود، گننے سے باہر، بے شمار تو وہ سب آپس میں کچھ تقاضے رکھیں گے کہ یہ میری بات مانے، میرا بندہ رہے، مجھ سے محبت کرے، میرے خلاف نہ کرے، ہر حال میں میری ہی بات مانے، پکا مکمل طور پر میرا بن کر رہے، ہر انسان یہ چاہتا ہے۔ لوگوں کے

سامنے اتنے خدا ہیں جتنے انسان ہیں، ان انسانوں کے علاوہ خود اپنے نفس کے تقاضے، نفس میں طرح طرح کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں، شہوت کے تقاضے، برائی کے تقاضے، حبِ جاہ کے تقاضے، حب مال کے تقاضے، مال جمع کرنے کے لیے یہ تقاضا وہ تقاضا، بے شمار خدا تو سامنے بنے ہوئے ہیں، بڑا اقتدار، بڑا منصب، لوگوں پر اپنی بڑائی اور عظمت قائم کرنے کے تقاضے، فلاں کے دل میں بڑا بن جاؤں، فلاں کے دل میں بڑا بن جاؤں، بے شمار تقاضے ہوتے ہیں فرمایا:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًىo (۷۵-۳۶)

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔''

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے دنیا میں اسے بھیجا تو ہے لیکن ہم اس کی محبت کا امتحان نہیں لیں گے؟ کیا یہ سمجھا ہے؟ بس ایسے پیدا کر دیا اب جسے چاہو بڑا بناتے رہو، جسے چاہو خدا مانتے رہو، جس کے چاہو تقاضے پورے کرو جس کے چاہو نہ کرو اور جدھر کو چاہو لوٹ جاؤ اور زمانہ سازی کرتے رہو، اپنی مصلحتوں پر اللہ تعالیٰ کے قوانین کو قربان کر دو، تو کیا انسان یہ سمجھتا ہے؟ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، نہیں ہونے دیں گے، ہم نے پیدا کیا ہے پھر ہمارے سامنے پیش ہونا ہے، ہمارے بندے بن کر رہو اگر نہیں بنو گے تو دنیا میں بھی عذاب آخرت میں بھی عذاب، ہم تمہیں پوری دنیا کے بندے نہیں بننے دیں گے صرف ہمارے بندے بن کر رہو۔

انسان کو مشقت اُٹھانا پڑے گی:

اسی طرح سے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍo (۹۰-۴)

''کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔''

کبد میں تنوین تعظیم کے لیے ہے، ہم نے انسان کو بہت بڑی مشقت میں پیدا کیا

ہے، بہت بڑی مشقت۔ دنیا کمانے کی مشقتیں، وہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ دنیا کمانے کے لیے کیسی کیسی مشقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ اپنی حاجات دنیویہ جن میں معاش کے علاوہ صحت، تندرستی، مختلف پریشانیوں سے حفاظت جسے زندگی گزارنا کہتے ہیں اس کی مشقتیں سب کو معلوم ہی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے انسان پر دنیا کمانے کی مشقتیں رکھیں صحت کو برقرار رکھنے کی مشقتیں، بیماریوں سے بچنے کی مشقتیں، کسبِ معاش کی مشقتیں، رات دن مشقتیں ہی مشقتیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بھی مشقتیں اُٹھانا پڑیں گی، اللہ کی رضا مفت میں نہیں ملے گی، اس کے لیے مشقت برداشت کرنا پڑے گی، محنت کرنا پڑے گی تو اللہ کی رضا حاصل ہوگی پھر جنت ملے گی۔ جب اللہ راضی ہوگا تو دنیا کی مشقتیں ختم ہو جائیں گی۔ انسان کو دنیا کی مشقتیں برداشت کرنا آسان لگتا ہے، کمانے کے لیے رات بھر جاگنا پڑے، بیوی یا بچوں میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو رات رات بھر جاگنا پڑے، چندٹکوں کے لیے طویل سفر کی مشقت اُٹھانا پڑے، اس عارضی زندگی کو بنانے کے لیے لوگ اپنے گھربار کو چھوڑ کر دور دراز کے ملکوں میں کمانے جاتے ہیں، کمانے میں ایسے لگے رہتے ہیں جیسے خرِ کار گا گدھا، آج کے انسان پر اس سے زیادہ رحم آتا ہے۔ دنیا کمانے کی اتنی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، بیماریوں کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، طرح طرح کی پریشانیوں کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، دشمنوں کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، آپس میں لڑنے مرنے کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، زندگی میں سکون نہیں، ہر وقت بے سکونی ہی بے سکونی ہے۔

ایک مشقت کے ذریعہ تمام مشقتوں کا خاتمہ:

اللہ تعالیٰ یہ قاعدہ سمجھاتے ہیں کہ اگر مجھے راضی کرنے کی مشقت برداشت کرلو تو دنیا کی ساری مشقتیں ختم ہو جائیں گی، بس ایک مشقت برداشت کرلو مجھے راضی کرلو تو باقی ساری مشقتیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ جب انسان اللہ کو راضی کر لیتا ہے، ہر قسم

کے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، اللہ کی سب نافرمانیاں چھوڑ دیتا ہے، صرف ایک اللہ پر اس کی نظر ہو جاتی ہے تو پھر اس کا ذہن کیا بن جاتا ہے ؎

کارساز ما بساز کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

میرا کارساز ہے میرا کارساز، وہ اللہ میرا کارساز ہے، میں نے اس سے محبت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی ہے، اس لیے مجھے اس سے جتنی محبت ہے اس سے کئی گنا زیادہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ اسے مجھ سے بہت محبت بہت محبت ہے اس لیے کہ میں نے اسے راضی کرنے کے لیے اپنے نفس کے تمام تقاضے قربان کر دیے، دنیا بھر کی محبتیں قربان کر دیں، دنیا بھر کا خوف، دنیا بھر کی طمع، دنیا بھر کے تعلقات ایک محبوب حقیقی پر سب کچھ قربان کر دیا تو اسے مجھ سے محبت ہے، وہ میرے حالات کو خوب جانتا ہے، خوب جانتا ہے، اس کا علم علمِ کامل اسے مجھ سے محبت بھی ہے اس کی محبت محبتِ کاملہ ہے، اسے میرے حالات پر قدرت بھی ہے اس کی قدرت قدرت کاملہ ہے۔ قدرت کیسی کہ ایک لمحے میں وہ جو چاہے کر دے اسے کچھ دیر نہیں لگتی ؎

تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

ان ساری چیزوں پر جب انسان کا ایمان ہوتا ہے، یقین ہوتا ہے، اللہ کے ساتھ خاص تعلق ہو جاتا ہے تو اس پر جو کچھ بھی گزرتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں تو اسے تکلیف محسوس کرتا ہوں مگر میرے مولیٰ کی طرف سے یہ امتحانِ محبت ہے، یہ محبت کی چٹکی ہے محبت کی چٹکی، وہ چٹکیاں لیتا ہے، محبت کی وجہ سے وہ انعامات سے نوازنا چاہتا ہے، اکرامات سے نوازنا چاہتا ہے، میرے درجات بلند کرنا چاہتا ہے، ذرا سی تکلیف پہنچا کر کتنے بڑے بڑے انعامات بڑے بڑے اکرامات دینا چاہتا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہوتا ہے اس لیے وہ پریشان نہیں ہوتا۔

دنیا میں سب کے سامنے یہ حالات آتے ہیں، دنیوی مقاصد کے حصول کے لیے لوگ مشکل سے مشکل امتحانات دینے کے لیے کیوں تیار ہو جاتے ہیں؟ رات رات بھر محنتیں کیوں کرتے ہیں؟ کیوں جاگتے ہیں؟ اس لیے کہ امتحان میں کامیابی کے بعد پھر کوئی بڑا مرتبہ ملے گا، منصب بھی ملے گا، عزت بھی ملے گی، مال بھی ملے گا، یہ خیال تمام مشقتوں کو آسان کر دے گا حالاں کہ دنیوی امتحانات میں محنت کے بعد ثمرات ملنے کا یقین نہیں، امتحان میں کامیاب ہوگا یا نہیں یہ بھی معلوم نہیں، امتحان میں کامیاب ہونے کے لیے رشوتیں دیتے ہیں، طرح طرح کی خوشامدیں کرتے ہیں، سفارشیں کرواتے ہیں اس کے باوجود کوئی امتحان میں کامیاب ہوتا ہے کوئی نہیں ہوتا، پھر جو کامیاب ہو گئے تو ضروری نہیں کہ سب کو ملازمت بھی مل جائے، دھکے کھاتے پھرتے ہیں، بڑی بڑی ڈگریاں لی ہوئی ہیں، بڑی بڑی ڈگریوں پر ڈگریاں لی ہوئی ہیں پھر بھی دھکے کھاتے ہیں، اتنی مشقتوں کے بعد ملا کچھ بھی نہیں۔

میں خود تو اخبار دیکھتا نہیں ہوں مگر یہاں لوگوں سے کہہ رکھا ہے کہ کوئی اہم خبر ہو تو مجھے بتایا کریں، انہوں نے کل ایک خبر بتائی کہ امریکا میں لوگوں کو ملازمت نہیں ملتی دھکے کھاتے پھرتے ہیں، بڑی بڑی ڈگریاں لے کر بھی نوکری نہیں ملتی اس لیے وہاں کے ماہرین نفسیات نے یہ کہا ہے کہ جہاں کہیں ملازمت کے لیے انٹرویو دینے جائیں تو لباس اچھا پہن کر جائیں خواہ کسی سے مانگ کر پہنیں، لباس اچھا پہن کر اکڑ کر کھڑے ہوں تو انٹرویو لینے والے پر رُعب پڑے گا وہ سوچے گا کہ یہ کوئی بہت بڑا آدمی ہے۔

اسی طرح سے مزدور کتنی محنت کرتا ہے نہ گرمی دیکھے نہ سردی دیکھے اور کتنی محنت کتنی محنت۔ کسان زمین سے پیداوار حاصل کرنے کے لیے کتنی محنتیں کرتے ہیں۔ بسوں کے ڈرائیور، ریل گاڑیوں کے ڈرائیور، ہوائی جہازوں کے ڈرائیور، کشتیوں اور دوسرے بحری جہاز چلانے والے کیسے مسلسل رات دن محنت کرتے ہیں اور ہلاکت کے خطرات الگ کہ کہیں جہاز گر جائے، کہیں بحری جہاز ڈوب جائے، کشتی تباہ ہو جائے، بس کا حادثہ

ہو جائے، ریل گاڑی کا تصادم ہو جائے سخت مشقت کے ساتھ خطرات بھی بہت زیادہ۔ یہ ساری کی ساری مشقتیں دنیا کمانے کے لیے انسان برداشت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں مشقت میں پیدا کیا، انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے، دنیا کمانے میں جیسے مشقت برداشت کرتے ہو تو کچھ اللہ کے لیے بھی مشقت برداشت کرلو۔

محض نام کے مسلمان:

ایک معیار اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ پیدا ہوئے تو والدین نے نام رکھ دیا مسلمانوں جیسا بلکہ اب تو وہ بھی چھوٹ رہا ہے۔ نام پوچھنے والے ٹیلی فون پر میرا وقت بہت ضائع کرتے ہیں، کل کسی نے پوچھا کہ لڑکی کا نام ''اقرأ'' رکھ دیں اقرأ لڑکی کا نام! جب میں نے بتایا کہ یہ کچھ بھی نہیں تو پھر کہتے ہیں کہ اچھا اچھا ''اقصیٰ'' لڑکی کا نام رکھنا کیسا ہے؟ میں کہتا ہوں مسلمانوں جیسا نام رکھو تو کہتے ہیں کہ قرآن میں دیکھا ہے قرآن میں۔ معلوم نہیں قرآن کو کیا بنا رکھا ہے، کہتے ہیں کہ قرآن کو کھولیں پھر سات صفحے پلٹیں پھر اوپر کی سات سطریں گنیں پھر جو پہلا لفظ ہو یا ساتواں لفظ ہو وہ نام رکھ دیں، عجیب عجیب شیطان کے چکر ہیں۔ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ اللہ نے قرآن نام رکھنے کے لیے اُتارا ہے یا جن بھوت بھگانے کے لیے یا سفلی اُتارنے کے لیے یا وسعت رزق کے وظیفے پڑھنے کے لیے یا معشوق کو رام کرنے کے لیے اللہ نے قرآن اُتارا ہے، ارے واہ مسلمان واہ!

اب تو مسلمانوں کے نام بھی گئے، اب تو عجیب عجیب نام رکھتے ہیں اقرأ وقرأ، اقصیٰ تقصیٰ وقصیٰ مقصیٰ پھر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس کے معنی کیا ہیں تو اللہ کے بندو! جس نے نام رکھا ہے معنی بھی اسی سے پوچھو۔ سیدھی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے جو نام

اوپر سے چلے آتے ہیں وہ رکھتے جائیں یہ شوق کیوں ہوتا ہے کہ کوئی نیا ہی نام ہو۔ جب مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ قرآن سے نکالا ہے تو میں اسے کہا کرتا ہوں کہ قرآن میں تو شیطان بھی ہے تو وہی نام رکھ دو، شیطان کا ذکر، ابلیس کا ذکر، فرعون، نمرود، شداد اور قارون وغیرہ کے نام بھی تو قرآن میں موجود ہیں۔

دیکھیے اگر کوئی نام ویسے سمجھ نہیں آتا تو کچھ آسان صورت بتادوں، کسی بڑے قبرستان میں چلے جائیں، میں نے سنا ہے کہ میوہ شاہ کا قبرستان بہت بڑا ہے، کراچی کا سب سے بڑا قبرستان ہے، جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہونے والا ہو وہ خود چلا جائے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی لے جائے پھر ایک ایک قبر پر پڑھتے چلے جائیں ہزاروں نام لکھے ہوئے ہیں ہزاروں نام، ان میں سے کوئی نام منتخب کر لیجیے شاید ہوسکتا ہے کہ ساتھ ساتھ موت بھی یاد آجائے، قبرستان میں جا کر موت بھی تو یاد آئے گی نا۔ آج کل کا مسلمان قبرستان بھی جاتا ہے تو اپنی موت کو یاد نہیں کرتا حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبرستان جایا کرو اس لیے کہ اس سے آخرت یاد آتی ہے، اپنی موت کو یاد کرنے کے لیے قبرستان جایا کرو۔

کسی نے نام رکھ دیا مسلمانوں جیسا پھر کان میں اذان دینے کے لیے کسی کو پکڑ کر لے گئے کہ اس کے کان میں اذان دے دو، آج کل مسلمان بننے کی جو علامات رہ گئی ہیں وہ بتا رہا ہوں۔ مسلمانوں جیسے نام رکھ دیں، کان میں اذان دلا دیں اور پھر لڑکا ہے تو ختنہ کر دیں اور ساتویں دن عقیقہ کر دیں تو بس پکا مسلمان ہوگیا، اسے سند مل گئی مسلمان ہونے کی پھر آگے کہیں کسی موقع پر اپنی شناخت لکھنی ہو تو فارم میں مذہب کے خانے میں لکھتے ہیں ''اسلام'' اور بس سمجھتے ہیں کہ ہوگئے مسلمان، اتنا کافی ہے۔

امتحان کی نوعیت:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار یہ اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھ لو سمجھ لو سوچ لو خوب غور

کرو تمہارے یہ کہنے سے کہ ہم مسلمان ہیں تو یہ اسلام کا دعویٰ ایسے ہی قبول نہیں کیا جائے گا ہم امتحان لیں گے، امتحان لینے کے بعد دعوے کی حقیقت سامنے آ جائے گی اگر واقعۃً مسلمان ہو تو قبول کریں اور اگر امتحان میں ناکام ہو گئے تو تمہارا دعویٰ جھوٹا ہے ہمارے ہاں قبول نہیں۔ دنیا کے سارے امتحانوں کے لیے محنت کی جاتی ہے تو دنیا میں اللہ جو امتحان لے گا اس کے لیے کوئی محنت کیوں نہیں کی جاتی؟ فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍo

ارے! سوچ لو ہم نے تو تم لوگوں کو مشقت میں پیدا کیا ہے دنیا کے کاموں کے لیے بھی امتحانوں کی مشقتیں تم پر ہیں اور دین کے کام کے لیے بھی امتحانوں کی مشقت اُٹھانا پڑے گی اس کے بغیر نہ دنیا میں کامیابی ہوگی نہ دین میں کامیابی ہوگی مشقت اُٹھانا پڑے گی۔ ان آیات میں ایسی ہی مشقت کا ذکر ہے، لوگ یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، یوں کہہ دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، یوں کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا مذہب اسلام ہے مگر جب ہم امتحان لیتے ہیں تو اس میں ناکام ہو جاتے ہیں، امتحان کی مشقت برداشت نہیں کرتے۔

لوگوں کے ذریعہ ایذاء:

سنیے کیسا امتحان لیتے ہیں:

فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ

میرے عشق کے دعوے دارو! محبت کے دعوے کرنے والو! سن لو! ہم لوگوں سے تمہارے اوپر تکلیفیں ڈلوائیں گے، لوگ ایذاء پہنچائیں گے، تکلیف پہنچائیں گے، مخالفت کریں گے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ **اٰمنا باللہ** تو کہہ دیتے ہیں، ''ہم مومن ہیں'' کہہ دیتے ہیں مگر جہاں کسی کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی، ہم نے تھوڑا سا امتحان لیا تو:

جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ

لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے اتنی مشقت سمجھتا ہے اتنا گھٹتا ہے تکلیف برداشت کرنے سے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اسے سمجھتا ہے۔ اللہ کا حکم ایک طرف بیوی کا حکم دوسری طرف۔ یہ مسئلے تو سامنے آتے رہتے ہیں، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو ڈاڑھی رکھ لی تھی لیکن بیوی نے کہا کہ منڈاؤ، آخر بیوی نے ڈاڑھی منڈوا کر چھوڑی۔ ایسے لوگوں کے لیے ایک تو بڑا آسان سا جواب ہے کہ ارے اُلو! تو بیوی ہے یا شوہر ہے؟ ان لوگوں سے یہ پوچھا کریں کہ ارے اُلو! تو بیوی ہے یا شوہر ہے؟ ایسی باتیں تو بہت سامنے آتی رہتی ہیں کہ ہم یہ کام کرنا چاہتے ہیں مگر بیوی کرنے نہیں دیتی، ہم فلاں کام نہیں کرنا چاہتے مگر بیوی زبردستی کروالیتی ہے تو بجائے اس کے کہ اسے لمبے چوڑے نسخے بتائے جائیں مختصر سا نشتر یہ ہے کہ ارے اُلو! تو شوہر ہے یا بیوی؟ یہ فیصلہ کرلے، اگر بیوی کو شوہر بنالیا پھر تو قصہ ہی ختم ہوا اور اگر تو شوہر ہے تو پھر بیوی کو واقعۃً بیوی بنا کر دکھاؤ خود شوہر بن کر دکھاؤ۔ ہے بڑی عجیب بات کہ بیوی کرنے نہیں دیتی، ناراض ہوتی ہے، ارے احمق! اُلو!! کماتا تو ہے، شوہر کماتا ہے نا؟ کماتا تو تو ہے، طاقت اور قوت تیرے اندر زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق عقل تیرے اندر زیادہ ہے، دل کی قوت اور شجاعت عورتوں کی بنسبت تیرے اندر زیادہ ہے، گھر کا مالک تو، شوہر تو وہ بیوی، ساری چیزیں ملایئے، جسمانی طاقت تیرے اندر زیادہ، عقل تیرے اندر زیادہ، مال سارا کا سارا تیرا تو کماتا ہے اور شیر جیسی صورت اللہ تعالیٰ نے تیری بنائی، بیویاں ڈاڑھی بھی اسی لیے تو منڈواتی ہیں کہ اس کی جو صورت ہے نا شیر جیسی صورت، تو مردوں کو رام کرنے کے لیے تابع کرنے کے لیے سب سے پہلا گُر یہ ہے کہ اس کی صورت کا جو رُعب ہے اسے ختم کرو، اپنے جیسا بناؤ پھر اگر یہ کچھ کہے گا تو اسے کہیں گے کہ ارے جا ہیجڑا سا! ہیجڑا، ہیجڑا سا! ارے جا ہیجڑا سا! جواب یہی دے گی کہ ارے باتیں کیسے کر رہا ہے ہیجڑا سا باتیں کیسے کر رہا ہے۔ یہ بیویاں جو سر چڑھ رہی ہیں تو اس لیے کہ مرد خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے۔ جو لوگ اللہ کی نافرمانی نہیں

چھوڑتے اللہ تعالیٰ انہیں پٹواتا ہے مرواتا ہے ان کے ماتحت لوگوں سے، بیوی ہر لحاظ سے ماتحت ہے، ہر لحاظ سے ماتحت ہے، جن لوگوں کے سروں میں بیویاں جوتے لگاتی ہیں، پریشان کرتی ہیں، پٹائی کرتی رہتی ہیں، دولتیاں لگاتی رہتی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مرد خود اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ماتحت لوگوں سے انہیں پٹواتے ہیں، ٹھیک ہے تیری مرمت یوں ہی ہو سکتی ہے، ہماری نافرمانی کرنے والے تجھے پٹوائیں گے تیری بیوی سے۔

چند روز کی بات ہے کسی نے بتایا کہ کراچی میں ایک بہت بڑے وکیل ہیں ہم نے خود انہیں روتے ہوئے دیکھا ہے، ان کی بیوی انہیں مارتی تھی اس لیے رو رہے تھے۔ کسی نے انہیں میرے پاس بھیجا کہ جا کر کوئی تعویذ لو دُعاء وغیرہ کرواؤ۔ یہاں تو تعویذ ایک ہی دیا جاتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو۔ بیوی کو تو اللہ نے تم پر مسلط کیا ہوا ہے کہ ذرا لگاؤ اس کی ٹھکائی، نافرمان کو مار مار کر اس کا دماغ درست کرو، بیوی مارتی ہے:

فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

یہ قصہ تو بتا دیا ایک طرف کا دوسری طرف کا قصہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ بہت سی بیویاں اپنے شوہر کو تنگ کرتی ہیں کہ بیوی بنو اور کہیں اُلٹا معاملہ بھی ہے کہ شوہر بیویوں پر ظلم کرتے ہیں مگر وہ کم ہے، اسے بھی اس پر قیاس کر لیں کہ بیویاں اللہ کی نافرمانیاں کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ شوہروں کو ان پر مسلط کر دیتے ہیں کہ ان کی ٹھکائی لگاؤ۔

مسلمان کی بے شرمی:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ **اٰمنا باللّٰه** ہم اللہ پر ایمان لائے مگر جب ہم ان کا امتحان لیتے ہیں تو:

فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

کسی سے ذرا سی مخالفت کروا دی، بیوی سے، شوہر سے، بھائی سے، بہن سے،

والدین سے، اولاد سے، دوستوں سے، رشتے داروں سے، پڑوسیوں سے اور تجارتوں میں کوئی شریک ہے تو اس سے کہ فلاں کام اگر نہیں کرو گے تو ہم ناراض ہوجائیں گے یا تم نے فلاں کام کیا تو ہم ناراض ہوجائیں گے، اگر دین دار بن گئے تو ہم ناراض ہوجائیں گے، اللہ کے بندے بن گئے تو ہم ناراض ہوجائیں گے، فلاں فلاں کام چھوڑ دیا تو ہم ناراض ہوجائیں گے، ایسے مختلف مواقع پر لوگوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا ہوتا ہے، کسی نے ذراسی دھمکی دی ذراسی تو یہ بھی دیکھتا سوچتا ہے کہ یہ میرا کیا بگاڑ لے گا، تھوڑے سے لوگ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو یہ سوچتے ہوں گے کہ اگر میں نے اس کی بات نہیں مانی اور یہ ناراض ہوگیا تو یہ میرا کیا بگاڑ لے گا، اکثر تو سوچتے ہی نہیں بس ذراسی کسی نے ناراض ہونے کی دھمکی دی تو ہاں بھائی بندی ہے بھائی بندی، بھائی ناراض ہوجائیں گے، رشتے دار ناراض ہوجائیں گے، قبیلے سے کٹ جائیں گے، کنبہ کٹ جائے گا، یا بھتیجے کی شادی ہے یا بھائی کی شادی ہے یا بہن کی شادی ہے اس میں تصویروں کی لعنت ہوگی تو مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم جائیں یا نہ جائیں؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انہیں یہ بات پوچھتے ہوئے شرم نہیں آتی، جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت برس رہی ہو وہاں جانے کا پوچھتے ہی کیوں ہیں؟ آج کا مسلمان ایسا ڈھیٹ، ایسا بے شرم، ایسا بے غیرت، ایسا اللہ کا نافرمان کہ نافرمانی کی بات پوچھتے ہوئے شرم نہیں آتی بے شرمی سے پوچھتے ہیں کہ بھائی کے ہاں شادی ہے وہاں تصویریں بھی ہوں گی تو کیا ہم اس تقریب میں جاسکتے ہیں؟ جب جواب ملتا ہے کہ جہاں تصویریں ہوتی ہیں وہاں اللہ کی لعنت برستی ہے لعنت، لعنت والی جگہ پر جائیں گے تو ملعون ٹھہرے دنیا میں بھی طرح طرح کے عذاب میں پسیں گے اور آخرت کا جہنم تو ہے ہی:

ولعذاب الأخرة اكبر

آخرت کا عذاب تو بہت بڑا عذاب ہے تو جواب یہ دیتے ہیں کہ پھر وہ ناراض

ہوجائیں گے۔ کبھی میں یہ بھی پوچھ لیتا ہوں کہ وہ ناراض ہوجائیں گے تو کیا ہوگا؟ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں ہوگا تو ایسے ہی خواہ مخواہ بھائی کی رضا کو اللہ کی رضا پر مقدم رکھنا حالاں کہ کچھ بھی نہیں، ایسے ہی بس وہ ناراض نہ ہو، ناراض نہ ہو، اللہ ناراض ہوتا ہے تو ہوجائے۔

اتنی موٹی سی بات عقل میں نہیں آتی کہ اگر وہ تیرا بھائی ہے تو کیا تو اس کا بھائی نہیں؟ سوچیں ذرا خوب سوچیں وہ بدمعاش جہنم میں جانے اور لے جانے والا تیرا بھائی ہے تجھے اللہ نے اگر ہدایت دی ہے تو بھی تو اس کا بھائی ہے، اس کا اگر تجھ پر حق ہے تو تیرا اس پر حق نہیں؟ وہ اگر تجھے کھینچ کر لعنت کی جگہ لے جانا چاہتا ہے، جہنم کی طرف کھینچ کر لے جانا چاہتا ہے تو کیا اسے جنت کی طرف لے جانا تیرا حق نہیں؟ وہ اگر کہتا ہے کہ میں ناراض ہوجاؤں گا تو تیری زبان کدھر چلی گئی؟ تیری غیرت کدھر چلی گئی؟ تیرا ایمان کدھر چلا گیا؟ تیری عقل نے کیوں جواب نہیں دیا؟ کیا تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا بھائی ہوں تمہیں اگر اللہ کا خوف نہیں تو کم از کم بھائی کا خیال تو کرسکتے ہو۔ چاہیے تو یہ کہ یہ بھائی سے کہے کہ میں بھی اللہ کا بندہ تو بھی اللہ کا بندہ، نہ میری مرضی کی بات نہ تیری مرضی کی بات، مرضی میرے اللہ کی جس کے ہم بندے ہیں، جس کے سامنے پیش ہونا ہے، میری تیری بات چھوڑ دیجیے۔ دوسرے درجے میں اگر میری تیری باتیں ہیں تو کیا صرف تو ہی میرا بھائی ہے میں تیرا بھائی نہیں ہوں؟ یک طرفہ فیصلہ کیوں کیا جائے؟ تو شریعت پر عمل کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہورہا ہے تو میں بھی تو تیری بداعمالیوں سے بے زار ہوں۔ اور وہ شیطان کا بندہ یہ نہیں کہتا کہ بھائی تو میرا بھائی ہے میں شیطان کو خوش کرنے کے لیے تجھے ناراض کروں یہ مجھ سے نہیں ہوتا، تیری خاطر میں شیطان کی پیروی چھوڑ دیتا ہوں، ویسے تو جہنم میں جانے کا شوق ہے مگر چونکہ تو میرا بھائی ہے اس لیے تیری خاطر چھوڑ دیتا ہوں۔ وہ چھوڑنے کو تیار نہیں، شیطان کے بندے اپنے بھائی

کی خاطر شیطانی کام چھوڑنے پر تیار نہیں تو جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی وہ بھائی کی خاطر اللہ کو کیوں ناراض کرتا ہے؟ بات کچھ سمجھ میں آئی؟ ایک بار استغفار پڑھ لیجیے تو بات جلدی سمجھ میں آجائے گی، سب لوگ استغفار پڑھ لیں۔ پھر لوٹا دوں؟ مجھے یہی خطرہ رہتا ہے کہ بات سمجھتے نہیں اگر سمجھتے تو یہ لوگ پھر بار بار کیوں پوچھتے ہیں؟

مسلمانو! ہوش میں آؤ:

مجھ سے پوچھتے ہیں کہ جہاد فرض عین ہے یا نہیں؟ جواب ملتا ہے کہ فرض عین تو ہے اب کس چیز کا انتظار ہے؟ ہندوستان کی فوجیں سرحد پر لگی ہوئی ہیں کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ کیا اس کا انتظار ہے کہ گھروں میں گھس کر قتل کریں گے اس کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں؟ پھر کہتے ہیں کہ وہ ابا کہتا ہے کہ جہاد پر مت جاؤ۔ تو میں کہتا ہوں کہ اچھا ٹھیک ہے انتظار کرتے رہو پھر دیکھیں بنتا کیا ہے۔ سنیے! میرا اللہ کیا کہہ رہا ہے؟:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ o (۹-۲۴)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔“

اعلان ہورہا ہے اعلان فرمادیجیے اعلان کیجیے اعلان، ارے جہاد سے جانیں چُرانے والو! مختلف بہانے بنابنا کر جہاد سے بھاگنے والوسن لو! یہ وہ قرآن ہے جسے پڑھ پڑھ کر خوانیاں کروا کر لڈو کھاتے ہیں وہ قرآن ہے۔ فرمادیجیے کہ اگر تمہارے بیٹے، تمہاری اولاد، تمہارے ابا، تمہاری اماں، تمہاری بیویاں، تمہارے بھائی، تمہاری تجارتیں، تمہارے محلات، سونے چاندی کے ڈھیر جو کچھ جمع کررکھا ہے جب اللہ سے زیادہ محبوب ہوجائیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اور جہاد کرنے سے زیادہ ان چیزوں کی فکر ہوتو: **فَتَرَبَّصُوْا، فَتَرَبَّصُوْا** انتظار کرو، انتظار کرو، کون کہہ رہا ہے؟ اللہ کہہ رہا ہے انتظار کرو: **حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ** اللہ جب لائے گا عذاب تو پھر کہوگے کہ اگر ہم پہلے سدھر گئے ہوتے تو اچھا ہوتا لیکن عذاب آنے کے بعد پھر مہلت نہیں ملے گی: **فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ** انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ کا عذاب آجائے۔ کس چیز کا انتظار کررہے ہیں؟ ہندوستان سے کٹ مر کر آگئے اب یہاں آکر بھی آنکھیں نہیں کھل رہیں تو ہندوستان ہی واپس کیوں نہیں چلے جاتے؟ جن لوگوں کو ابھی تک جہاد کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں تو واپس ہندوستان ہی چلے جائیں، وہاں سے تو دُم دبا کر بھاگے آدھے مرے اور کتنی عورتیں قربان کرکے آئے، جائیدادیں بھی، بیٹیاں بھی، بیویاں بھی، سب کچھ قربان کرکے آئے اور یہاں آکر اللہ کی نافرمانی پہلے سے زیادہ کرتے ہو؟ کچھ ہوش نہیں! کچھ ہوش نہیں! گناہوں میں مست ہورہے ہیں:

فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

مسلمانی کے دعوے کرنے والے، ایمان کے دعوے کرنے والے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو دشمن تم پر ٹوٹ پڑا ہے، اللہ کے لیے ہوش میں آؤ، آنکھیں کھولو، دفاع کرو، یہ اقدامانہ جہاد نہیں دفاعی ہے دفاع کرو، اپنی جانوں کا دفاع کرو، اپنی عزت کا دفاع کرو، اپنے ایمان کا دفاع کرو، اپنی بیوی بیٹیوں بہنوں کا دفاع کرو، جب یہ کہا جاتا ہے تو: **جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ**، ارے نہیں نہیں! ہم تو مرجائیں

گے۔ارے! تو جہاد میں نہیں مرا تو کیا تو ویسے کبھی بھی نہیں مرے گا ہمیشہ زندہ ہی رہے گا؟ ویسے معلوم یہ ہوتا ہے کہ آج کے مسلمان کے قبضے کی بات ہوتی تو قرآن سے جہاد کی ساری آیتیں نکال دیتا۔ اللہ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے پوری دنیا مل کر قرآن سے ایک لفظ نکالنا چاہے تو نہیں نکال سکتی اگر اللہ کی طرف سے یہ ذمہ نہ ہوتا تو آج کا مسلمان قرآن کو بدل ڈالتا۔ جہاد کے بارے میں قرآن بھرا ہوا ہے قتال والا جہاد قتال والا، لڑو مارو، لڑو مارو، جان سے مارو، اپنی جانیں قربان کرو، دشمنوں کی جانیں مارو، اللہ کے کافروں کی گردنوں پر مارو، اللہ کے دشمنوں کے سروں پر مارو، اللہ کے دشمنوں کے جوڑ جوڑ توڑ ڈالو، جوڑ جوڑ توڑو، پورا قرآن بھرا پڑا ہے تو آج کا مسلمان تو ساری آیتوں کو نکال دیتا باقی تھوڑا سا قرآن بس ایک دو پارے ہی رہ جاتا ساری آیتوں کو ختم کر دیتا۔ یا اللہ! قرآن پر ایمان عطا فرما، ایمان کامل عطا فرما، تو اپنے احکام کا اتباع کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علٰی عبدک ورسولک محمد وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

شکرِ نعمت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ۔ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: شکرِ نعمت

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ۲۰/ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

شکرِ نعمت

(۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر اصلاح سے نہیں گزارا جاسکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وقال تعالىٰ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ٥

ہر مقام مقامِ شکر:

انسان سوچتا ہی نہیں کہ اللہ کے کتنے احسانات ہیں۔ ذرا سی عقل ہو ذرا سی عقل تو

سوچے، غور وفکر کرے کہ اللہ کے کتنے احسانات ہیں، کیسا کرم ہے، کتنی نعمتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں مقام صبر ہے ہی نہیں، ہر مقام مقامِ شکر ہی ہے۔ یہ تو انسان کی ناشکری، ناقدری، بے ہمتی اور ہوس کی بات ہے اگر وہ یہ سمجھے کہ اس کے پاس نعمتیں نہیں وہ صبر کر رہا ہے۔ دنیا میں صبر کا مقام کوئی ہے ہی نہیں۔ انسان جس حالت میں بھی ہو، اللہ تعالیٰ کے احسانات اتنے ہیں کہ انسان کسی طرح بھی ان کا شکر ادا نہیں کرسکتا ؎

نہیں ہوتا ادائے حق نعمت کچھ نہیں ہوتا
اگر چہ دل ہے وقف سجدۂ شکرانہ برسوں سے

سر تو سجدہ کرتا ہی ہے مگر جس میں صلاحیت ہو اس کا دل بھی سجدہ کرتا ہے بلکہ ہر وقت سجدۂ شکر کے لیے وقف ہو کر اپنے محسن حقیقی و منعم حقیقی کے سامنے جھکا رہتا ہے دنیا میں ہر مقام شکر کا مقام ہے، صبر کا اجر تو اللہ تعالیٰ ایسے ہی مفت میں عطاء فرما دیتے ہیں بندے کی بے ہمتی کے پیش نظر ورنہ درحقیقت مقام صبر تو ہے ہی نہیں۔ دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی بے حد وحساب نعمتیں نہ ہوں:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (۱۴-۳۴)

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر اس چیز سے حسب حکمت و مصلحت حصہ دیا جو تم زبان یا حال سے چاہتے تھے۔''

یعنی زبان سے سوال کے بغیر ہی تمہارے حال کے مطابق تمہاری ضرورت کی چیزیں تمہیں عطاء کیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود
لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں شمار نہیں کرسکتے، بلاشبہہ انسان بڑا ظالم بڑا

ناشکرا ہے۔ ظالم سے مراد ہے نافرمان کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟

یہ انسان بڑا ناشکرا ہے، بڑا ظالم ہے، اپنے نفس پر ظلم کررہا ہے، نعمتوں کا اقرار نہیں کرتا، نعمتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا، نہ تو زبان سے شکر اداء کرتا ہے نہ ہی عمل سے۔ ایک تو اِنَّ میں تاکید، لام میں تاکید، جملہ اسمیہ اور لام جواب قسم، چار تاکیدوں کے ساتھ فرماتے ہیں اور قسم اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ بڑا ظالم ہے، بڑا ہی ناشکرا ہے پھر **ظَلُوْمٌ** مبالغہ کا صیغہ اور **كَفَّارٌ** بھی مبالغہ کا صیغہ یعنی یہ چھوٹا سا ناشکرا نہیں بلکہ بہت بڑا ناشکرا ہے۔ (حاضرین میں سے کسی کو جمائی آئی تو اس نے منہ پر ہاتھ نہیں رکھا اس پر حضرت اقدس نے فرمایا) جب جمائی آئے منہ پر ہاتھ رکھا کریں پہلے تو روکنے کی کوشش کیا کریں نہ رکے تو بائیں ہاتھ کی پشت رکھا کریں۔ یہ بات شروع ہی سے بچوں کو بتانی چاہیے مگر جہالت اور غفلت نے اس قوم کو خراب کردیا۔ جب بچہ چھوٹا ہو تو جیسے ہی جمائی لے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیں، کہیں ہاتھ ایسے نہ رکھیے گا کہ اس کا دم ہی گھٹ جائے۔ بچہ کا منہ تو چھوٹا سا ہوتا ہے بس ایک اُنگلی رکھ دی کافی ہے پھر جیسے جیسے بچہ بڑا ہوگا اور وہ بڑوں کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھے گا تو وہ سمجھ جائے گا کہ یہ ضروری کام ہے وہ کسی کے کہے بغیر خود بخود کرنے لگے گا۔ جو کام آپ کے والدین کو کرنے چاہیے تھے وہ کام میں کررہا ہوں خاص طور پر دو کاموں کی ہدایت ایک یہ کہ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھا کریں دوسرا یہ کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلایا کریں۔ یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لیں اپنے بچوں کو بتایا کریں۔ جب انہیں نماز سکھائیں تو سب سے پہلے یہ بتائیں کہ نماز میں ہاتھ ہرگز نہ ہلائیں۔

بات یہ ہورہی تھی کہ مقامِ صبر تو دنیا میں ہے ہی نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اگر کوئی بندہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ صبر کررہا ہے تو اس کے گمان کے مطابق اسے صابرین کی فہرست میں داخل فرمالیتے ہیں۔

شاکر دل کی علامت:

سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں۔ دراصل شکر تو دل کا ہوتا ہے اور دل شاکر بنایا نہیں اس کی علامت کیا ہے؟ ایک علامت تو اس کی فریب والی ہے کہ بس زبان سے کہتے رہیں الحمدللہ! الحمدللہ!! اللہ تیرا شکر ہے۔ دوسری علامت حقیقی ہے یعنی گناہ چھوٹ جائیں زبان کے ساتھ ساتھ پورا جسم شکر گزار بن جائے ؎

افادتکم النعماء منی ثلثۃً

یدی ولسانی والضمیر المحجبا

شاعر بادشاہ سے کہتا ہے کہ آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کی وجہ سے آپ میری تین چیزوں کے مالک بن گئے ہیں۔ میرے ہاتھ پاؤں آپ ہی کی خدمت واطاعت میں لگے رہتے ہیں اور میری زبان کے مالک بھی آپ ہی بن گئے وہ بھی آپ ہی کی تعریف میں ہر وقت تر رہتی ہے، ہمہ وقت آپ کے ذکر سے رطب اللسان رہتا ہوں اور سب سے بڑی بات یہ کہ سینے میں چھپا ہوا دل بھی آپ ہی کا ہو گیا ؎

زخمی بھی کیا کس کو سینے میں چھپے دل کو

شاباش او تیر افگن! کیا خوب نشانہ ہے

یا اللہ! اپنی رحمت سے سب کے قلوب کے ساتھ اپنی محبت کا یہی معاملہ فرمادے ع

شاباش اور تیر افگن کیا خوب نشانہ ہے

ایک شاعر اپنے ہی جیسے ایک فانی مخلوق کے بارہ میں کہتا ہے کہ تیرے احسانات نے میرے دل کو خرید لیا اس میں غیر کا کوئی وسوسہ نہیں آتا، دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہیں یہ دل تو بس اب تیرا ہی ہو گیا ؎

خذوا فؤادی ففتشوہ وقلبوہ کما تریدوا

فلن تحسوا بہ سواکم زیدوا علی الحضور زیدوا

’’میرے محبوب! میرے دل کو پکڑ لے پھر اسے چیر کر خوب اُلٹ پلٹ کر دیکھ، تجھے اس میں تیرے سوا کچھ نہیں ملے گا، مجھ پر اور زیادہ سے زیادہ توجہ فرما۔‘‘

یہ ہے محبت، اللہ کی محبت ایسی پیدا ہو جائے۔ دل کے خیالات، رجحانات، تمنائیں ساری کی ساری بس صرف اسی کی طرف متوجہ رہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ وَاجْعَلْ ھِمَّتِیْ وَھَوَایَ فِیْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

جس دل میں اللہ کی محبت آ جاتی ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ یا اللہ! میرے دل کے وساوس، میرے دل کے خیالات کیا ہوں؟ **خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ** بس تیرے ہی خیالات آتے رہیں تیرا خوف اور تیرا ذکر، بس اس کے سوا اس دل میں کچھ نہ رہے۔ اللہ کے خوف کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ! کوئی ایسی چیز ہیں جن سے ڈرا جائے جیسا کہ ظالم جابر بادشاہ سے ڈرا جاتا ہے، اللہ سے ڈرنا یوں نہیں، اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوف اللہ کی محبت کا عکس ہے، اس کے تابع ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جتنی بڑھتی جائے گی اس کا ڈر بھی بڑھتا جائے گا کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے اگر کوئی بات ذرا سی بھی محبوب کی رضا کے خلاف ہوگئی تو پھر کیا بنے گا۔ یہ خوف ہوتا ہے محبوب کی ناراضی کا۔

وَاجْعَلْ ھِمَّتِیْ وَھَوَایَ فِیْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

میرے اہم مقاصد میری کوششیں، میری محنتیں ساری کی ساری اسی میں رہیں کہ تو راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سب کے حق میں یہ دُعاء قبول فرمائیں۔

شدت مرض میں غلبۂ شکر:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قصہ بیان فرمایا، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں بہت اونچے درجے کے استاذ اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ انہیں ایک بار بخار ہو گیا، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے پوچھا:

''حضرت کیسے مزاج ہیں؟'' فرمایا:

''الحمدللہ! کان صحیح ہیں، الحمدللہ! آنکھ صحیح ہے، الحمدللہ! زبان صحیح ہے، الحمدللہ! ہاتھ صحیح ہیں، الحمدللہ! پاؤں میں تکلیف نہیں، الحمدللہ! سر میں درد نہیں۔''

مزاج جو بتانا شروع کیا تو ایک ایک عضو پر الحمدللہ! الحمدللہ! اور جو بخار کی تکلیف تھی اس کا ذکر تک نہ کیا۔ جب دل شاکر بن جاتا ہے تو اسے تو ہر طرف نعمتیں ہی نعمتیں نظر آتی ہیں بظاہر اگر کوئی تکلیف بھی ہوتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میرے رب کی طرف سے جو بھی معاملہ ہے اسی میں میری بہتری ہے لہٰذا وہ مصیبت پر بھی شکر اداء کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جب انسان پر کوئی مصیبت آئے تو اس پر تین شکر واجب ہیں:

① الحمدللہ! کہ یہ مصیبت دنیوی ہے دینی نہیں، دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

② الحمدللہ! چھوٹی مصیبت ہے بڑی مصیبت نہیں۔ دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبتیں ہیں۔

③ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر صبر کی توفیق عطاء فرمائی جزع وفزع سے حفاظت فرمائی۔''

الحمدللہ خیر ہو گئی:

ایک بزرگ کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی ان سے کسی تکلیف کا ذکر کرتا تو فرماتے:

''الحمدللہ خیر ہوگئی۔''

ایک شخص کا جوان بیٹا فوت ہوگیا تو انہوں نے حسبِ معمول وہی جواب دیا الحمدللہ! خیر ہوگئی، اسے بہت غصہ آیا اور اس نے ٹھان لیا کہ انہیں کوئی زبردست چوٹ لگا کر پوچھوں گا کیا حال ہے؟ پھر دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں۔ یہ بزرگ گاؤں میں رہتے تھے، دیہاتیوں کے دستور کے مطابق قضاء حاجت کے لیے گاؤں سے باہر جاتے تھے۔ اس شخص کو ان کے باہر جانے کا وقت اور راستہ معلوم تھا۔ لاٹھی لے کر اس راستے میں کسی جھاڑی کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا کہ جب یہاں سے گزریں گے تو لاٹھی مار کر پوچھوں گا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یوں دستگیری فرمائی کہ ان کے کمرے کے دروازے کی اونچائی کم تھی جس میں سے سر جھکا کر گزرنا پڑتا تھا۔ اس روز باہر نکلنے لگے تو سر جھکانے کا خیال نہ رہا، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت دکھانے کے لیے سر جھکانے سے غفلت طاری فرما دی، سر چوکھٹ سے ٹکرا گیا، زخم ہوگیا، گھر ہی میں اجابت سے فارغ ہوئے، سر پر پٹی باندھی۔ ادھر وہ شخص انتظار کر کے مایوس ہوگیا تو ان کے گھر پہنچا دیکھا کہ سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے، پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے حسبِ معمول وہی جواب دیا: ''الحمدللہ! خیر ہوگئی۔'' اس نے دل میں کہا کہ خیر ہی ہوگئی ورنہ میں خیر بناتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت جو بصورت زحمت ظاہر ہوئی اس میں کئی فائدے ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ کو چھوٹی چوٹ لگا کر بڑی چوٹ سے بچا لیا۔

② اس شخص کو بہت بڑے گناہ سے بچا لیا۔

③ اگر وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا تو ان بزرگ کے قلب میں رنجش پیدا ہوتی پھر اگر یہ معاف بھی فرما دیتے تو شاید اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ فرماتے دنیا اور آخرت میں کوئی عذاب اس پر مسلط فرماتے۔

④ دین دار لوگ بلکہ بے دین بھی جنہیں بزرگوں سے تھوڑا بہت انس ہوتا ہے وہ

سب اس کے دشمن ہو جاتے اور اسے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے کچھ بعید نہیں کہ قتل ہی کر دیتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا مقامِ عبدیت:

حضرت یوسف علیہ السلام پر کتنے بڑے بڑے مصائب آئے:

① بچپن ہی میں بھائیوں نے لے جا کر کنویں میں پھینک دیا اندازہ لگائیں کہ کم سن بچے کو کنویں میں پھینک دیا جائے تو اس پر کیا گزرے گی۔

② کنویں سے نکالنے والوں نے بازار میں لے جا کر فروخت کر دیا۔ نہ صرف نبی زادے بلکہ خود بھی نبی بننے والے تھے اور نبی نبوت ملنے سے پہلے ولی ہوتا ہے، والدین نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا۔

③ اس برگزیدہ ہستی کو غلام بنالیا گیا، غلاموں کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

④ ابا کی جدائی کا صدمہ۔

⑤ ان سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت زلیخا کی جس سے دنیا و آخرت دونوں تباہ ہونے کا خطرہ۔

⑥ کئی سال جیل میں رہنے کی مصیبت۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے چھ کام کیے:

① سب سے پہلے نفس و شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ طلب کی۔

② اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی شان تربیت کا مراقبہ کیا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ (۱۲-۲۳،۲۴)

ایسے محسن کو ناراض کر دوں یہ کبھی نہیں ہوسکتا، کچھ بھی ہو جائے میں اس مالک کو کبھی

ناراض نہیں کرسکتا۔ سب سے پہلی بات یہ سوچی، اسی لیے تو بتایا جاتا ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ اور مراقبہ کیا کریں، یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں، یہ دنیا فانی ہے، یہ لذتیں سب ختم ہوجانے والی ہیں، ایک دن مرنا ہے، پھر جان کیسے نکلے گی، عذاب قبر کو سوچا کریں، اس کے بعد پھر مالک کے حضور پیشی ہوگی اور پھر جنت یا جہنم۔ جہنم کی وعیدیں تو گدھوں کے لیے ہیں، گدھوں کے لیے۔ اگر کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا سا بھی تعلق ہو وہ تو یہی سوچ سوچ کر مرا جاتا ہے کہ کہیں مالک کی نظر نہ ہٹ جائے، کوئی کام مالک کی رضا کے خلاف نہ ہوجائے، اس کے لیے تو ہزاروں جہنموں سے بڑھ کر جہنم یہ ہے کہ مالک کی نظر ہٹ گئی۔ مگر آج کا مسلمان اس سے تو کیا ڈرے وہ تو جہنم سے بھی نہیں ڈرتا یہ تو بڑا بہادر ہے، بہت بہادر ہے۔

③ ابتلاء سے بچنے کی کوشش کی اور بھاگے۔ اگر سوچتے کہ دروازے تو مقفل ہیں تو بھاگنے سے کیا فائدہ، مبتلا ہوجاتے بچ نہ سکتے۔ یہ سوچا کہ جو کرسکتا ہوں وہ تو کروں آگے میرا مالک میری مدد کرے گا، وہ وہاں سے بھاگے اور اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی دروازے خود بخود کھل گئے۔

یہ تین تدبیریں تو زلیخا کے پہلے حملہ کے وقت فوری طور پر کیں، پھر آئندہ کے لیے حفاظت کی مزید تین تدبیریں اختیار کیں:

① محبوب حقیقی کی ناراضی سے بچنے کے لیے بڑی سے بڑی مشقت ومجاہدہ خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا عزم ظاہر فرمایا، زلیخا نے جیل میں ڈالنے اور ذلیل کرنے کی دھمکی دی تو محبوبِ حقیقی کی ناراضی سے بچنے کا ذریعہ بننے والی جیل محبوب ہوگئی۔

② اپنے رب کریم کے سامنے اپنی عاجزی پیش کرکے اس ابتلاءِ عظیم سے بچنے کی دُعاء کی۔

③ اس قدر معجزانہ بلند ہمتی کے ساتھ اپنی ہمت پر نظر رکھنے کی بجائے اپنے رب کریم کی دستگیری پر نظر رکھی۔

مجموعہ چھ تدبیریں ہوگئیں، آخری تین تدبیروں کا بیان ان آیتوں میں ہے:

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

(۱۲-۳۲،۳۳)

پھر امتحان میں اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوجانے کے بعد بھی اپنے کمال پر نظر جانے کی بجائے اپنے رب کریم کی رحمت پر نظر رہی:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱۲-۵۳)

پھر جب جیل سے رہائی ہوئی اور بہت مدت کے بعد والد سے ملاقات ہوئی تو اتنی بڑی بڑی تکلیفوں میں سے ایک کا بھی ذکر نہیں کیا اپنے رب کریم کے احسانات ہی گنوا رہے ہیں:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (۱۲-۱۰۰)

کئی سال جیل میں رہنے کی تکلیف کا کوئی ذکر نہیں کیا جیل سے نکالے جانے کی رحمت کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح ابا سے فراق کی پریشانی کا ذکر نہیں کیا دوبارہ ملاقات کی نعمت کا ذکر فرمایا۔

تیسری بات یہ کہ کہیں ابا کو بھائیوں سے کچھ نفرت پیدا نہ ہوجائے اور بھائیوں کو بھی اپنے کیے پر شرمندگی نہ ہو اس بارے میں کیا عجیب ارشاد ہے:

نَزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ

''وہ تو شیطان نے کروا دیا تھا بھائیوں کا کوئی قصور نہیں۔''

اور بھائیوں سے انتقام لینے یا شکایت کرنے کی بجائے انہیں بالکل معاف کر دیا پھر مزید احسان یہ کہ ان کے لیے مغفرت کی دُعاء بھی کر دی:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ o

(۱۲-۹۲)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقامِ عبدیت:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیٹوں کی طرف سے ایسی سخت اذیت پہنچی کہ بینائی جاتی رہی اور مرنے کا خطرہ ہو گیا مگر سب کو بالکل معاف فرما دیا، اور مزید دُعاء مغفرت سے بھی نوازا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ o (۱۲-۹۸)

ایسے ہوتے ہیں شاکر بندے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقامِ عبدیت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ o وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ o

(۲۶-۷۹،۸۰)

''میرا اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔''

اگر اپنے ہاتھ کی کمائی ہے تو صلاحیت کس نے دی؟ کمانے کے مواقع کس نے دیے؟ اس میں برکت کس نے دی؟ خسارے اور نقصان سے بچایا تو کس نے بچایا؟ سب اسی کا کرم ہے اسی کی عطاء ہے۔

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء دیتا ہے۔''

درحقیقت بیماری اورشفاء دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ مجھے بیمار بھی کرتا ہے اور شفاء بھی دیتا ہے۔ یہ عبدیت اور ادب کا مقام ہے کہ بیماری کو اپنی طرف منسوب کررہے ہیں، اور شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ شکر کی وجہ سے دل میں ادب پیدا ہوجاتا ہے۔

نعمتوں کا سوال ہوگا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار چند رفقاء کے ساتھ کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں ایک شخص پر گزر ہوا جو بہرا، اندھا، گونگا تھا اور جذام کی وجہ سے اس کی کھال بھی خراب ہورہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں رُک گئے اور فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ٥ (۱۰۲-۸)

جب ہمارے ہاں پیشی ہوگی تو ہم نعمتوں کے بارہ میں پوچھیں گے کہ نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا؟ پھر بات دل میں اُتارلیں کہ نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ منعم کی، محسن کی نافرمانی چھوڑ دی جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفقاء سے پوچھا کہ کیا اس شخص سے بھی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا؟ ساتھیوں نے عرض کیا کہ اس بے چارے کے پاس ہے ہی کیا، مال ومنصب وغیرہ تو رہے الگ اس کے پاس تو دیکھنے، سننے اور بولنے تک کی صلاحیتیں نہیں حتیٰ کہ اس کی کھال تک گلی سڑی ہے۔ کیا اس سے بھی سوال ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں اس سے بھی سوال ہوگا، یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے کھانے، پینے اور ان کی نکاسی کے راستے اللہ تعالیٰ نے بند نہیں کیے وہ صحیح ہیں۔ یہ تو آپ نے ایک مثال بیان فرمادی ورنہ جسم کے اندر کتنے اعضاء ہیں۔

دنیا میں انسان کیسی ہی حالت میں ہو وہ مقام صبر نہیں مقام شکر ہے کیوں کہ اللہ

تعالیٰ کے احسانات، اس کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔ انسان کیسے کہہ دیتا ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہیں، یہ نعمت نہیں۔ اتنے بڑے محسن کے احسانات کا انکار کرتے ہوئے ذرا بھی تو شرم نہیں آتی، احسانات کو، نعمتوں کو نہیں سوچتے، مصیبت کو سوچتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر دل میں اُتر جاتا ہے تو پھر وہ کسی مصیبت میں پریشان نہیں ہوتا وہ تو خوش ہی رہتا ہے اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بھی اس کا فائدہ ہے۔ اس لیے اسے مصیبت میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے ؎

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں
روتے ہوئے اک بار ہی ہنس دیتا ہوں مجذوب
آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

ایک مدت تک میں یہ کہتا تھا کہ میں یہ شعر دوسروں کے لیے پڑھتا ہوں، اپنے لیے کبھی نہیں پڑھتا بہت ڈرتا ہوں اس لیے کہ مجھ پر تو اللہ نے کبھی کوئی مصیبت ڈالی ہی نہیں، پھولوں کی طرح رکھا۔ یا اللہ! ہر آیندہ لمحہ گزشتہ سے بہتر بنادے۔ میں یہ شعر پڑھتے ہوئے بہت ڈرتا تھا۔ ابھی چند روز ہوئے اس کا ایک مطلب اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا وہ یہ کہ دوسروں کے مصائب سُن سُن کر دنیا پریشان ہورہی ہے، ڈر رہی ہے مگر میں دوسروں کے مصائب کے بارہ میں سُن کر بھی پریشان نہیں ہوتا ؎

مجھے یاس کیوں ہو کہ وہ دل میں بیٹھے
برابر تسلی دیے جارہے ہیں
کیا جب کبھی یاد میں نے ہے ان کو
تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آرہے ہیں

مقامِ شکر ایسی چیز ہے کہ اس کا موقع ہر حالت میں اور ہر وقت میں ہوتا ہے، دوسری چیزیں جو ہیں کبھی اُن کا موقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا، اور کبھی وقت ان کا ختم ہو جاتا

ہے، خاص طور پر مرنے سے سارے اعمال ختم ہوجاتے ہیں، مگر شکر ایسی چیز ہے کہ ہر آن میں ہر حالت میں شکر اداء کرنے کا موقع موجود ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (۲-۱۵۵،۱۵۶)

کسی تکلیف میں، کسی مصیبت میں، کسی مرض میں، مالی جانی نقصان میں صبر کیجیے! یہ جو صبر کا حکم ہے وہ تو صرف اجر دلانے کے لیے ہے انسان کے ضعف کی بنا پر ہے کہ صبر کرو ورنہ حقیقت یہ ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو کتنی بڑی مصیبت ہو، پھر بھی مقامِ شکر ہی ہے، مصیبت میں بھی مقامِ صبر نہیں، مقامِ شکر ہے۔

حقیقت میں تو یوں ہی کہنا چاہیے کہ انسان پر جتنے بھی حالات گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اگر کبھی کسی تکلیف میں یا آزمائش میں مبتلا کردیا تو وہ بھی درحقیقت مقامِ صبر کی بجائے مقامِ شکر ہے، بڑی مصیبتوں سے بچالیا، بڑی تکلیفوں سے بچالیا۔

اہلِ جنت کا آخری کلمہ:

دنیا میں تو ہر حالت مقامِ شکر ہے ہی، اور جنت میں جانے کے بعد وہاں بھی یہ رہے گا:

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۱۰-۱۰)

اہلِ جنت آپس میں باتیں کرتے کرتے پھر جہاں کوئی بات ختم ہوئی: **وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝** پھر باتوں میں شروع ہوں گے، باتیں کرتے کرتے پھر جب بات ختم ہوگی تو: **وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝** مزا ہی آجائے گا جب وہاں جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جنت کی کیفیات کو، حالات کو، نعمتوں کو سوچا کریں، اتنا سوچیے کہ یوں معلوم ہونے لگے کہ پہنچ ہی گئے۔ جنت کی نعمتوں کو سوچنے سے رغبت بڑھتی ہے، جتنی رغبت بڑھے گی اُسی حد تک اطاعت کی توفیق بڑھے گی اور گناہوں سے بچنے کی ہمت بلند ہوگی۔ شکر ایسی چیز ہے کہ

دنیا میں بھی ہر حالت میں اور یہاں سے گزرنے کے بعد جنت میں بھی یہ عبادت ختم نہیں ہوگی بلکہ سب سے بڑی بات یہی ہوگی: **وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** o جنت والی عبادت تو ابھی سے شروع کر دیجیے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ یہ شکر دنیا میں جب ادا کرنے کی توفیق ہو جائے گی تو وہی پھر جنت میں بھی اللہ تعالیٰ عطاء فرما دیں گے۔

ایمان سب سے بڑی نعمت:

اگر کسی مرض میں مبتلا ہو، یا مالی تنگی ہو تو بھی نعمتیں زیادہ ہیں۔ ہزاروں مخلوق سے زیادہ دے رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے، دنیاوی نعمتوں کو سوچتا رہے۔ اس سے بھی بڑھ کر کہیں زیادہ ایمان کی نعمت ہے، ایمان کی نعمت سب نعمتوں سے بڑھی ہوئی ہے، اس میں بڑی غفلت ہوتی ہے، بہت کوتاہی ہوتی ہے، دنیا کی نعمتوں پر تو پھر بھی کبھی انسان الحمدللہ! کہہ ہی لیتا ہے لیکن ایمان کی نعمت پر کبھی خیال نہیں جاتا کہ یہ نعمت کسبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ پہلی بات تو یہ سوچی جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار کے گھر میں پیدا کر دیتے، کسی عیسائی، یہودی، سکھ، ہندو کے گھر میں پیدا کر دیتے، تو کیا ہمارا یہ اختیار تھا کہ ہم کہتے کہ وہاں پیدا نہیں ہوں گے، کسی مسلمان کے گھر میں ہی پیدا ہوں گے، محض ان کا کرم و احسان ہے کہ مسلمان کے گھر میں پیدا کیا تو پیدائشی مسلمان ہو گئے۔ دنیا میں دیکھا جائے کہ کفار کتنے مسلمان ہوتے ہیں، کبھی کبھار کہیں کروڑوں میں سے کتنے سالوں کے بعد کوئی خبر آتی ہے کہ فلاں مسلمان ہو گیا تو معلوم ہوا کہ غور و خوض، تفکر و تدبر، دلائل کو کام میں لانا، اس کے لحاظ سے ایمان اختیار کرنا، یہ بالکل ایسا نادر ہے کہ کالعدم ہے، پھر اگر انہیں توفیق ہو بھی جاتی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، کسی کافر کو توفیق ہو گئی تو وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے دستگیری فرمائی ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال نہ ہوتا، اسے کہاں سے یہ توفیق ہوتی، تو ایمان پر شکر ادا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے

ایمان کی دولت عطاء فرمائی اور اتنی آسانی سے یہ دولت عطاء فرمادی کہ پیدا ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہوگیا۔ مسلمان تو روزِ اول سے بھی تھے جب کہہ دیا:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی (۷-۱۷۲)

تو جب ہی سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنالیا اسی وقت سے اب اُن کا کرم یہ ہے کہ بعض ارواح کو بھیج دیا کفار میں مگر ہمیں مسلمانوں میں ہی پیدا کیا تو جو شروع میں ایمان کی دولت عطاء فرمادی تھی اس کی حفاظت فرمائی، اسے ضائع نہیں ہونے دیا، مسلمان کے گھر میں پیدا فرمایا، جہاں تک ہمارا اختیار نہیں تھا اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی جب تک نابالغ رہے تو اختیار کے باوجود بھی زبردستی اسلام سے چمٹائے رکھا، نابالغ اگر کفریہ کلمہ بک دے یا یہ کہہ دے کہ میں کافر ہوگیا دوسرا مذہب اختیار کرلیا مگر اس کے والدین مسلمان ہیں تو اللہ تعالیٰ زبردستی اسلام سے چمٹاتے ہیں۔ ہم نے کتے کے گلے میں پٹا ڈال دیا ہے جہاں بھی بھاگتا رہے یہ ہمارا ہی ہے، زبردستی اپنا بنایا، یہ ان کا کیسا کرم ہے اور اگر بالغ ہوکر بھی بغاوت کرتا ہے تو اتنی مدت ہم نے حفاظت کی اگر اب بھی بھاگ رہے ہو تو جاؤ جہنم میں، پھر اس سے دستگیری اور کرم اللہ تعالیٰ کا ختم ہوجاتا ہے۔ کیا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ شروع میں ہی زبردستی مسلمان بنادیا، پھر پیدا ہونے تک جب ہمارا اختیار نہیں تھا تو مسلمان رکھا، مسلمانوں کے گھروں میں پیدا کیا، پھر بالغ ہونے تک کچھ تھوڑی بہت عقل بھی ہے اختیار بھی ہے، تو بھی مسلمان بنائے رکھا، ایسا چپکا دیا کہ کھرچنے سے بھی نہ ہٹے، محض اُن کا کرم ہے، اُن کا احسان ہے۔ نعمت ایمان کے بارے میں بہت سوچا جائے تاکہ ایمان میں ترقی ہوتی رہے اور خاتمہ ایمان پر ہو، ترقی خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے اتنا تو سب کہتے ہی ہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو، ترقی تو مسلمان نہیں چاہتے، اس لیے نہیں چاہتے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایمان میں اگر ترقی ہوگی تو گناہ چھوڑنے پڑیں گے بغیر گناہ چھوڑے ترقی ہوگی نہیں اور گناہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں،

اس لیے تو کہتے ہیں کہ ترقی نہ ہو، ترقی تو دنیا میں ہوتی رہے، البتہ اس پر سب کہیں گے کہ خاتمہ ایمان پر ہو جیسا بھی ہو مگر ایمان پر ہو یہ تو سب کا خیال ہوتا ہے تو ایسا نسخہ کیوں نہ استعمال کیا جائے کہ ترقی بھی ہوتی رہے اور خاتمہ بھی ایمان پر ہو، وہ یہی ہے کہ ایمان کی نعمت کا استحضار کر کے الحمدللہ کہا جائے سات بار اس پر روزانہ کہیں، سب سے پہلے نعمت ایمان اس کے بعد دوسری نعمتیں، اسے اپنے وظیفے میں داخل کر لیجیے:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ (۱۴-۷)

جس نعمت پر شکر ادا کرو گے میں اس نعمت میں ضرور زیادتی کروں گا، اتنے بڑے حاکم، اتنے بڑے قادر، اتنے بڑے مختار اور قسم اُٹھا کر فرما رہے ہیں، لام تاکید جو ہے وہ جوابِ قسم ہوا کرتا ہے، لامِ تاکید ہے، نون ثقیلہ ہے، قسم یہاں محذوف ہے، تو قسمیں اُٹھا اُٹھا کر تاکیدوں کے ساتھ ضرور بالضرور، مگر آج کے مسلمان کو پھر بھی یقین نہ آئے۔

بندوں پر اللہ کی رحمت:

کلام کی بلاغت یہ ہوتی ہے کہ متکلم اپنے مقام کے لحاظ سے بولتے ہیں اسے کلام کی بلاغت کہتے ہیں اور دنیا میں دستور یہ ہے کہ جتنا کسی کا بلند مقام ہوتا ہے، وہ اپنے مقام میں تاکیدیں نہیں لاتا قسمیں نہیں اٹھاتا وہ تو ذرا سا کہہ دے کہ ہو جائے گا تو بس! اتنے بڑے شخص کا کہا ہوا ہے۔ اگر اس سے کہو کہ ذرا اچھی طرح بتاؤ تو کہے گا کہ نالائق! نکل جاؤ یہاں سے تمہیں ہم پر اعتماد نہیں، تو دنیا میں جتنا اونچا مقام ہوتا ہے، کمشنر ہو وہ ذرا سی تاکید کرے، یا حاکم وقت کا تو یہ کہہ دینا کہ توقع ہے شاید ہو جائے وہ ''شاید'' کہہ دے کہ آپ کا کام شاید ہو جائے گا تو اُس کا شاید کہنا بھی چھوٹے لوگوں کی قسموں سے زیادہ مؤکد ہے، چھوٹے لوگ ہزار قسمیں اُٹھائیں، اور صاحب مقام شاید کہہ دے تو وہ اس سے زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقام تو سب سے بلند ہے، دنیا کے حکام تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تو پھر اللہ تعالیٰ اتنی قسمیں اُٹھا رہے ہیں، قسمیں اُٹھا اُٹھا کر فرما رہے ہیں، تاکیدیں فرما فرما کر، نون ثقیلہ ہے، لامِ تاکید ہے کس طرح تاکیدوں پر تاکیدیں کر کر کے بیان فرما رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اپنے مقام سے اُتر کر کیوں فرما رہے ہیں؟ بلاغت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بلاغت میں کہیں تو مقامِ متکلم دیکھا جاتا ہے اور کہیں حالتِ مخاطب کو دیکھا جاتا ہے، اگر متکلم تو ہو بہت اونچے مقام پر، تو قسم اُٹھانا، تاکید سے کہنا، بار بار کہنا، یقین دلانے کی کوشش کرنا متکلم کے مقام کے مناسب تو نہیں، یہ تو بہت گری ہوئی بات ہے مگر مخاطب ایسا نالائق ہے کہ اُسے یقین آتا ہی نہیں تو پھر کیا ہوگا۔ اگر متکلم کو اس مخاطب کے ساتھ محبت نہیں، وہ تو اسے کان سے پکڑ کر نکال دے گا کہ ہم نے اپنے مقام کے مطابق کہہ بھی دیا پھر بھی یقین نہیں، جاؤ نالائق! مگر جس متکلم کو مخاطب کے ساتھ محبت بھی ہو، وہ تو اپنے مقام سے ہٹ کر بھی باتیں کرے گا کہ یہ کسی نہ کسی طریقے سے بچ جائے، ارے! اس کی خاطر تو ہم نے اپنے مقام کو بھی قربان کر دیا ہے، مقام سے ہٹ کر بات کی، تو کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر، ایسے نالائق بندوں کو یقین دلانے کے لیے کہ انہیں یقین نہیں آتا، اتنا بڑا **ذوالجلال والاکرام** قسمیں اُٹھا کر اور تاکید کے ساتھ فرما رہا ہے، دنیا میں کوئی بادشاہ کی بات پر یقین نہ کرے تو وہ اسے سزا دے گا، عہدے سے معطل کر دے گا۔ مگر اس کا بیٹا اس سے کوئی بات طلب کر رہا ہو، بادشاہ بیٹے سے کہہ رہا ہے کہ ہاں اس طریقے سے یہ کام ہو جائے گا مگر وہ بیٹا بھی نالائق کہ اسے یقین نہیں آتا تو بادشاہ اپنے بیٹے کو نہ موت کی سزا دے گا اور نہ ہی اپنے بیٹے کو نکالے گا، نہ اس کے مطالبے کو رد کرے گا بلکہ محبت کے ساتھ سمجھائے گا کہ تمہارا مطالبہ پورا ہو جائے گا، کوئی بات نہیں ہو جائے گا، ہزار بار بھی کہنا پڑے بیٹے کے لیے تو اپنے مقام سے ہٹ کر بات

کرے گا اپنے مقام کو قربان کر دیتا ہے بیٹے کی محبت میں۔ تو جو سرچشمہ محبت ہے اس کی محبت کا کیا عالم ہوگا؟ بندوں کی محبت میں وہ قسمیں اُٹھا رہے ہیں، تاکید پر تاکید کر رہے ہیں، اثر تو تب ہی ہو جب کہ کچھ غور کریں۔

قرآن کا حق:

میں جب تلاوت کرتا ہوں اس وقت بھی اور دوسرے اوقات میں بھی بار بار خیال ہوتا ہے کہ ہم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا ہے، سوچتے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کن چیزوں کی دعوت دے رہے ہیں، احکام کو چھوڑیے اس لیے کہ احکام پر عمل تو جب ہی ہوگا کہ قرآن میں بتائے گئے نسخوں کو استعمال کیا جائے، نسخے کیا بتائے گئے ہیں؟ زمین و آسمان میں تدبر و تفکر کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا، اللہ کی قدرتِ قاہرہ کا مطالعہ کرنا، ایسی چیزوں کو سوچتے رہنا چاہیے۔ اِس قرآن میں احکام تھوڑے سے ہیں اور نصیحتوں سے بھرا پڑا ہے، اگر تمام احکام کو جمع کیا جائے تو میرے خیال میں دو تین صفحے ہی بنیں گے، احکام یہی ہیں، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، حرام، حلال، نکاح، طلاق، میراث وغیرہ۔

جو جو چیزیں قرآن بیان کرتا ہے انہیں پڑھ تو لیتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ جو کہہ رہے ہیں کہ یہ دیکھو! یہ دیکھو! مگر پھر بھی اس کی آنکھیں نہیں کھلتیں، **اَلَمْ تَرَ، اَلَمْ تَرَوْا، اَلَمْ یَرَوْا، اَوَلَمْ یَرَوْا، اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا، هُوَالَّذِیْ، وَاللّٰهُ اَنْزَلَ،** جہاں کہیں ہر جگہ پر ارے! ہماری یہ قدرت، ہماری یہ قدرت، ہمارے یہ احسانات ہمارے یہ احسانات اور ساتھ ساتھ نشتر بھی لگائے جاتے ہیں، ہم جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں، دعوتِ فکر اور تدبر دے رہے ہیں، اِس سے نصیحت وہ حاصل کریں گے جن میں عقل ہے، یہ بیدار کرنے کے لیے نشتر لگا رہے ہیں، تم بڑے عقل کے مدعی ہو اگر تم لوگ اس میں غور نہیں کرتے تو معلوم ہوا کہ عقل کا دعویٰ غلط ہے، عقل ہے ہی نہیں، دماغ میں گوبر بھرا ہوا ہے، عقل سے دماغ خالی ہے، کہیں...... **اُولِی الْاَلْبَابِ** o کہیں...... **اُولِی الْاَبْصَارِ** o

فرمار ہے ہیں، بار بار متوجہ فرمار ہے ہیں، اس چیز کو سوچو! اس چیز کو دیکھو! کیا یہ تمہیں نظر نہیں آتا، کیا ہماری یہ رحمت نظر نہیں آتی، کیا ہماری یہ قدرت نظر نہیں آتی، بار بار کہہ رہے ہیں، ہر شخص سوچے کہ جب اِن آیات پر گزرتے ہیں کہیں بھی، **اَلَمْ تَرَ، اَلَمْ یَرَوْا**، جہاں بھی **ھُوَ الَّذِیْ** آئے گا، یا **اَلَّذِیْ** آئے گا، یا **وَاللّٰہُ** آئے گا، تو بس وہ سار انعمتوں کا بیان ہے، کہیں قدرتوں کا بیان ہے کہیں نعمتوں کا بیان ہے، کہیں انقلابات کا بیان ہے، کہیں دنیا کی فنائیت کا بیان ہے، مختلف مثالوں سے بار بار بیان فرمایا، اتنا بڑا قرآن جو ہے اس کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی خیال ہی نہیں جاتا اور جب خیال نہیں، توجہ نہیں تو اثر کیا ہوگا، اسے کس بات پر یقین آئے گا، جن چیزوں سے جن آیات میں یقین دلانا چاہتے ہیں، قسمیں اُٹھا رہے ہیں مگر اس نے تو کان اور آنکھیں بند کر رکھی ہیں اسے بات کیسے سمجھ میں آئے، اسے کیسے یقین آئے۔

نعمت میں ترقی کا نسخہ:

فرمایا: **لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ** ہر وہ نعمت جس پر شکر اداء کرتے رہو گے، تمہیں اس میں ترقی دیں گے، ایمان کے نور میں، اعمال میں اور ایمان کے دوام میں، کمال اور دوام شامل ہو جائے، اور اُس نعمت کو دوام رہے، مرتے دم تک، یہ ترقی ہے اور ترقی کا یہی نسخہ ہے کہ خاص طور پر ایمان کو سوچ کر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیا جائے، اسی طرح سے نیک اعمال پر شکر اداء کیا جائے، نیک اعمال کی جتنی توفیق ہوگئی اس پر شکر اداء کیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری نہ ہوتی تو جو کچھ ہم کر پار ہے ہیں، اتنا بھی نہ کر سکتے، یہ صرف اُن کا کرم ہے اور اُن کی دستگیری ہے، اس پر بھی شکر اداء کیا جائے۔ جب شکر اداء کریں گے تو ساتھ ساتھ یہ نیت بھی رکھیں، دُعاء بھی کر لیا کریں کہ یا اللہ! تیرا تو وعدہ ہے کہ جو شکر اداء کرتا ہے اسے ترقی ہوتی ہے، ہم تو شکر کر رہے ہیں، ایمان میں ترقی عطاء فرما، اعمال میں ترقی عطاء فرما، استمرار اور دوام نصیب فرما، ساتھ ساتھ یہ دُعاء

بھی ہوتی رہے۔

ایک اشکال:

ایک اشکال خلجان کے طور پر دل میں کئی سالوں سے آ رہا تھا، مگر اس کی طرف توجہ اس لیے نہیں کی، بہت سے ایسے خلجان دل میں آتے ہیں مگر توجہ نہیں دیتا کہ مالک کے کام میں لگے رہو، کوئی جائز ناجائز کا مسئلہ ہو تو اسے حل کرنا ضروری ہوجاتا ہے، کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بات کو سمجھنے کی کوشش کریں اللہ جانے اُن کے ارشادات میں کتنی حکمتیں کتنی مصلحتیں ہیں، ان کی مرضی ہوگی تو کبھی بتادیں گے، اُن کی رضا کی طلب میں لگے رہیں۔

آج عصر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وہ خلجان رفع فرمادیا جو کئی سال سے تھا۔ اشکال یہ تھا کہ شکرِ نعمت سے قناعت پیدا ہوتی ہے اس پر تو کئی دفعہ بیان ہوہی چکا ہے، شکرِ نعمت کے خواص میں سے اس کے آثار میں سے یہ ہے کہ انسان کے ذہن میں حرص کی بجائے قناعت پیدا ہوتی ہے یہ دنیوی نعمتوں میں تو ٹھیک ہے، نعمتوں کا کبھی استحضار کرے گا، سوچے گا، تو حرص دل سے نکلے گی، قناعت پیدا ہوگی، اور اگر دینی نعمتوں کو سوچنے لگا، تو اس میں خدشہ ہے کہ جو لوگ نماز باجماعت کے لیے مسجد میں نہیں آتے اور یہ سوچ کر مطمئن ہوجاتے ہیں کہ ہم کم از کم فرض تو پڑھ ہی لیتے ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈالی کہ شکرِ نعمت کی اصل حقیقت اور روح یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہے اس کی قدر کی جائے۔ سوچا جائے کہ مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں۔

قدرِ نعمت کی ایک مثال:

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب کہیں سے ایک ہزار روپے تنخواہ کی پیش کش

آئی تو جواب میں فرمایا کہ دس روپے ماہانہ ایک مکتبہ میں تصحیح کرنے کے ملتے ہیں پانچ روپے ہمارے گھر کے مصارف میں آ جاتے ہیں اور پانچ روپیہ طلبہ کو دے دیتا ہوں، اور وہ دماغ پر بوجھ رہتا ہے کہ کس کو دوں؟ اور آپ کے یہاں ہزار روپیہ تنخواہ ہوگئی تو پانچ روپیہ میرے گھر کے مصارف کے ہوگئے اور نو سو پچانوے روپے میں کیا کروں گا، بھئی اتنا میرے اندر تحمل نہیں۔ اس پر یہ اشکال ہوگا کہ کسی کو دینا کیا مشکل ہے تو اس پر بتا رہا ہوں، قدرِ نعمت کہ کسے دینا ہے، کتنا دینا ہے، اس کا مصرف صحیح ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور محبت جتنی بڑھتی چلی جاتی ہے تو ایسے نہیں کہ جدھر چاہا پھینک دیا، سوچنا چاہیے کہ یہ نعمت ہے۔

بعض خصائل میں التباس:

بخل اور قدرِ نعمت میں التباس ہوجاتا ہے، اسی طرح سے سخاوت اور ناقدری میں التباس ہوجاتا ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، نعمت کی قدر ہے تو اگر چنے کا دانہ بھی گر گیا تو وہ اسے تلاش کرے گا، کہاں گر گیا اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی کہیں ضائع نہ ہوجائے، اور اگر بخل ہوگا تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا دیکھنے میں دونوں ایک جیسے ہیں عمل بھی ایک جیسا ہے مگر حقیقت میں ایک فرعونیت ہے اور دوسرے میں صفتِ محبوب پائی جاتی ہے۔ اسی طرح بظاہر دیکھنے والے کہیں گے کہ بڑا سخی ہے، اور جسے نعمت کی قدر نہ ہو وہ بھی یوں ہی کیا کرتا ہے، بظاہر دیکھنے میں ایک جیسے ہیں لیکن دونوں کی روح میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی لیے کسی مصلح سے تعلق کی ضرورت ہے، وہ دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ اس میں سخاوت نہیں نعمت کی ناقدری ہے اور کوئی کسی چیز کو بچانے کے لیے بہت کوشش کر رہا ہے تو وہ پہچان لیتا ہے کہ یہ بخیل نہیں بلکہ نعمت کی قدر کر رہا ہے۔ جیسے جیسے انسان میں فکر پیدا ہوتی ہے، تو عقل میں صلاحیت پیدا ہوتی جاتی ہے، خود بخود انسان میں امتیاز پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک عام بات ہی بتادوں جس میں لوگ روزمرہ مبتلا رہتے

ہیں، آپ لوگ گھروں میں بتی جلاتے ہیں تو وہ بغیر ضرورت کے جلتی ہی رہتی ہے، پنکھا چلا دیا تو چلتا ہی رہتا ہے کچھ معلوم نہیں ہوش ہی نہیں اور اگر کوئی مسکین ہو تو اسے ایک پیسا نہیں دیں گے۔ خود اپنی بتی جلا کر یومیہ پندرہ، بیس روپے خرچ کر دیں گے لیکن مسکین کو نہیں دیتے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ نعمت کی ناقدری کے طور پر یہ بتی جل رہی ہے، نعمت کو کیوں ضائع کر رہے ہیں، نہ آپ کے کام کی نہ کسی اور کے کام کی تو کیوں ضائع کر رہے ہو، جہاں ایک بتی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں دو جلا دیتے ہیں۔ میں نے اچھے اچھے دین دار لوگوں کو دیکھا ہے ان چیزوں کا خیال نہیں کرتے اور کوئی منع کرے تو کہیں گے، کیسا بخیل ہے، جو شخص ہزاروں روپے اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہو وہ دو بتی کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا؟ تو دو بتی سے کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ ایک دو روپے یومیہ خرچ ہو جائیں گے۔ نعمتوں کی قدر دانی یہ ہے کہ مصرف صحیح تلاش کرے، مصرف کو تلاش کرنے میں بے شک جتنا سوچنا پڑے، جتنا وقت صرف ہو، یہ سمجھے کہ یہ قدر نعمت میں خرچ کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہوں یہ غور و فکر نفل پڑھنے سے زیادہ بڑی عبادت ہے، یہ جو نعمت آ گئی اِسے کہاں خرچ کروں اِسے سوچنا نفل عبادت سے زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ فرض ہے اور نفل پڑھنا نفل ہے، کوئی چیز ضائع نہ جائے اور اگر غیر مصرف کو دے دیا تو وہ بھی ایک قسم کا ضائع کرنا ہی ہے۔ آخرت کی بھی یہی مثال ہے اگر کوئی عمل اچھا ہو تو پھر اس کی قدر یہی ہے کہ اُس میں ترقی کی کوشش ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شاکر بنا دے، **قولاً، قلباً، لساناً،** ہر طرح سے، اللہ تعالیٰ ہمارے اعضاء کو بھی شکرِ نعمت کی توفیق عطاء فرمائیں، زبان کو بھی شکر کی توفیق نصیب فرمائیں، اور دل کو بھی شکر کی توفیق عطاء فرمائیں۔

شکرِ نعمت کے فائدے:

ایک صاحب ہمیشہ یہ کہتے رہتے تھے کہ تعویذ دے دیں، تعویذ دیجیے، کئی بار دیا، مگر

وہ جب بھی ملتے تو کہتے کچھ پڑھنے کے لیے بتادیجیے، اُن کی دُکان پر کبھی کبھار جانا ہوتا ہے، ماشاء اللہ اچھی خاصی دُکان چل رہی ہے، ایک بار مکان پر جانا ہوا تو گاڑی بہت اچھی، پہلے موٹر سائیکل ہوتا تھا، اب گاڑی بھی ہے، اور بہت عالی شان بنگلہ بھی، یہ کیا بات ہے؟ سب کچھ ہے، تو میں نے سوچا کہ انہیں مرض کچھ اور ہے، انہیں بتادیا کہ سات مرتبہ روزانہ الحمدللہ! کہا کریں، تو الحمدللہ کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد انہوں نے تعویذ نہیں مانگا۔ مالی ترقی، عزت کی ترقی، صحت کی ترقی، ہر نعمت میں ترقی کا نسخہ یہ ہے کہ اس پر الحمدللہ کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں، شکرِ نعمت سے قلب میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ ایک فائدہ یہ کہ دنیا کی ہوس کو لگام لگتی ہے اور قناعت دل میں پیدا ہوتی ہے، دوسرا فائدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اطاعت کی توفیق ہوگی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کرتے ہوئے شرم آئے گی اور جن چیزوں کی قلت کی آپ کو شکایت ہے اُس کا نسخہ تو قرآن میں یہی ہے کہ: **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** میری نعمتوں پر شکر ادا کرو، میں اس نعمت میں ترقی عطاء کروں گا۔ اتنے فائدے ہیں، شکرِ نعمت کے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکرِ نعمت عطاء فرمائیں اور اُس پر جتنے وعدے ہیں، سب عطاء فرمائیں۔

شکر کی حقیقت:

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑیں پہلے شاکر بنتا ہے دل، دل شاکر بن جائے تو تمام جسم سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو نکال پھینکتا ہے۔ آج کا مسلمان ایک تو شکر ادا کرتا ہی نہیں اور اگر کوئی کرے گا بھی تو الحمدللہ! الحمدللہ! کی رٹ تو لگا دے گا لیکن اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا وہی جیسے مطاف کے کنارے پر ایک آلو کھڑا ہوا تھا اور اس نے الحمدللہ! الحمدللہ! کی رٹ لگا رکھی تھی۔

مطاف کے کنارے پر ایک آلو کھڑا ہوا تھا، آلو ہم اسے کہتے ہیں جو ڈاڑھی منڈاتا

ہے۔ انہیں اللہ کے گھر پہنچ کر بھی اللہ سے شرم نہیں آتی وہاں بھی باغیوں کی صورت لے کر پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں مطاف میں ایک آلو ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا اور رو بھی رہا تھا اور ایک رٹ لگائی ہوئی تھی الحمدللہ! الحمدللہ! الحمدللہ! ارے عشق میں مرا جا رہا ہے اور صورت اللہ کے دشمنوں کی بنا رکھی ہے! میں طواف کر رہا تھا جب بھی اس کے قریب سے گزرتا تو اس کے لیے دُعاء کرتا کہ یا اللہ! اسے ہدایت دے یہ تجھے یہاں آ کر بھی فریب دے رہا ہے اسے ہدایت دے۔ یاد رکھیے! صرف زبانی الحمدللہ کہنے سے کچھ نہیں ہوتا دل شاکر بن جائے دل، دل شکر گزار بن جاتا ہے تو پورے جسم سے نافرمانیاں چھوٹ جاتی ہیں۔ جب تک نافرمانی نہیں چھوٹتی زبان سے الحمدللہ! الحمدللہ! کی رٹ لگاتے رہیں، ہزاروں تسبیحات پڑھ لیں وہ اللہ سے فریب کر رہے ہیں ان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہے۔

بدوی کا قصہ:

وہ بدوی کے کتے والی بات ہے۔ ایک بدوی کا کتا مر رہا تھا وہ بدوی بیٹھا ہوا رو رہا تھا کسی نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میرا کتا مر رہا ہے مجھے اس کے ساتھ بڑی محبت ہے اس کی جان میں میری جان ہے یہ مر گیا تو گویا میں مر جاؤں گا۔ بہت رو رہا تھا، قریب میں ایک بورا بھرا رکھا تھا کسی نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ کہتا ہے کہ اس میں روٹیاں ہیں۔ پھر پوچھا کہ کتا کیوں مر رہا ہے؟ کہتا ہے کہ بھوک کی وجہ سے مر رہا ہے۔ ارے! کتا بھوکا مر رہا ہے، روٹیوں کا بورا بھرا رکھا ہے اور کتے کے عشق میں تو بھی مر رہا ہے تو یہ بورا روٹیوں کا کون کھائے گا؟ تو بدوی نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آنسو بہانا آسان اور روٹی کا ٹکڑا دینا مشکل اس لیے خواہ کتا مر جائے کوئی بات نہیں روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں دوں گا۔ ایسے ہی آج کل کا مسلمان ہے آنسو بہا بہا کر الحمدللہ! الحمدللہ! الحمدللہ! کہہ دینا آسان اور اللہ کے احکام پر عمل کرنا مشکل، کم سے کم صورت ہی مسلمان

کی بن جائے، دل سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے نفرت نکل جائے کم سے کم اتنا ہی کر لے، کہتے ہیں کہ یہ بڑا مشکل ہے۔ الحمدللہ کی تو ہزاروں تسبیحات پڑھ لیں گے اللہ کی نافرمانی چھوڑنے میں انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے ایسے لگتا ہے ان کی گردن پر کسی نے تلوار رکھی ہوئی ہے کہ خبردار جو اللہ کی نافرمانی چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمادیا تو اللہ کی وہی رحمت ہو جائے کہ انہیں زبردستی مسلمان بنادے تو ہی ہوگا ورنہ یہ ویسے تو مسلمان بننے پر تیار نہیں یا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر انہیں ٹھیک کریں گے۔

یہ بات خوب یاد رکھیں کہ شکر کی حقیقت اور روح یہ ہے کہ منعم کا محسن کا فرماں بردار بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کریں سوچتے رہنے سے اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہوگا اور جتنا زیادہ نعمتوں کو سوچیں گے محبت بڑھتی رہے گی تعلق بڑھتا رہے گا، شکر نعمت بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین.

اضافہ از جامع

جن حضرات کو حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس میں شرکت کا موقع ملا اور جنہوں نے حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوالِ مبارکہ کا مشاہدہ کیا وہ جانتے ہی ہیں کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ شکرِ نعمت کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے جو اللہ تعالیٰ نے وسعت مالیہ سے نوازا ہے اور اُمور خیر میں فراخ دلی سے خرچ کرنے کی توفیق عطاء فرمائی ہے اس سے بعض لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ شاید میرے بچے مالی تعاون کرتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے، بحمد اللہ تعالیٰ میرے پاس ان سے کئی گنا زیادہ خزانے ہیں۔ مجھ پر فتوحات ربانیہ اور مال و دولت کی شب و روز موسلا دھار بارش کے اسباب یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ پر اعتماد۔

② غیر اللہ سے استغناء۔

③ شکرِ نعمت۔

④ حاجت سے زائد مال اُمور خیر میں خرچ کر دیتا ہوں جمع نہیں کرتا۔

یہ چار نمبر میں نے وضاحت کے لیے بتا دیئے ہیں ورنہ درحقیقت ان سب کی بنیاد صرف شکرِ نعمت ہی ہے، باقی تینوں چیزیں اسی شکرِ نعمت سے پیدا ہوتی ہیں۔ میں مجالسِ علماء و جامعات اسلامیہ میں اپنی وسعتِ مالیہ کا ذکر اس لیے کرتا رہتا ہوں کہ علماء مجھ سے نسخۂ کیمیا حاصل کر کے مخلوق کے دروازوں کی خاک چھاننے سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نسخہ استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور نافع بنائیں۔

حضرت اقدس کو کتنی ہی شدید تکلیف ہو حتی الامکان دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے

دیتے تھے، فرماتے کہ شب وروز اس منعم ومحسن کی بے حد وحساب نعمتیں استعمال کرتے ہیں اگر کبھی کوئی تکلیف پیش آجائے تو وہ محبت کی چٹکی ہے اس کا اظہار کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال مبارک یہ تھا ؎

راضی برضا ہوں تو سکون ابدی ہے
ہر درد میں آرام ہے ہر غم میں خوشی ہے

آخری ایام میں حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال:

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری ایام میں جن خادم کو خدمت کی سعادت نصیب ہوئی وہ بتاتے ہیں کہ ایک دن ایک صاحب حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اور انہوں نے سلام کہہ کر مصافحہ کیا تو حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خیریت معلوم کرتے ہوئے فرمایا کیا حال ہے؟ جب انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اپنی خیریت یوں بیان فرمائی کہ دیکھیے میں کتنے مزے میں ہوں نا؟ اپنے حجرے میں ہاتھ گھماتے ہوئے فرمایا کہ یہ چھوٹا سا ہسپتال ہے ہر قسم کی راحت میسر ہے پھر ہماری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ دیکھیے کتنے اچھے اچھے خدمت گار بھی ہیں جو کہتا ہوں پورا کردیتے ہیں جنت کے غلمان کی طرح ہیں۔ ان صاحب کو یہ سب باتیں اور جواہر پارے سن کر خود تو کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی بس کانپتے ہوئے گویا ہوئے کہ حضرت والا سے دُعاؤں کی درخواست ہے۔ آپ نے فرمایا دل سے دُعاء کرتا ہوں اور پھر وہ صاحب مصافحہ کرکے رخصت ہوئے۔ ہم لوگ ان صاحب کے بدن کی کپکپاہٹ آنکھوں میں ڈبڈباتے آنسو اور چہرے کی متغیر رنگت سے ان کے دل کی کیفیت کا بخوبی اندازہ لگا رہے تھے اور اس حقیقت کو بھی سمجھ رہے تھے کہ حضرت والا نے انہیں عیادت کے لیے آنے کی اجازت کیوں مرحمت فرمائی تھی یقیناً ان صاحب کو سالہا سال کتابوں میں مغز کھپانے اور ہزاروں کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی شکر کی

حقیقت کا یہ مفہوم شاید سمجھ میں نہ آیا ہوگا جو چند لمحوں میں ان کے دل کی گہرائیوں میں جا پہنچا کیوں کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہر ہر جملے کے ہر ہر حرف سے شکر، شکر اور صرف شکر ہی اداء ہو رہا تھا۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کو جس نے بھی کبھی اور کسی زمانے میں بھی دیکھا ہو اس کے لیے یقیناً آپ کی آخری علالت کے ایام میں دیکھنا ناقابل تحمل تھا کیوں کہ آپ تراسی سال کی عمر میں بھی اِرادوں میں مضبوطی اور عزائم میں وہ جوانی رکھتے تھے جو آج کے بیس سالہ نوجوان کو بھی حاصل نہیں، اس وقت اکابر بزرگوں اور علماء میں سب سے اچھی صحت حضرتِ والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی جو دیکھتا تھا عش عش کرتا تھا اس وجہ سے ایامِ علالت میں دیکھنے والوں کی پریشانی فطری تھی جس کا ازالہ حضرتِ والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے صبر و شکر سے ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتِ والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور ہمیں ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا دیں۔ آمین

بسم الله الرحمٰن الرحیم
العلماء ورثة الانبیاء
علماء ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں

رحمتِ الٰہیہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ رحمتِ الٰہیہ

بمقام: ☜ جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۲۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۲۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۲۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

رحمتِ الٰہیہ

تنبیہ: یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جاسکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَاداً یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا وَّاَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعَذَابِo (۲-۱۶۵)

(بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کو شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی ضروری ہے، اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے، اگر یہ ظالم جب کسی مصیبت کو دیکھتے تو سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور اللہ تعالیٰ کا

نماز سے پہلے یا نماز کے بعد مسلسل کچھ اسباق ڈالے دیکھیں تو ایک خاتون کے بڑے
عجیب حالات سامنے آئے۔ وہ کسی کالج میں انگریزی پڑھاتی ہیں۔ ایک دن وہ
دارالافتاء کے سامنے سے گزر رہی تھیں، دیکھیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے کیسے اسباب
پیدا ہوتے ہیں، لوگ تو اتفاق سمجھتے ہیں کہ اتفاقاً گزر ہوا، اتفاقاً یوں ہو گیا، اتفاقاً یوں
ہو گیا، ہے! اتفاق کچھ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدرات ہوتے ہیں۔ اس
خاتون کو کوئی ضرورت پیش آئی ہوگی یا چلیے اللہ تعالیٰ نے دل میں خیال ڈالا، یا کہ ادھر
سے گزریں، جب یہاں سے گزر رہی تھیں تو سامنے کتاب گھر پر نظر پڑی، وہ تاک میں
داخل ہو گئیں کہ دیکھیں کون سی کتابیں ہیں، وہاں میرے مواعظ کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں
ہیں، انہوں نے وہاں سے کچھ دیکھیں اور مواعظ خرید لیے اور پڑھنے بیٹھیں، وہیں پھنسیں، اللہ
کی محبت میں جو پھنس جاتا ہے وہ نکل نہیں پاتا، پھر اللہ تعالیٰ اسے نکلنے دیتا ہی نہیں۔ اللہ
کرے کہ ساری دنیا ہی پھنس جائے اللہ کی محبت میں۔ انہوں نے کچھ مواعظ پڑھے تھے اور
کچھ نہیں پڑھیں تو دل کی دنیا ہی بدل گئی، پھر خیال ہوا کہ کچھ اور کتابیں دیکھوں، لکھتی ہیں
کہ ایک کتاب پر لکھا تھا "شرعی پردہ" خیال ہوا کہ یہ خرید لوں مگر پھر یہ سوچا کہ اگر لے لی
تو پڑھنی پڑے گی اور پڑھ لی تو پردہ کرنا پڑے گا اس لیے ایسا کام کیوں کریں؟ خرید ہی
مت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب قرآن مجید
پڑھتے خاص طور پر آخر شب میں تہجد میں جب قرآن پڑھتے تو مشرکین اپنی عورتوں اور
بچوں سے کہا کرتے تھے کہ ارے! ان کے پاس مت جانا ورنہ مارے جاؤ گے، بیمار
ہو جاؤ گے۔ اس طرح ڈرا کر انہیں روکتے تھے۔ خاتون نے لکھا ہے کہ اس کتاب پر
نظر پڑی تو سوچا لے لوں مگر ہاتھ بڑھتے بڑھتے رک گیا کہ اگر لے لی تو پڑھنی بھی پڑے
گی اور پڑھ لی تو پردہ کرنا پڑے گا اور پردہ تو مجھے کرنا ہی نہیں تو کتاب کیوں لوں؟ مگر پھر
ہمت پیدا ہو گئی، تو اس میں ایک ایک بات سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نفس
شیطان روکتے ہیں، اللہ کی توفیق نفس و شیطان کے حملوں اور خطرات پر غالب

آئی، ہمت کی اور وہ کتاب خرید لی مگر پڑھی نہیں رکھ دی، پڑھی اس لیے نہیں کہ پردہ کرنا پڑے گا، کالج میں انگریزی پڑھا رہی ہے پردہ کیسے کرے گی؟ لکھتی ہیں کہ وہ کتاب کمرے میں میز پر رکھی رہی، کئی دن گزر گئے آخر ایک دن خیال آ ہی گیا کہ اسے پڑھ لینا چاہیے۔ اس سے یہ عبرت ملتی ہے کہ کسی چیز پر بار بار نظر پڑتی رہے، بار بار کسی اچھی مجلس میں جاتے رہیں، بار بار اچھی باتیں سنتے رہیں، بار بار اچھی کتابیں پڑھتے رہیں، پڑھتے نہیں تو کم سے کم نظر ہی سے گزرتی رہیں کسی نہ کسی دن تو پھنسیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، کبھی تو وقت آ ہی جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور جتنی استطاعت ہے اسے استعمال کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے، جو بن پڑے جتنا ہو سکے لگے رہیں، لگے رہیں، ایک نہ ایک دن اثر ہوگا۔ جب کسی مرض میں دوا کھاتے ہیں تو پہلی خوراک سے فائدہ محسوس نہیں ہوتا، بالخصوص جب کہ مرض بھی پرانا ہو، اور کوئی احمق دنیا میں ایسا نہیں ہوگا جو یہ سمجھے کہ میں نے تو دوا کی ایک خوراک کھالی یا ایک دن دوا کھالی یا دو دن کھالی فائدہ تو کچھ ہوا نہیں اس لیے دوا کھانا چھوڑ دو، اگر ایسا کرے گا تو ساری دنیا اسے احمق کہے گی اور لوگ اس سے یہی کہیں گے کہ ارے احمق! ایسے تھوڑا ہی ہوتا ہے، فائدہ ہونے میں کچھ وقت تو لگتا ہے۔ اگر کوئی دوا ایک مہینے تک استعمال کرنے کے بعد صحت ہوئی تو اس کی ایک خوراک میں بھی اثر ہے، خوراک کے ایک قطرے میں اثر ہے، قطرے کے چھوٹے سے چھوٹے جزء میں بھی اثر ہے، اگر قطرے میں اثر نہیں تو پھر ایک مہینے تک استعمال کرنے کے بعد فائدہ کیسے ہوا؟ دوا کی پہلی خوراک میں بھی اثر تو ہے مگر اس کا احساس کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔

دل گھسنے کی علامت:

جب میں دار العلوم کورنگی میں تھا تو ایک بار مسجد سے اپنے گھر کی طرف جارہا تھا، ایک مولوی صاحب بھی میرے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، وہ کھڑاؤں پہنتے تھے، اس

وقت انہوں نے کھڑاؤں پہننے کی بجائے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ میں کسی دوسرے کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اس لیے مولوی صاحب کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ گھر مسجد سے کافی دور تھا، وہ برہنہ پاؤں چلتے رہے، جب گھر کے قریب پہنچا تو میری نظر پڑی کہ انہوں نے کھڑاؤں ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ دیکھیے اس کھڑاؤں میں جہاں میرا انگوٹھا ٹکتا ہے وہاں انگوٹھے کے دباؤ سے لکڑی گھس گئی اور گڑھا پڑ گیا مگر مجھے آپ کے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے پاس آئے ہوئے تقریباً سال گزرنے والا ہے میں ابھی تک نہیں گھسا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میرا دل لکڑی سے بھی زیادہ سخت ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا یہاں آنے سے پہلے ایسے خیالات کبھی آپ کے دل ودماغ میں آتے تھے؟ کہنے لگے کہ نہیں پہلے تو نہیں آتے تھے۔ میں نے کہا کہ سمجھ لیں دل گھس گیا اگر دل نہ گِھسا ہوتا تو یہ خیال کیسے آتا؟ میں اس خاتون کا قصہ بتا رہا تھا، انہوں نے لکھا کہ جب کتاب ''شرعی پردہ'' سامنے رکھی رہی تو ایک دن خیال آیا کہ پڑھ تو لوں۔ ارے! کتاب کا پڑھنا تھا کہ بس دل پر بجلی گر گئی۔ کالج جاتے وقت برقع پہنا تو امی نے کہا کہ اری پگلی! تجھے کیا ہو گیا؟ کالج میں جائے گی تو شاگرد کہیں گی کہ مس پاگل ہو گئیں، اور جو دوسری لیکچرار ہیں وہ بھی مذاق اڑائیں گی، تیرا کیا بنے گا، پگلی آخر تجھے کیا ہو گیا؟ امی کی کوئی بات نہیں سنی اور برقع پہن کر پہنچ گئیں کالج۔ آگے تفصیل لکھی ہے وہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ فلاں شعبہ کی لیکچرار نے یوں کہا اور میں نے یوں جواب دیا، فلاں ٹیچر نے یوں کہا اور میں نے یوں کہا اور میں نے یوں جواب دیا، سب کے جوابات دیتی چلی گئی اور اللہ کی رحمت سے جوابات بھی ایسے مسکت جنہیں سُن کر شیطان کی چیلیاں خاموش ہو جاتیں۔ اِس وقت ایک لطیفے کا سوال وجواب ہے وہ بتانا چاہتا ہوں۔ لکھتی ہیں کہ ایک شعبہ کی لیکچرار نے کہا کہ یہ جو اتنا سخت پردہ کر لیا تو کہیں منگنی وغیرہ تو نہیں ہو گئی، ''انہوں نے'' حکم دیا ہو، جس سے شادی ہو رہی ہے وہ کوئی ملا تو نہیں، اس نے حکم دیا ہو اس لیے پگلی بن رہی ہو۔ لکھا

ہے کہ میں نے جواب دیا کہ ہاں یوں ہی سمجھ لوتو وہ بھاگی بھاگی آئی۔ اسے خیال ہوا ہوگا کہ اس کی تو منگنی ہوگئی تو میں بھی اس سے کوئی وظیفہ وغیرہ لے لوں اسی لیے بھاگی آئی ہوگی، اس نے تو اتنا ہی لکھا ہے کہ بھاگی بھاگی آئی، آگے تو تشریح میں کرتا ہوں اس لیے کہ لوگوں کے حالات کو جانتا ہوں۔ اس نے لکھا ہے کہ وہ لیکچرار بھاگی بھاگی میرے بالکل قریب آگئی، اب خود ہی سوچیے کہ کیوں؟ اسے یہ خیال آیا ہوگا کہ اس نے کوئی وظیفہ پڑھا ہے جس کی وجہ سے اس کی منگنی ہوگئی تو میں بھی اس سے وہ وظیفہ پوچھ لوں۔ وہ جلدی سے قریب آکر کہنے لگی کہ وہ کون ہے؟ کس سے منگنی ہوئی ہے؟ بڑے شوق سے بڑی للچائی ہوئی زبان سے پوچھنے لگی کون ہے؟ لکھا ہے کہ میں نے جواب میں کہا ''اللہ'' بس اس پر تو پانی پڑ گیا۔ بہت لوگوں نے سمجھایا مگر کسی کی کچھ نہیں چلی، سب ناکام ہوگئے۔ ایک شعبہ کی لیکچرار نے کہا کہ کچھ تازہ تازہ اثر ہوگیا ہے دیکھتے ہیں کتنے دن پہنو گی۔ لکھا ہے کہ میں نے جواب میں کہا کہ میں نے برقع کسی کی زبردستی کرنے سے نہیں پہنا، اللہ کے حکم سے پہنا ہے، پھر میرا نام بتایا کہ ان کی دعاء ہے یہ تو قیامت تک نہیں اترے گا۔ یہ خط جب میں نے پڑھا تو اسی وقت سے دل اور زبان کے درمیان میں یہ مصراع گردش کرتا رہا ؏

یہ جزیرہ بھی بالآخر زیرِ آب آہی گیا

یہ تو تازہ قصہ ہے خاتون کا، خوانین میں سے ایک خان کا قصہ بھی سامنے آگیا، اللہ تعالیٰ اسباب کیسے کیسے پیدا فرماتے ہیں، کوئی مسئلہ تجارت سے متعلق ان کے دل میں ڈال دیا اور دل میں بات یہ ڈال دی کہ یہاں آکر پوچھو، ان کی صورت میرے ذہن میں منقش ہوگئی، کوٹ پتلون پہنے ہوئے، ٹائی لگی ہوئی اور تھے بھی آلو۔ بس وہ بے چارہ ایک بار آیا اور پھنسا، مسئلہ پوچھنے آیا اور پھنسا، معلوم نہیں کیا ہوگیا۔

نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں
تیرے ہی کرم پر ہے اب جان ہماری

اللہ تعالیٰ کا کرم ایسے ہوتا ہے کہ آن کی آن میں انسان کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔

ایسے موقع پر ایک اور شعر ہے۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا میرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا میرے دل میں

نقل کا اثر:

ایسے اشعار کچھ یاد کرلیں انہیں نیک فال کے طور پر پڑھ لیا کریں کہ اللہ یوں کردے۔ جب آپ اس نیت سے اشعار یاد کریں گے اور پڑھیں گے تو نفس وشیطان آپ کو بہکائیں گے کہ ارے! تو ہے کچھ بھی نہیں ایسے خواہ مخواہ جھوٹے دعوے کررہا ہے، منافق ہے، ایسے موقع پر جواب میں یہ کہا کریں کہ یہ تو میں نسخہ استعمال کررہا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس نسخے کی برکت سے میرا اللہ مجھے ایسا بنادے گا۔ پڑھتے رہیں، اصل نہیں نقل ہی سہی، نقل کا اثر ہوتا ہے، اہلِ محبت کی نقل کرتے رہیں اور دعاء بھی کرتے رہیں کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اس نقل کو اصل بنادے، اس نقل کو قبول فرمالے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لیے جادوگر آئے تو ان پر فوراً اثر ہوگیا، ایمان لے آئے، جبکہ فرعون کی تو گود میں موسیٰ علیہ السلام پلے لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اس کی وجہ یہی تھی کہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن کر آئے تھے، وہ اللہ کے محبوب جیسی صورت بنا کر آئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی نقل کو قبول فرمالیا، اسی مجلس میں پہلی ہی ملاقات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نواز دیا، اللہ کے محبوب کی نقل اتارنے کی وجہ سے اللہ کی کیسی رحمت ہوئی۔

کوئی پانی میں غرق ہوجائے یا اچانک کوئی صدمہ پہنچ جائے تو انسان کا سانس رک جاتا ہے، نبضیں رک جاتی ہیں، دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرچکا ہے یا بعض بچوں میں پیدائش کے فوری بعد یوں احساس ہوتا ہے کہ ان میں جان نہیں، ان صورتوں میں

مصنوعی تنفس جاری کیا جاتا ہے اور مصنوعی تنفس جاری کرتے کرتے واقعۃً اس میں تنفس جاری ہو جاتا ہے تو آپ بھی ایسے محبت کے اسباق اور محبت بڑھانے کے نسخے پڑھتے رہا کریں اور یہ سوچ لیا کریں کہ چلیے کہ کچھ بھی نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مصنوعی تنفس سے حقیقی تنفس جاری فرما دیں، نسخہ استعمال کرتے رہیں۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید

رحمتِ حق بہا نمی جوید

(اللہ کی رحمت تو بہانے تلاش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ طلب نہیں کرتی)

ایک بار ایک لڑکے نے لکھا کہ وہ ریلوے لائن پر سے گزر رہا تھا، ریلوے لائن یہاں سے خاصے فاصلے پر ہے، کہیں اِس مسجد کے مینارہ پر نظر پڑ گئی، یہ بات پھر سمجھ لیں کہ یہ اتفاقات نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدرات ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتہ کو حکم دیا کہ اس کا سر اُدھر پھیر دو، فرشتے نے اس کا سر پکڑ کر ادھر کو پھیر دیا، اس کی نظر پڑی مینار پر تو اس نے کشش محسوس کی۔'' دنیا میں کتنی خوبصورت مسجدیں ہیں، اسی شہر کراچی میں بہت بڑی بڑی اور بہت خوبصورت مسجدیں ہیں جبکہ یہ مسجد تو چھوٹی سی ہے، یہ بڑا مینارہ تو بعد میں بنا ہے پہلے چھوٹا سا مینار تھا اور چھوٹی سی مسجد۔ جیسے ادھر مینار پر نظر پڑی تو دل میں کشش محسوس ہوئی سوچا کہ جا کر دیکھوں، پہنچا مسجد میں اور پکڑا گیا، شاید یہاں عصر کے بعد بیان ہو رہا تھا اس میں بیٹھ گیا اور پھنسا۔ اس کے بعد اپنے حالات میں لکھا کہ تصویروں اور کھلونوں وغیرہ کی دوکان تھی، یہاں سے جاتے ہی سب کو کاٹ کاٹ کر جلا ڈالا۔ ذریعہ معاش وہی تھا، کوئی اور ذریعہ معاش نہیں تھا لیکن عشق نے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ کچھ سوچتا کہ پھر کھاؤں گا کہاں سے، اپنی تجارت ہی ساری تباہ کر دی اور اس کے بعد سارا جزیرہ ہی زیرِ آب آ گیا، ماشاء اللہ! ڈاڑھی بھی رکھ لی اور سارے کے سارے حالات بہت بہتر ہو گئے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

محبت الٰہیہ میں ترقی کا نسخہ:

اللہ کی محبت بڑھانے کے لیے جو چند اشعار میں نے بتائے ہیں ان کا درجہ بعد میں ہے سب سے پہلے تو قرآن مجید کی آیت پڑھا کریں:

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (۵-۵۴)

(اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں)

اس آیت میں اللہ نے اپنی محبت کا ذکر پہلے فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے محبت کرتا ہوں، پہلے میں محبت کرتا ہوں بعد میں میری محبت کا یہ پرتو ہوتا ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ ایسی آیات، ایسے مضامین پڑھا کریں، سوچا کریں، اشعارِ محبت سوچا کریں، اس سے مصنوعی محبت ہی ہوجائے گی۔ نفس وشیطان دھوکا دیں گے کہ تیرے اندر محبت تو ہے ہی نہیں، جھوٹے دعوے کیوں کرتا ہے؟ ان کے دھوکے میں نہ آئیں، نقلِ محبت اتارتے ہی رہیں۔

ترس کچھ آچلا صیاد کو ہاں پھڑ پھڑائے جا
کہ شاید صورتِ پرواز ہی پرواز بن جائے

اپنے کام میں لگا رہ، لگا رہ، محبت کی باتیں کرتا رہ، ان شاء اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی دن یہ باتیں اثر لائیں گی۔

میں نے ابھی جو چند اشعار پڑھے تھے ان پر شاید کسی نو وارد کو اشکال ہو، پوری بات تو وہی سمجھتا ہے جو ہمیشہ کا حاضر باش ہو، دوسرے لوگ پوری بات نہیں سمجھتے اس لیے ہوسکتا ہے کہ ان اشعار سے کسی کو میرے بارے میں خیال ہو کہ جو یہاں اس کے پاس آجاتا ہے بس اسی کا ہوجاتا ہے، یہ کچھ پڑھ کر پھونک دیتا ہے، یوں ہوجاتا ہے اور یوں ہوجاتا ہے۔ ایک شعر تو یہ پڑھا تھا۔

نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں
ترے ہی کرم پر ہے اب جاں ہماری

جہاں کوئی آیا اور پھنسا، آیا اور پھنسا ع

نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں

اس شعر سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اسے کچھ کردیا۔ اور کیا۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا میرے دل میں

ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے نا کہ جو یہاں آیا تو میں نے اس پر کچھ پھونک دیا۔ یہ اشکال ان لوگوں کو ہوسکتا ہے جو یہاں ہمیشہ کے حاضر باش نہیں بلکہ نو وارد ہیں، کبھی کبھی آنے والے، وہ پوری بات سمجھتے ہی نہیں اس لیے ان چیزوں کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ ان اشعار میں خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ میں جب مجلس میں کبھی یہ اشعار پڑھتا ہوں، تو وہ بات میرے دل میں ہوتی ہے، میں بہت کثرت سے اپنے طور پر یہ اشعار پڑھتا رہتا ہوں، ایسے ایسے بہت سے اشعار کبھی زبان سے کبھی دل میں، تو ظاہر ہے کہ خود کو تو خطاب نہیں ہوتا، کوئی خود کو کیسے اس طرح خطاب کرسکتا ہے، خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ آنے والے ہیں چونکہ ان کے فہم پر اعتماد ہے کہ وہ بات سمجھ جائیں گے اس لیے میں اس چیز کی حاجت نہیں سمجھتا کہ ہر بار جب بھی یہ اشعار مجلس میں پڑھوں تو اس کی وضاحت بھی کروں۔ ان اشعار میں خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے کہ اے میرے اللہ! تو نے میرے دل کو کیا کردیا، تو نے کیا کردیا، خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔

ایک بات اور سمجھ لیں، بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ بظاہر اللہ کو ان الفاظ سے خطاب کرنا صحیح نہیں جیسے ایک شعر میں ہے "اے سوختہ جاں" اللہ کو سوختہ جاں" کہنا، اس سے بھی زیادہ خطرناک اور سن لیں ع

کیا جانے کس انداز سے ظالم نے نظر کی

ظالم، ظالم کہہ دیا ظالم ۔

کیا جانے کس انداز سے ظالم نے نظر کی

حالت ہی دگرگوں ہے مرے قلب وجگر کی
پھنکتا ہوں شب وروز پڑا بسترِ غم پر
ہوتی ہے بری ہائے لگی آگ جگر کی

اس میں بھی دیکھیے، ایک طرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ کو خطاب ہے اور دوسری طرف الفاظ کیسے کیسے ہیں؟ کہیں ''سوختہ جاں'' کہہ دیا، کہیں ''ظالم'' کہہ دیا، کہیں کچھ کہہ دیا، کہیں کچھ کہہ دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی آپ لوگ بالغ نہیں ہوئے یا یوں کہیے کہ جسم تو بالغ ہوگیا دل ابھی نابالغ ہے، جب دل بالغ ہوجائے گا پھر اس کی تشریح کرنا نہیں پڑے گی خود بخود سمجھ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی تو آپ لوگوں کے قلوب نابالغ ہیں نابالغوں کو بالغوں کی باتیں کیسے ہی سمجھانے کی کوشش کی جائے کتنی ہی کوشش کی جائے بے کار ہے، وہ سمجھے گا ہی نہیں، کسی بچے کو سمجھایا جائے کہ دیکھو بیٹا! شادی میں یہ یہ فائدے ہوتے ہیں، کتنا ہی سمجھائیں سب بے کار، وہ کچھ بھی نہیں سمجھے گا۔ اللہ کرے کہ آپ لوگوں کے دل بالغ ہوجائیں پھر یہ باتیں سمجھ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بے پردگی کے فسادات:

اس خاتون نے یہ لکھا کہ جب ہم پردہ نہیں کرتے تھے تو لوگ سیٹیاں بجاتے تھے، جملے کستے تھے، مڑ مڑ کر دیکھتے تھے اور قریب سے قریب تر ہوکر گزرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس سے کچھ عبرت حاصل کریں، اس سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ لوگ بے پردہ عورتوں کو بدمعاش سمجھتے ہیں۔ اس نے خط میں یہ لکھا ہے کہ جب میں نے پردہ کرلیا تو سب لوگ بہت دور رہتے ہیں، کنڈیکٹر وغیرہ بھی نظریں جھکا کر دور کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سے کیا ثابت ہوا کہ غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے میں کئی گناہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کبیرہ گناہ ہے، ان گناہوں کی تفصیل یہ ہے:

① لوگوں کی نظر میں بدکار بننا۔

② لوگوں کو بدگمانی میں مبتلا کرنا، لوگ انہیں بدکار سمجھتے ہیں۔

③ بدنظری، سیٹیاں بجانے، جملے کسنے کے گناہ میں لوگوں کو مبتلا کرنا۔

④ لوگوں میں بدکاری کی رغبت پیدا کرنے کا سبب بننا بلکہ چہرہ کھولنا بدکاری کی دعوت دینا ہے۔

⑤ مردوں کے اشاروں سے خود عورت میں بدکاری کا خیال پیدا ہو جانا۔

⑥ مردوں سے کھلے منہ میل جول رکھنے والی عورتیں مردوں کو متوجہ کرنے لگتی ہیں۔

⑦ سب سے بڑا گناہ یہ کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت ہے، بڑے سے بڑا جرم معاف کیا جا سکتا ہے مگر بغاوت کو کبھی کسی صورت میں بھی معاف نہیں کیا جا سکتا، بغاوت کی سزا قتل ہے، صرف قتل، صرف قتل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ اُمَّتِىْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ (متفق علیہ)

بڑے سے بڑے گناہ معاف کیے جا سکتے ہیں مگر کھلی بغاوت کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیں گے۔ ڈاڑھی کٹانا یعنی ایک مٹھی سے کم کرنا اور منڈانا بھی کھلی بغاوت اور ناقابل معافی جرم ہے۔

حفاظت کا شرعی و عقلی اصول:

کسی کے پاس اگر مال ہو تو وہ اسے حفاظت سے رکھتا ہے یونہی باہر کھلا نہیں چھوڑ دیتا۔ اگر کوئی کسی مجلس میں بیٹھا ہو یا بس میں جا رہا ہو یا ریل گاڑی میں یا ہوائی جہاز وغیرہ میں کہیں جا رہا ہو اور اس کے پاس کچھ رقم ہو تو اگر اس سے کہا جائے کہ یہ روپے ایسے اپنے سامنے رکھ لیں، کوئی خطرہ نہیں یا ہاتھ میں مضبوط پکڑ لیں تو وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا، کہے گا کہ خطرہ ہے، حتیٰ کہ خطرے کی وجہ سے اپنا بینک اکاؤنٹ کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔ ذرا عقل سے کام لیں عقل سے، اگر پیسا چوری ہو گیا تو زیادہ سے زیادہ کیا

نقصان ہوسکتا ہے؟ اس میں کیا احتمالات ہو سکتے ہیں؟ ایک تو یہ کہ پیسا واپس نہیں ملا نقصان ہو گیا تو یہ مال ہی کا تو نقصان ہوا اور اگر عورت پر کسی نے دست درازی کی تو عزت کا نقصان، عزت بھی، دین بھی دونوں چیزیں خاک میں مل گئیں۔

شرعاً عقلاً جن چیزوں کی حفاظت ضروری ہے ان کے کچھ مدارج اور مراتب ہیں:

① سب سے زیادہ ضروری دین کی حفاظت ہے۔ جان جائے تو جائے دین کی حفاظت سب سے مقدم ہے۔

② اس کے بعد جان کی حفاظت۔

③ اس کے بعد عزت کی حفاظت۔

④ سب سے آخر میں مال کی حفاظت۔

مال کا درجہ سب سے آخر میں ہے۔ اگر کسی کی رقم چوری ہوگئی یا کوئی چھین کر لے گیا تو آخری درجہ ضائع ہوا، مال ضائع ہوا مگر جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے انہیں یہ فکر نہیں کہ اس سے عزت بھی جاتی ہے دین بھی جاتا ہے، جن چیزوں کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے اس کی اسے پرواہ نہیں، آج کے عقل مند کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ دین اور عزت کی حفاظت کی تو زیادہ ضرورت ہے، پیسا چھپا چھپا کر رکھتے ہو، بینک اکاؤنٹ بھی کسی کو نہیں بتاتے اور مرغیاں کھلی چھوڑ رکھی ہیں، جہاں چاہیں جائیں، جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے، ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟ بات یہ ہے کہ گناہ کا پہلا حملہ عقل پر ہوتا ہے، گناہوں کی نحوست سے عقل ماری جاتی ہے، اتنی موٹی بات عقل میں نہیں آتی کہ اگر کوئی مال لے اڑا اور کوشش کرنے کے بعد وہ مال مل گیا تو اس کا کیا گھسا؟ کچھ بھی نہیں، ویسا کا ویسا ہی ہے، کچھ بھی نہیں بگڑا اور اگر کوئی لڑکی کو اڑا کر لے گیا خواہ وہ دو چار گھنٹے یا دو چار منٹ کے لیے ہی کہیں لے گیا تو کیا باقی رہا؟ اگر عقل ہو، غیرت ہو، کچھ ذرا سی شرم ہو تو مر جائے ڈوب کر مگر بات تو یہی ہے کہ آج کے مسلمان میں شرم و غیرت تو ہے ہی نہیں۔

سونے کے برتن:

جیکب آباد کا ایک قصہ ہے، جنہوں نے مجھے یہ قصہ بتایا ان کے بھتیجے وہاں ڈی آئی جی تھے۔ ڈی آئی جی نے وہاں بلوچوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب فرمانے لگے، یہ ڈی آئی جی صاحب بھی بلوچ تھے، انہوں نے کہا کہ دیکھو! دنیا اتنی ترقی کر گئی اور تم لوگ ابھی تک آپس کے جھگڑے فساد اور مار دھاڑ میں پھنسے ہوئے ہو، تمہارا علاقہ ابھی تک کتنا پسماندہ ہے، کچھ تو ہوش سنبھالو! ذرا ذرا سی بات پر قتل کر دیتے ہو، کسی نے کسی کی بیوی سے بات کر لی تو اسے قتل کر دیا، کسی پر ایسے ہی شبہہ ہو گیا تو اسے قتل کر دیا، رات دن پکڑ دھکڑ، پکڑ دھکڑ، کچھ ہوش سنبھالو، دنیا ترقی کر گئی، تم بھی ترقی کرو، آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغیرہ نہ کیا کرو۔ یہ تقریر سن کر ایک بڈھا کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا حضور! بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کی بیویاں ہیں سونے کے برتن (دیکھیے بڈھے نے کیسی بہتر بات کہی) سونے کے برتن کو کتا چاٹ جائے یا اس میں سے کھاتا پیتا رہے، گھنٹوں لگا رہے آپ نے اسے دھو لیا اور خود استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ہماری بیویاں ہیں مٹی کے برتن اسے اگر کتے نے دور سے بھی سونگھ لیا تو ہم اسے توڑ دیتے ہیں، یہ مٹی کے برتن ہیں، سونے کے نہیں اور تمہاری بیویاں سونے کے برتن ہیں انہیں کتے سونگھتے رہیں، چاٹتے رہیں، ان میں پیتے رہیں، کھاتے رہیں، بس تم نے ذرا سے دھو یا وہ ٹھیک ہو گیا۔ ڈی آئی جی صاحب کہتے ہیں میں تو اتنا شرمندہ ہوا کہ پانی پانی ہو گیا، میں نے جلسہ ہی ختم کر دیا اس بڈھے نے مجھے بولنے کے لائق ہی نہیں چھوڑا۔

یہ سوچیں کہ اگر کوئی مال اُڑا کر لے گیا تو کیا خرابی آئی، کچھ بھی نہیں، اور اگر کوئی عورت کو اُڑا کر لے گیا تو وہ تو قابل استعمال نہیں رہتی، ہاں جن کے سونے کے برتن ہیں ان کا تو معاملہ الگ ہے بقول اس بلوچ کے، اللہ تعالیٰ اس بلوچ کو اپنی محبت اور زیادہ عطا فرمائیں۔

دوسرا فرق یہ کہ مال میں خود اٹھنے کی صلاحیت نہیں، کسی نے دور سے مال کی طرف دیکھا تو مال خود سے اس کی طرف اٹھ جائے ایسا نہیں جبکہ عورت میں تو خود اڑنے کی صلاحیت ہے۔

اسی طرح سے جب قصائی سے گوشت لاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ چیل اچک کر نہ لے جائے، گوشت کو ڈھانک کر لاتے ہیں۔ یہ سوچیں کہ اگر چیل گوشت لے گئی تو دو چار بوٹی کا ہی نقصان ہوا اور کیا نقصان ہوا، عورت کوئی لے گیا تو عزت اور دین دونوں کا نقصان۔ گوشت کی حفاظت کا اتنا اہتمام مگر عورت کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے تو بتائیے کہ گناہ کا پہلا وبال عقل پر پڑا ہے یا نہیں؟ عقلوں پر پڑ گیا، یہ پردہ عقلوں پر پڑ چکا ہے، پہلی بات یہ کہ اگر گوشت لے جائے تو ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کے شور مچانے پر کہیں گوشت کو پھینک دے یا اس سے چھوٹ جائے تو آپ گوشت کو دھو کر استعمال کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ گوشت میں اڑنے کی صلاحیت نہیں کہ چیل نے دور سے کوئی توجہ ڈالی اور گوشت آپ کے پاس سے اڑ کر خود ہی بھاگا چلا جا رہا ہے جبکہ عورتیں تو خود ہی بھاگتی ہیں، اڑنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ عقلی لحاظ سے دیکھیں کہ لوگ پیسے کی حفاظت کرتے ہیں، مال کی حفاظت کرتے ہیں، چیلوں سے بچانے کے لیے گوشت کی خوب حفاظت اور نگرانی کرتے ہیں مگر جن کے اڑ کر جانے سے کوئی تدارک نہ ہوسکے اس کا کوئی اہتمام نہیں، اس طرف کوئی توجہ نہیں۔ عزت چلی جائے تو کتنا دھوئیں، کتنا دھوئیں، کتنے ہی سال گزر جائیں عزت واپس آنے کی کوئی صورت نہیں، دین کے نقصان کی تو پھر بھی تلافی ہوسکتی ہے کہ توبہ کر لے مگر جو عزت چلی گئی وہ واپس کیسے آئے گی؟ وہ تو مرتے دم تک بلکہ مرنے کے بعد بھی لوگوں کے ذہن میں رہے گی کہ اس کی عزت چلی گئی۔ اڑانے والے اڑا کر لے جاتے ہیں اور یہ اڑ جاتی ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ خود ہی کسی کو سیٹی بجادیں، یہ بھی بعید نہیں کہ کوئی اچھا سا لڑکا مل گیا، وہ تو سیٹی نہیں بجا رہا تھا یہ حضرۃ صاحبہ خود ہی سیٹی بجادیں، ایسے بھی ہوسکتا ہے۔

عملی تبلیغ کا اثر:

اس لیکچرار کی تحریر میں مزید ایک بات یہ تھی کہ میں نے اپنی شاگردوں کو چادر اڑھوادی ہے اور کئی ایسی خواتین جنھوں نے عبا پہننا چھوڑ دی تھی انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ اب وہ بھی عبا پہنیں گی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان جس حد تک خود عمل کرتا ہے اس کی تبلیغ میں اتنا ہی اثر ہوتا ہے، اس کی عملی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ کالج کی لڑکیوں نے چادریں اوڑھ لیں اور کچھ عورتوں نے اپنے عبا نکال کر پہننے شروع کر دیے۔ زبانی تبلیغ بھی ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب انسان اپنے عمل کو سدھارتا ہے تو اس کی تبلیغ کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ ایک بات مزید، اس خاتون نے یہ لکھا ہے کہ اس کے شعبے کی سربراہ نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا؟ تیرا دماغ خراب ہو گیا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ دماغ تو پہلے خراب تھا اب درست ہو گیا ہے اللہ کے فضل وکرم سے۔ اس پر مجھے ایک قصہ یاد آ گیا۔

ایک فوجی کا قصہ:

ایک نیوی کا فوجی یہاں بیان میں پہنچ گیا، پہلی بار آیا اور پھنسا، حالانکہ اس دن ڈاڑھی کے بارے میں کوئی خاص بات بھی نہیں ہوئی تھی بس اللہ کی محبت کی باتیں ہوتی رہیں، اس نے جا کر ڈاڑھی رکھ لی، فوج میں اصول ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کے لیے پہلے بڑے افسر سے اجازت لینی پڑتی ہے لیکن اس میں محبت کا غلبہ اور جوش ایسا ہوا کہ اس نے اجازت لیے بغیر ہی ڈاڑھی رکھ لی۔ کپتان نے پوچھا کیا شیو بڑھ گیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ شیو نہیں بڑھا، ڈاڑھی رکھی ہے۔ اس نے کہا بلا اجازت کیوں رکھ لی، اس پر سزا ہوگی۔ وہ فوجی جواب دیتا ہے کہ میری گردن تو کٹ سکتی ہے مگر ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔ ایک فوجی اپنے افسر کو جواب دے رہا ہے، وہ افسر اس جواب کو کیسے برداشت کرتا؟ اس نے کہا کہ تجھے گولی سے اڑا دیا جائے گا تو فوجی نے کہا میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ گردن تو

کٹ سکتی ہے ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔ اسے بحری جہاز کی جیل میں بند کردیا گیا پھر وہاں سے نکال کر شہر کی جیل میں رکھا، بہت دھمکیاں دیں کہ ہمیشہ ہمیشہ قید میں رہو گے، گولی ماردی جائے گی، ایسے کردیا جائے گا، ایسے کردیا جائے گا، بہت سختی کی، بعض بڑے بڑے افسروں نے جاکر اسے سمجھایا کہ تو تو ڈاڑھی رکھ کر دین کو بدنام کررہا ہے، تجھے گولی ماردیں گے یا نوکری سے نکال دیں گے تو اس طرح دین بدنام ہوگا۔ وہ بے چارہ ڈر گیا لیکن اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ○

(۲۹-۶۹)

(جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش کرتے ہیں۔ تو ہم ان کو ضرور بالضرور اپنے راستے کی ہدایت دے دیتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے)

ارے! ذرا سا قدم تو اٹھاؤ ذرا سا قدم پھر دیکھیے اللہ کی مدد کیسے ہوتی ہے، کچھ ارادہ تو کرو، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے واسطہ بنادیا، فوج کی جیل میں جہاں بہت سخت پابندیاں ہوتی ہیں، کوئی مل نہیں سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس شخص کو واسطہ بنادیا وہ میرے پاس فتویٰ لینے آیا تو یہاں سے یہ فتویٰ لکھا گیا کہ جس افسر نے اسے جیل میں بھیجا ہے وہ تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرے، اس فوجی سے معافی مانگے اور اسے فوراً جیل سے نکالے، اگر یہ افسر ایسا نہیں کرتا تو حکومت پر فرض ہے کہ کسی بہت بڑے میدان میں برسرِ عام اس دشمنِ اسلام زندیق کی گردن اُڑائے، اگر حکومت ایسا نہیں کرتی تو ایسی بے دین حکومت کو مسلمانوں پر حکمرانی کا کوئی حق نہیں، دنیا و آخرت میں اسلام دشمنی کے برے انجام اور ذلت و رسوائی کا انتظار کرے۔ ایسے فتوے نکلتے ہیں یہاں سے۔ فتویٰ جب فوجی کے پاس پہنچا تو جو بھی افسر آتا وہ اسے فتویٰ دکھا دیتا، انہوں نے بتایا کہ میں جب بھی کسی افسر کو فتویٰ دکھاتا تو وہ بھیگی بلی کی طرح بھاگ جاتا۔ بالآخر اس فوجی کو رہا کردیا گیا، ملازمت بھی بحال کردی گئی اور سارے مقدمے ختم کردیے گئے۔

انہوں نے اپنے یہ تمام حالات مجھے لکھے پھر اس کے بعد لکھا کہ میں جب اپنے گاؤں گیا تو میری سالی چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی، مجھ سے کہنے لگی آؤ یہاں میرے ساتھ بیٹھ جاؤ! میں نے کہا میں تیرے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔ اس نے جواب میں کہا کہ پہلے تو بیٹھ جاتا تھا اب تو کیوں بدل گیا؟ میں نے کہا اب نہیں بدلا پہلے بدلا ہوا تھا فطرت سے، اب میرے اللہ نے مجھے ہدایت دے دی تو فطرت پر واپس آ گیا۔ اس لیکچرار نے جیسے کہا نا کہ دماغ پہلے خراب تھا اب تو ٹھیک ہوگیا اسی طرح اس فوجی جوان نے بھی کہا کہ پہلے ٹھیک نہیں تھا اب ٹھیک ہوگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ اپنے رحم وکرم کا معاملہ فرمائے۔

چہرے کا پردہ:

آخر میں ایک بات! اس خاتون نے لکھا ہے کہ بہت سی عورتوں نے یہ بھی کہا کہ چہرے کا پردہ تو ہے ہی نہیں۔ پردے کے بارے میں لوگوں میں بہت جہالت پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن سے تعلق چھوڑ دیا، علماء سے تعلق چھوڑ دیا، اگر اللہ کے کلام سے تعلق باقی رہتا، علماء سے تعلق اور جوڑ باقی رہتا، پوچھتے رہتے تو ایسی جہالتیں اور گمراہیاں امت میں نہ پھیلتیں۔

پردے کے بارے میں ملحدین کا خیال باطل:

ملحد لوگوں کا خیال ہے کہ غیر محارم سے بلاحجاب بات کرنے میں کچھ حرج نہیں، کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں جو حکم ہوا:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾ (۳۳-۵۳)

(جب تم ان ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے

طلب کرو)

اور اس آیت میں جو حکم ہے:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ (۳۳-۳۲)

(اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو)

یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی عظمت کی وجہ سے ہیں، اس لیے اس سے عام عورتوں کے لیے پردے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ان ملحدین کے اس باطل خیال کے دو جواب ہیں:

① اس کی وجہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگے بیان فرمائی ہے:

﴿فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (۳۳-۳۲)

(کہ ایسے شخص کو لالچ ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدے کے موافق بات کہو)

یہ وجہ تو غیر ازواج میں کہیں زیادہ ہو سکتی ہے اور فرمایا:

﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾

(یہ حکم تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے)

اس سے ثابت ہوا کہ حکمِ حجاب عظمتِ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی وجہ سے نہیں بلکہ طہارتِ قلوب کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ تو نہایت پاک باز تھیں اللہ تعالیٰ نے پورے ایک رکوع میں ان کی تطہیر اور پاک دامنی کا مقام بیان فرمایا:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ

تَطْهِيْرًا﴾ (۳۳-۳۳)

اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے۔ اور تم کو پاک صاف رکھے)

اور ان سے دینی ضروت سے کچھ بات کرنے، مسائل شرعیہ معلوم کرنے جو مرد آتے تھے وہ کون تھے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جن کا تقویٰ وہ تقویٰ ہے کہ اس پر فرشتوں کو بھی رشک آئے، جن کی پاک دامنی کی شہادت اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دے رہے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم راضی اور وہ ہم سے راضی:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (۵۸-۲۲)

''ان سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی۔''

اور فرمایا کہ ہم نے سب کو بخش دیا:

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (۴-۹۵)

''اللہ نے سب سے بہتر انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔''

ذرا غور کیجیے! یہ عورتیں کون ہیں؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا ہے، امت کی مائیں ہیں جو امت کے ہر فرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہیں اور مرد کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مقدس ہستیاں اور کام کیا؟ دینی مسائل پوچھنا، ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (۳۲-۳۳)

(اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو کہ ایسے شخص کو لالچ ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدے کے موافق بات کہو)

یہاں ایک بات خوب سمجھ لیں امہات المومنین جو کہ مطہرات تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا تھا ان کے بارے میں تو یہ وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ جب کسی غیر محرم سے بات کریں گی، مسئلہ بتائیں گی تو نزاکت سے بات کریں گی تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں فرمایا کہ نزاکت سے بات نہ کریں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی آواز میں جو طبعی و پیدائشی نزاکت ہوتی ہے اسے خشونت وخشکی سے بدلیں، بتکلّف درشتی اور روکھا پن پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

یہ تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہدایت فرمائی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا ارشاد ہوتا ہے؟:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾

(جب تم ان ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو)

جب ان قُدسی صفات حضرات وخواتین کے لیے قلوب کی طہارت کا اس قدر اہتمام فرمایا تو دوسرے مسلمان اس سے کیسے مستثنیٰ ہوسکتے ہیں؟

② دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے لیے بمنزلہ والد ہیں اس کے باوجود صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کرتی تھیں، اگر بقول ملحدین امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی عظمت کی وجہ سے صرف انہی کے لیے پردے کا حکم تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے پردہ کیوں کیا؟

عورتوں کو پردے کے حکم کی علت خوفِ فتنہ ہے مگر چونکہ یہ علت خفیہ ہے کہ نہ معلوم کسے شہوت ہو کسے نہ ہو، کس وقت ہو کس وقت نہ ہو، کس پر ہو کس پر نہ ہو وغیرہ اس لیے مدارِ حکم سببِ ظاہر پر ہے۔ پردے کے بارے میں کچھ تفصیل سمجھ لیں۔

پردے کی دوقسمیں:

پردے کی دوقسمیں ہیں:

① فی نفسہٖ۔

② للعارض۔

① فی نفسہٖ

ایسا پردہ جس میں کوئی فتنہ ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے ہر حال میں کرنا ہے، حالتِ نماز میں جتنا جسم ڈھکنا فرض ہے اس کا یہ حکم ہے۔ یہ پردہ فی نفسہٖ کہلاتا ہے۔

② للعارض:

پردے کی یہ قسم فتنے کے پیش نظر ہے یعنی چہرہ کھولنے میں فتنہ ہے اس لیے چہرہ ڈھکنے کا حکم ہے چہرے کا پردہ فی نفسہٖ نہیں بلکہ للعارض ہے۔

جہاں علت کا معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے وہاں سبب کو علت کے قائم مقام قرار دے دیا جاتا ہے جیسے سفر میں رخصت کی علت مشقت ہے مگر اسے معلوم کرنا مشکل ہے، طبائع مختلف ہیں، حالات مختلف ہیں، کوئی سو میل سفر کرکے نہیں تھکتا اور کوئی تھوڑا سا سفر کرکے تھک جاتا ہے اس لیے شریعت نے سببِ مشقت یعنی نفسِ سفر ہی کو علت کے حکم یعنی مشقت کے قائم مقام قرار دے دیا کہ سفر ہے تو مشقت ہے اس لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور نماز قصر پڑھنے کا حکم ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ سونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اس کی علت خروجِ ریح ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سونے کی حالت میں خروج ریح ہوگیا ہو مگر چونکہ یہ علت مخفی ہے اس لیے سببِ حکم یعنی نیند ہی کو خروجِ ریح کا قائم مقام قرار دے کر اس سے وضوء ٹوٹ جانے کا حکم دے دیا گیا، خروجِ ریح نہ ہوا تو بھی وضوء ٹوٹ جائے گا۔ اسے حکماً کہتے ہیں یعنی حقیقۃً وضوء ٹوٹا ہو یا نہ ٹوٹا ہو لیکن حکماً وضوء

ٹوٹ گیا۔اسی طرح پردے کا مسئلہ ہے،لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ تو فتنے کا اندیشہ نہیں فلاں تو ہمارے باپ کی طرح ،فلاں بیٹے کی طرح ہے،دیور سے بھلا کیا خطرہ؟ چچازاد تو ہمارے بھائی ہیں،اس قسم کی باتیں ملحدین کی نکالی ہوئی ہیں، فتنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو ہر عورت کو تمام غیر محارم سے پردہ ہے خواہ کوئی شیخِ وقت ہو،ولی ہو سب سے پردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنی میں مکمل مسلمان بنادیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من کانت الاخرۃ ھمہ جعل اللہ غناہ فی قلبہ
وجمع لہ شملہ واتتہ الدنیا
وھی راغمۃ
جس کا مقصد ہی آخرت ہو اللہ تعالیٰ اُس کے دِل میں غنا عطا فرماتے ہیں اس کے تمام
احوال مجتمع رکھتے ہیں اور دُنیا اُس کے پاس ناک رگڑتی آتی ہے ——— ترمذی

نسخہ اصلاح

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: نسخۂ اصلاح

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۴۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

نسخۂ اصلاح

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَo وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o

(۵۱-۲۰،۲۱)

ترجمہ: ’’اور زمین میں یقین لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری ذات میں بھی۔ کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا؟‘‘

درسِ عبرت:

مکہ مکرمہ سے ایک خط آیا ہے انہوں نے اس میں بہت عبرت کی بات لکھی ہے۔ میں بھی یہاں یہ بتاتا رہتا ہوں کہ بیت الخلاء میں جا کر انسان پر اپنی حقیقت واضح ہوتی

ہے۔میں کیا ہوں؟اس کی حقیقت واضح ہوتی ہے، بیت الخلاء میں جانے کے بعد کبر اور عجب کا علاج ہوتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں عیسائیوں کے رد میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں کو اللہ مانتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ یوں رَد فرماتے ہیں:

كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط (۵-۷۵)

یہ دونوں تو کھاتے پیتے تھے، کھانے کا محتاج پینے کا محتاج وہ اللہ کیسے بن سکتا ہے، عارفین نے اس پر لکھا ہے کہ قرآن مجید میں یہ تو فرمایا کہ کھانا کھاتے تھے اس سے بڑھ کر اس میں ایک لطیفہ اور ہے وہ یہ ہے کہ جو کھائے گا پیے گا وہ بول و براز بھی لازماً کرے گا تو جو کھانے اور پینے کا محتاج ہے وہ بول و براز کا بھی محتاج ہے، فرمایا وہ کھانا کھاتے تھے ساتھ اشارہ اس طرف فرمادیا کہ بول و براز بھی کرتے تھے، بول و براز جیسی نجاست جس کے اندر سے نکلتی ہے وہ اللہ کیسے بن گیا یا اللہ کا بیٹا کیسے بن گیا؟ بیت الخلاء میں جا کر اس کا ظہور ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے۔

ایک شخص نے کہیں پاخانہ دیکھ کر کہا کہ کیسا بدبودار ہے غائبانہ پاخانے کی طرف سے آواز آئی اس نے کہا کہ میں تو بہت ہی عمدہ غذا تھا بہت عمدہ غذا، قورمہ ہوگا، چاول ہوں گے، گوشت ہوگا، دودھ ہوگا، پھل ہوں گے میں تو بہت ہی خوشبودار مقوی اور لذیذ غذا تھا جب تیرے اندر گیا تو تیری نحوست نے مجھے بدبودار کردیا، اب مجھ سے نفرت کرتا ہے ذرا اپنی حقیقت کو دیکھ کہ میرے اندر جو تغیر پیدا ہوا، تعفن پیدا ہوا، خوشبو بدبو سے بدل گئی اور لذت رغبت نفرت سے بدل گئی تو یہ تیری نحوست ہے کسی کو خیال ہوسکتا ہے کہ اگر ہمیں کھانے پینے اور بول و براز کی حاجت نہ ہوتی تو ہم عبادت بہت زیادہ کرتے نہ کمانے کی ضرورت نہ کھانے پینے کی انسان اسی لیے تو کماتا ہے کہ کھانے پینے کا دھندا لگا ہوا ہے، بول و براز کی حاجت نہ ہوتی تو وقت بھی بچ جاتا اور وضو بھی بار بار نہ کرنا پڑتا خوب عبادت کرتے۔ عارف یہ سمجھتا ہے کہ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت

ظاہر ہوتی ہے، اپنا عجز ظاہر ہوتا ہے، شکستگی پیدا ہوتی ہے، بہت سے لوگ ہگنے موتنے والے بھی خدائی کا دعویٰ کر دیتے ہیں بہت سے ایسے گزرے ہیں۔ایک کانا تھا اس نے اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیا، کانے (ایک آنکھ والے) نے کہا کہ میں اللہ ہوں لوگوں نے کہا کہ اللہ کبھی کانا بھی ہوا؟ کہتا ہے بندوں کا امتحان لینے کے لیے کانا بنا ہوا ہوں، اپنے بندوں کا امتحان لے رہا ہوں کون مجھے مانتا ہے کون نہیں مانتا، جو میرے سچے بندے ہیں وہ کانا ہونے کے باوجود مجھے مانیں گے۔ایسا نالائق، تو اگر یہ بول و براز کا دھندا نہ ہوتا تو ہر انسان یہی کہتا کہ میں اللہ ہوں وہ تو ایک کانے نے کہہ دیا یہاں تو سارا دھندا ہی یوں ہے، ہر شخص خود کو اللہ ہی سمجھتا ہے اپنی بات کو اپنی نفس پرستی کو اللہ پرستی پر مقدم رکھتا ہے جو اپنے دل میں آتا ہے وہ کرتا ہے اللہ کے حکم کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے تو بتائیے خود کو اللہ بلکہ اللہ سے بھی بڑا سمجھتا ہے یا نہیں سمجھتا؟ کھا بھی رہا ہے، پی بھی رہا ہے، نکال بھی رہا ہے، اس کی نعمتوں کا محتاج بھی ہے، سب کچھ اس کا دیا ہوا کھاتا ہے پہنتا ہے اس کے باوجود ایسا نالائق کہ پھر اپنی بات کو اپنے مالک کی بات پر مقدم رکھتا ہے اس لیے بیت الخلاء ذریعۂ اصلاح ہے۔اس سے استفادہ کیا کریں سوچا کریں مراقبہ کیا کریں۔ اپنی حقیقت کو سوچیں کہ ہم کیا ہیں اس سے اپنی حقیقت واضح ہوتی ہے اس میں جا کر انسان کو اپنی معرفت حاصل ہوتی ہے جب اپنی معرفت حاصل ہوتی ہے تو اس کی بدولت اپنے مالک کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

مکہ مکرمہ سے آنے والے خط پر بیان شروع ہوا تھا خط لکھنے والے کے قلب میں بیت الخلاء سے استفادہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ خط میں استفادہ کا وقت، دن، تاریخ ہجری اور تاریخ عیسوی سب تفصیل لکھی ہے، اللہ تعالیٰ سب کے قلوب میں یہ اہمیت عطا فرمائیں ہر چیز سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔اس کے جواب کو کثرتِ ذکر و فکر اور اپنی معرفت و محبت کا ذریعہ بنائیں اب ان کا خط سنیے۔

استرشاد:

السبت ۱۸ر محرم سن ۱۴۰۵ ہجری مطابق ۱۳ر اکتوبر سن ۱۹۸۴ عیسوی، بندہ فجر کی نماز کے لیے اٹھا، بیت الخلا میں یہ خیال آیا کہ اور لوگوں کے تو قلب وروح وغیرہ جاری ہوتے ہیں اور بندہ کا سواء سبیلین کے کچھ جاری نہیں ہوتا شاید اس لیے کہ بندہ کے اخلاق ہی تجاری ہیں اور ذکر وشغل بھی نہیں کر پاتا اس پر بیت الخلا میں ہی چند ابیات موضوع ہو گئے ۔

لطائف مشائخ کے رہتے ہیں جاری
مگر بندہ اب تک ہے کیوں اس سے عاری؟
نہ کیوں روحِ اخلاق ان ہی سے سیکھیں
کہ اخلاق بندہ کے ہیں سب تجاری
نہ ہو کچھ بھی حاصل یہ بندہ کو بس ہے
کہ مالک کا تا زندگی ہو پجاری
رہے ان کی جانب توجہ ہماری
کٹے اس طریقہ سے پھر عمر ساری
ستاتا ہے بندہ کو اے مُدّعی کیوں؟
رہے گا ہمیشہ یہ ان کا بھکاری
کریں حضرتِ شیخ جو اس کی اصلاح
جزا اس کی اللہ دے ان کو بھاری
سلامت رہے ان کا سایہ سروں پر
جدائی نہ ان سے کبھی ہو ہماری

نسخۂ اصلاح:

نسخۂ اصلاح کا حاصل ہے کثرتِ ذکر وفکر یعنی ذکر اللہ کثرت سے جاری رہے اور

فکر سے مراد ہے سوچنا، روزانہ کچھ وقت نکال کر سوچا کرے کہ پوری دنیا اور اس کا سب ساز و سامان اور تمام نفسانی لذات وخواہشات سب فانی ہیں ایک روز مرنا ہے، قبر میں اترنا ہے پھر حساب و کتاب ہے پھر جنت یا جہنم، سوچے کہ میرے اعمال جنت میں لے جانے والے ہیں یا خدانخواستہ جہنم میں لے جانے والے اعمال کر رہا ہوں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت، اس کے احسانات وانعامات کو خوب دل لگا کر سوچا کرے کثرتِ ذکر وفکر کی بدولت دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے جسے دردِ دل اور نورِ قلب کہتے ہیں، لطائف جاری ہونے سے یہی مقصود ہے۔

دردِ دل کا اثر:

دردِ دل کا یہ کرشمہ ہے کہ انسان اپنے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی نفسانی خواہشات اپنے احباب واقارب اور حکام وسلاطین غرض یہ کہ تمام دنیا کی رضا پر مقدم رکھتا ہے اور اس کا حال یہ ہوتا ہے ۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

☆......☆......☆

سارا جہاں ناراض ہو پروانہ چاہیے
مدنظر تو مرضیٔ جاناناں چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اسی طرح اپنے محبوبِ حقیقی کی رضا جوئی پر اپنی تمام نفسانی خواہشات یعنی گناہوں کے تقاضے قربان کر دیتا ہے محبوب کی رضا حاصل کرنے کی فکر اور اس کی ناراضی کا خوف، ہر وقت اس کے دل ودماغ پر مسلط رہتا ہے اس لیے وہ گناہ کے تصور سے بھی لرز جاتا

ہے اس طرح اس کی زندگی تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتی ہے اور دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہر وقت سرشار رہتا ہے جس کی بدولت آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی انتہائی راحت وسکون بلکہ بے انتہا انشراح وسرور کی زندگی بسر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو ایسی حیاتِ طیبہ عطا فرمائیں، ان کے خط میں طلبِ اصلاح منظوم ہے اس لیے نسخۂ اصلاح بھی منظوم لکھا گیا:

ارشاد:

رہے ذکر جاری رہے فکر ساری
نہ چھوٹے یہ جب تک کہ ہے سانس جاری
لگا رہ اسی میں کہ ہے اختیاری
یہی تیغ ہے سب حجابوں پہ بھاری
نہ چھوٹے کبھی ہاتھ سے یہ کٹاری
یہ شمشیرِ برّاں ہے وہ بھی دو دھاری
یہ نفس اور شیطان کی رگ پر ہے آری
لگاتی ہے دونوں پہ یہ ضربِ کاری
جہاں ذکر، بس سانپ اندر پٹاری
تماشا دکھا کر وہ بھاگا مداری

یعنی ذکر کی بدولت نفس اور شیطان کے شر سے حفاظت ہوجاتی ہے نفس سانپ کی طرح پٹاری میں بند ہوجاتا ہے اور شیطان مداری جیسا تماشا دکھا کر بھاگ جاتا ہے ۔

جہاں ذکر، بس سانپ اندر پٹاری
تماشا دکھا کر وہ بھاگا مداری

کٹیں گی اسی سے رگیں باری باری
نہ ہوگی سوا اس کے مطلب برآری
نہ ہرگز کبھی تجھ پہ غفلت ہو طاری
وگرنہ رہے گا تو عاری کا عاری
ہوا اس سے غافل تو اے دل سمجھ لے
ہے دنیا میں ذلت تو عقبیٰ میں خواری
جو تو باغِ دل کے مزے چاہتا ہے
ہے مردہ دلوں کی یہی آبیاری
دل وجاں کی لذت، دہن کی حلاوت
اس سے گلستاں ہے دل کی یہ کیاری
مرے دل کی فرحت، مری جاں کی راحت
یہ شیر وشکر ہیں مرے تن میں ساری
تری باتیں پیارے! ہیں کیسی یہ پیاری
دلاری ہیں پیاری، یہ پیاری دلاری
کہیں کا نہ چھوڑا ہوئی جب سے اُلفت
تمہاری، ہماری، ہماری تمہاری

یہاں لفظ تمہاری اول وآخر میں اور لفظ ہماری درمیان میں لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محبت کا مبدأ ومنتہیٰ اللہ ہی ہے جو محبوبِ حقیقی ہے۔

کہیں کا نہ چھوڑا ہوئی جب سے الفت
تمہاری ہماری، ہماری تمہاری
محبت یہ کیا ہے؟ بڑھی آہ وزاری
بڑی بے قراری، بڑی بے قراری

دل وچشم دونوں میں طوفاں بپا ہے

اِدھر شعلہ باری، اُدھر لالہ زاری

لفظ لالہ زاری میں یہ نکتہ تو ظاہر ہی ہے کہ آنسوؤں میں گل لالہ جیسا سرخ خون ہے دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہومیو پیتھک میں گل لالہ یعنی پلسٹیلا کے مریض کی خاص علامت بات بات پر زیادہ رونا دھونا ہے، تیسرا نکتہ یہ ہے کہ گل لالہ کے مریض پر ہنسنے اور رونے کا بہت جلد جلد تو ارد ہوتا ہے اس کا بیان آگے اشعار میں یوں آرہا ہے ع

ابھی خندہ زن ہوں ابھی گریہ طاری

چوتھا نکتہ یہ ہے کہ گل لالہ کے مریض کے جسم میں مختلف حصوں میں جگہ بدلنے والے درد ہوتے ہیں اس کا بیان بھی آگے یوں آرہا ہے ع

خوشا درد از تو کہ تیمار داری

پانچواں نکتہ یہ ہے کہ گل لالہ کا مزاج گرم تر ہے یہ مزاجِ عاشق ہے۔ چھٹا نکتہ یہ گل لالہ پر داغِ فراق ہے

دل وچشم دونوں میں طوفاں بپا ہے

اِدھر شعلہ باری اُدھر لالہ زاری

نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں؟

ترے ہی کرم پر ہے اب جاں ہماری

لگا تیر دل میں ہوئے نیم بسمل

زہے دل سپاری زہے جاں نثاری

تری زلفِ پیچاں میں ہوں یوں پریشاں

ابھی خندہ زن ہوں ابھی گریہ طاری

اس شعر میں رموزِ طریقت ہیں اس کی حقیقت صرف اہلِ معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں اور اس کی لذت سے صرف وہی آشنا ہوتا ہے جسے یہ مقام حاصل ہو، اس شعر کے

دوسرے مصراع میں گل لالہ کے مریض کی وہی علامت ہے جو پہلے لفظ لالہ زاری کی تشریح میں بتاچکا ہوں۔

تری زلفِ پیچاں میں ہوں یوں پریشاں
ابھی خندہ زن ہوں ابھی گریہ طاری
تصور میں تیرے میں سب کھوچکا ہوں
یونہی دن بھی گزرا یونہی شب گزاری
تری یاد نے مجھ کو ایسا ستایا
اسی میں تڑپتے کٹی عمر ساری
کبھی تو کٹے گی جدائی کی ساعت
کبھی رحم لائے گی یہ اشک باری
کبھی تو کرے گی تجھے مجھ پہ مائل
مری دل گذاری مری جاں فگاری
نہیں، بلکہ یہ بھی تری ہی عطا ہے
خوشا درد از تو کہ تیمار داری

یہاں لفظ درد میں بھی گل لالہ کے مریض کی وہی علامت ہے جو پہلے لفظ لالہ زاری کی تشریح میں بیان ہوچکی ہے۔

نہیں، بلکہ یہ بھی تری ہی عطا ہے
خوشا درد از تو کہ تیمار داری
یہ کیا تجھ سے زاہد! کہوں ماجرا میں
اِن آہوں میں پاتا ہوں وہ دل رُبا میں

لفظ ماجرا کے لغوی معنیٰ کے استحضار سے لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔

یہ کیا تجھ سے زاہد! کہوں ماجرا میں
اِن آہوں میں پاتا ہوں وہ دل رُبا میں

یہ اشعار وجدان کے سانچے میں ڈھلے ڈھلائے نکالے ہیں، ہر لفظ اور اس کا محلِ وقوع قلب کی ایک خاص کیفیت کا ترجمان ہے، کسی لفظ کی تبدیل یا تقدیم وتاخیر سے مقصد فوت ہو جاتا ہے، کیفیتِ واردہ کی صحیح ترجمانی نہیں ہو پاتی۔

اشعار کی ترتیب بھی مقاماتِ سلوک کے تحت وجدانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرتِ ذکر وفکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ ذکر وفکر کی لذت سے نوازیں، اس کی بدولت شوقِ وطن اپنی محبت اور ہدایت کی طرف لے جائیں (نسخۂ اصلاح نامی پرانی کیسٹ میں ترنم کے ساتھ نسخۂ اصلاح کے اشعار بھی پڑھے گئے تھے، حضرتِ اقدس نے ان اشعار کو حذف کروادیا اور اس پر یہ بیان فرمایا)

ترنم سے پڑھنے یا سننے کے فسادات:

ایک مستقل بیان اس پر ہو چکا ہے کہ اچھی آواز میں خوش الحانی کے ساتھ ترنم کے ساتھ کوئی چیز پڑھنا یا سننا اس میں فسادات ہیں دل تباہ ہو جاتا ہے مفصل بیان تو ہو چکا ہے اس کا مختصر سا خلاصہ یہ کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اچھی آواز سننے کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ جیسے کوئی حوض بھرا ہوا ہو اس میں کوئی پتھر پھینکا جائے اگر حوض بھرا ہوا ہے کسی خوشبودار چیز سے اس میں پتھر پھینکیں گے تو خوشبوٗ بھرے گی اور اگر اس میں کوئی متعفن چیز بھری ہوئی ہے بدبودار چیز بھری ہوئی ہے اس میں اگر پتھر پھینکیں گے تو بدبوٗ بھرے گی بلکہ پتھر کی بجائے سونا ہی کیوں نہ پھینکیں سونے کی اینٹ پھینکیں نجاست والے کھڈے میں تو بھی بدبو ہی آئے گی سونے کی وجہ سے خوشبو نہیں آئے گی، اس لیے فرمایا کہ مضمون خواہ کیسا ہی اچھا ہو بہتر سے بہتر ہو بہتر سے بہتر بلند مقام کا مضمون ہو اسے اگر خوش الحانی سے پڑھا جائے گا تو جن کے دلوں میں روگ ہے بیماری

ہے انہیں فائدے کی بجائے اُلٹا نقصان ہوگا اور جو دل فسادات سے پاک ہوں اللہ تعالیٰ کی محبت سے منور اور معمور ہوں انہیں اچھی آواز سے فائدہ پہنچتا ہے، آج کل وہ بات تو ہے نہیں اکثر وہ لوگ بھی جو یہ سمجھتے ہیں یا ان کے بارے میں دوسرے یہ سمجھتے ہوں کہ یہ صالح بن گیا صالح ولی اللہ بن گیا ہے ان کے دلوں میں بھی فساد غالب رہتا ہے۔ نسخۂ اصلاح کی جب کیسٹ شروع میں بھری گئی جہاں تک سادہ سادہ مضمون تھا وہ تو ٹھیک ہے، استرشاد بھی آ گیا ارشاد بھی آ گیا اور یہ استرشاد کہاں سے آیا کیسے آیا اس کی تفصیل بھی آ گئی اس کے بعد پھر اسی مضمون کو لوٹایا گیا ہے ترنم میں، اس سے یہ بھی خیال آیا کہ جب ایک چیز صحیح صحیح طور پر مکمل طور پر سادہ الفاظ میں آ گئی پھر اسے ترنم کی صورت میں دُہرانا تو ظاہر ہے کہ لذتِ سماع کے سوا اور کیا مقصد ہوسکتا ہے کانوں کی لذت کانوں کو مزا آئے ترنم سننے کا مزا آ جائے اگر دوسرے غلط گانے والے سنتے ہیں تو لوگ کہیں گے ارے صوفی جی ہو کر غلط گانے سُن رہا ہے بٹا لگ جائے گا عزت کو دین کو بٹا لگے گا صوفیت ٹوٹ جائے گی اور اگر کوئی اچھی نظم جیسے یہی ترنم میں بھر دی گئی اسے کوئی سنے گا تو بجائے اس کے کہ اس کی بدنامی ہو اسے تو لوگ سمجھیں گے کہ سبحان اللہ واہ واہ بہت بڑا ولی اللہ ہے، ذکر اللہ کی کیسی مستی چڑھ رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل مقصد پورا ہونے کے بعد دوبارہ جو صورتِ ترنم میں اسے بھرا گیا ہے وہ صحیح نہیں اسی لیے میں نے ان ہی دنوں میں اس پر سخت پابندی لگا دی تھی کہ اس کیسٹ کی اشاعت کو بند کر دیا جائے اور وہ بند ہو گئی بالکل غائب ہو گئی تھی جیسے عنقاء، اس کیسٹ کا نام تو رہ گیا مگر میرے خیال میں دنیا میں موجود نہیں رہی تھی بالکل مکمل پابندی لگا دی تھی مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلحت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں دو تین روز قبل کچھ کام کرتے کرتے ایک دَم جوش اُٹھا کہ تازہ دم ہونے کے لیے نسخۂ اصلاح کی کیسٹ سنوں جب وہ تلاش کروائی تو کہیں مل ہی نہیں رہی تھی بالکل مایوسی ہو چکی تھی حتیٰ کہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ مدینہ منورہ میں کسی کے پاس ہوگی وہاں سے منگوائی جائے اتنی

دور سے مدینہ منورہ سے مگر وہ تلاش کرتے کرتے یہیں کراچی ہی میں مل گئی، میں نے اسے سنا، یہ بات نکل گئی باہر لوگوں میں کہ کوئی عجیب چیز ہے، جیسے ہی میں حلقۃ العلماء میں آیا تو یہاں کے علماء میں سے کسی نے پرچی لکھ کر دے دی کہ ہم بھی وہ سننا چاہتے ہیں، میں نے منگوالی اور یہیں لوگوں کو سُنا دی، اس سے نیا فتنہ کھڑا ہو گیا پہلے جو اس پر بندش لگائی تھی کہ اس کی عام اشاعت نہ ہو یہ سخت مضر ہے پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا، جب میں نے خود بھی سُن لی ان لوگوں کو بھی ایک بار سُنا دی تو پھر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور مطالبات شروع ہو گئے کہ ہم بھی سنیں گے ہم بھی سنیں گے، بلکہ سنیں گے کیا اس کی نقل لیں گے اس کیسٹ کی ہمیں نقل چاہیے تو مجھے شدت سے اس کا احساس ہوا کہ اس قصے کو تیرہ سال گذر گئے ہیں، اس پر بندش لگانے کے تیرہ سال کے بعد اگر ایک بار میں سُن لوں تو میں نے سمجھا کہ کچھ حرج نہیں نیت ٹھیک ہے ذرا تازہ دم ہو جاؤں گا مگر یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز ایک کے لیے نافع ہے وہ سب کے لیے نافع ہو کسی کے لیے کوئی چیز نافع ہوتی ہے اور کسی کے لیے نافع نہیں ہوتی بلکہ مضر ہوتی ہے جس کی تفصیل میں نے پہلے بیان کر دی ہے جو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا دل ایک کھڈا ہے اللہ کی معرفت سے معمور ہو گا اللہ تعالیٰ کی محبت سے منور ہو گا اس میں کوئی اچھی آواز جائے گی تو اچھا اثر ہو گا اور اس میں اگر نجاسات بھری ہوئی ہیں اس پر اچھی آواز پڑے گی تو وہ ایسے ہے کہ جیسے کسی نجاست کے کھڈے پر پتھر پھینک دیا۔

لقمہ و نکتہ است کامل را حلال
تو نہ کامل مخور می باش لال

اچھا کھانا اور اچھی اچھی باتیں کرنا کامل کے لیے تو حلال ہے، اچھے کھانے سے مراد صرف کھانا ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب نعمتیں ہیں دنیا کی نعمتوں کو زیادہ استعمال کرنا اور اچھی اچھی باتیں زیادہ کرنا یہ چیزیں صرف کامل کے لیے حلال ہیں، تو نہ کامل ارے تو کامل نہیں کہیں یہ دیکھ کر کہ فلاں بزرگ بھی تو اچھا کھاتے پیتے ہیں اور فلاں بزرگ بھی تو

دین کی باتیں ایسی ایسی کرتے ہیں اور فلاں نے بھی یہ اصلاحی کیسٹ سُن لی ہے تو کہیں یہ خیال پیدا ہو کہ وہ جو سُن رہے ہیں تو ہم کیوں نہ سنیں وہی قصہ ہو جائے گا بندر والا۔

قصہ بوزینہ:

ایک بار کسی درخت کا تنا زمین پر تھا بڑھئی اس تنے پر بیٹھ کر اسے چیر رہا تھا۔ بندروں کو نقل اُتارنے کا بہت شوق ہوتا ہے کوئی بندر درخت کے اوپر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اسے بھی شوق ہوا بڑھئی بننے کا کہ یہ جو کرسکتا ہے میں کیسے نہیں کرسکوں گا میں کوئی اس سے کم تھوڑا ہی ہوں۔ جب موٹی اور لمبی لکڑی چیری جاتی ہے تو آسانی کے لیے دستور یہ ہے کہ تھوڑا سا چیرنے کے بعد اس میں کھونٹی لگا دیتے ہیں تا کہ ذرا کشادگی رہے اور آرا اچھی طرح سے چل سکے۔ وہ بڑھئی نے لگائی ہوئی تھی، بڑھئی کسی کام سے کہیں چلا گیا تو وہ دوسرے بڑھئی صاحب یعنی بندر آ کر بیٹھ گیا لکڑی کے اوپر دونوں پاٹوں کے درمیان میں جو شگاف تھا اس میں اس کی گولیاں اُتر گئیں نیچے لٹک گئیں پھر اس نے اپنا کمال دکھانا شروع کیا کھونٹی جو لگی ہوئی تھی اسے پکڑ پکڑ کر ہلا ہلا کر نکال دیا دونوں پاٹ مل گئے، گولیاں درمیان میں، اب وہ بندر چیخ رہا ہے چلا رہا ہے اب کیسے چھوٹے اتنی دیر میں بڑھئی آ گیا اس نے آ کر دیکھا کہ اس نے کھونٹی بھی نکال دی کام بڑھا دیا اور یہ میری نقل اُتار رہا ہے بڑھئی بن رہا ہے، اس نے مار مار کر اس کا بھرتا کر دیا ؏

تو نہٗ کامل مخور می باش لال

ارے تو کامل نہیں نہ تو زیادہ دنیا کی نعمتیں استعمال کرو اور نہ ہی دین کی باتیں زیادہ کیا کرو، ایک دو باتیں دین کی سیکھ لیں اور کھڑے ہو گئے مبلغ بن کر بہت بڑے مبلغ ہیں بہت بڑے مبلغ ہیں، نفس اور شیطان تباہ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی چیز مقدر ہوتی ہے تو اس کے اسباب اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں، وہ کیسٹ جس پر میں نے سخت پابندی لگا دی تھی تیرہ سال گذرنے کے بعد مجھے خیال ہوا کہ ذرا سُن لوں، ایک بار سنی، وہ

بات ان مجاہدین تک بھی نکل گئی انہیں بھی شوق ہوا کہ ہم بھی سنیں پھر جب گھر چلا گیا تو ان لوگوں نے کیسٹ سننی شروع کردی قوالی شروع ہوگئی قوالی، کچھ نہ پوچھیے اس پر میں نے کہا کہ اب تو اس کیسٹ کو بالکل ایسے ختم کیا جائے کہ آیندہ کبھی بھی غار سر من راہ میں بھی نہ مل سکے، یہ خیال ہوا کہ اگر یہ کیسٹ کہیں چھپا کر رکھتے ہیں تو اس میں ایک نقصان تو یہ کہ شاید کبھی کچھ سالوں کے بعد نکل آئے تیرہ سالوں کے بعد نکل آئی کہیں چھپی ہوئی پھر شاید کہیں سے نکل آئے دوسری بات یہ کہ اسے اگر چھپا کر کہیں رکھا بھی جائے تو اس میں جو مضمون ہے وہ بہت اعلیٰ بہت مفید ہے، چند منٹ کے ترنم کی خاطر ایک گھنٹے کا مضمون چھپا رہے وہ شائع نہ ہو تو یہ کون سی عقل مندی ہے اس مضمون کو تو شائع کرنا چاہیے، اس لیے ان دو مصلحتوں کی بناء پر اس میں سے ترنم کاٹ دیا جائے جو اصلاحی مضمون ہے وہ باقی رہے اور اس کی خوب خوب اشاعت کی جائے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور اس کی وجہ سے اگر کچھ قلوب میں فساد پیدا ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح فرمادیں اور آیندہ کے لیے سب کے لیے اپنی محبت، معرفت، اطاعت کا ذریعہ بنائیں۔

کیسٹ سننے والوں کا علاج:

لوگوں کو عمرے پر جانے کے بہت شوق ہوتے ہیں، نفل حج کے بھی بہت شوق ہوتے ہیں اور حج بدل پر جانے کے بھی بہت شوق ہوتے ہیں ان تینوں کے بارے میں بہت مدت سے میں نے ایک اعلان کر رکھا ہے کہ اگر مجھ سے پوچھے گا یا مجھ سے اس کا کوئی تعلق ہوگا تو ان کے لیے شرط یہ ہے کہ ایک چلہ محاذ پر لگا کر آئے عمرے پر کوئی جانا چاہے تو پہلے اخلاص پیدا کرے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کے دشمنوں پر جھپٹنے کو تیار ہے یا نہیں؟ اخلاص پیدا کرے ایک چلہ محاذ پر لگائے تو پتا چلے گا کہ یہ عمرہ صرف لوگوں کے دکھاوے کے لیے نہیں کر رہا اللہ کے لیے کر رہا ہے ایسے ہی نفل حج کے بھی لوگوں کو بہت زیادہ شوق ہو رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی بناء پر کر رہا ہے یا صرف حاجی صاحب کہلانے

کے لیے کررہا ہے اس کے امتحان کے لیے ایک چلہ لگا کر آئے محاذ پر ذرا امتحانِ عشق دے۔

حج بدل پر جانے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر واقعۃً کسی پر حج فرض تھا اور وہ کر نہیں پایا تو اس کی طرف سے حج بدل پر کوئی عامی جائے تو ٹھیک ہے۔ آج کل کے مشائخ، پیر صاحبان اور علماء کرام انہیں بھی بہت شوق اُٹھتے ہیں حج بدل کرنے کے اس کی بجائے جہاد پر نکلیں تو حج بدل سے زیادہ ثواب ملے گا، حجِ بدل کرنے والے عوام بہت ہیں علماء ادھر توجہ کریں ایک چلہ لگائیں اپنے عشق و محبت کا ثبوت دیں اور اس کے بعد حج بدل کریں یہ اعلان تو پہلے سے کرتا رہتا ہوں آج ایک نئی بات بتانا چاہتا ہوں۔

جیسے عمرے کے مشتاق لوگ نفل حج کے مشتاق لوگ حج بدل کا اشتیاق رکھنے والے لوگ ان کا جو علاج ہے وہی علاج کیسٹ سننے کا شوق رکھنے والوں کا ہے، محاذ پر چلہ لگا کر آئے ایک چلا لگا کر اگر وہیں شہید ہو گیا پھر تو خونِ شہید کی کیسٹ سنائیں گے شہادت کی خوشی میں اس کے رشتہ دار بھی سنیں دوسرے لوگ بھی سنیں اور اگر واپس آ گیا تو پھر اگر اس کا ذکر و فکر کی کیسٹ سننے کا شوق ختم ہو گیا تو ٹھیک ہے یہاں کچھ کام کر کے جہاد کی تیاری کرے دوسروں کو بھی تیار کرے وہاں بھیجنے کے لیے دُعائیں بھی کوششیں بھی کرتا رہے اور اگر واپس آنے پر وہ شوق ختم نہیں ہوا پھر وہ کہتا ہے کہ کیسٹ سنوں گا تو چلو اب دوسرا چلہ لگا کر آؤ دو چلے لگانے پر اگر اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی پیدا ہو گئی کہ ہر وقت وہی دھن ہر وقت وہی دھن ہر وقت وہی خیال وہی خیال میدان میں نکلوں اللہ کے دشمنوں پر جھپٹوں۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

اگر ایسا جذبہ پیدا ہو گیا تو ٹھیک اور اگر واپس آیا دو چلے لگا کر پھر کہتا ہے وہ کیسٹ سنوں گا تو چلو پھر تیسرا چلہ لگاؤ۔

محبت یا فریب:

ہر چلے کے بعد اگر پھر بھی اس کو وہی خیال رہا کہ وہ کیسٹ سنوں گا تو معلوم ہوا کہ ابھی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت صحیح پیدا نہیں ہوئی ابھی تک فریب میں مبتلا ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ o وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ o (۲۹-۲،۳)

ترجمہ: ’’کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے میں چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے، اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں، اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔‘‘

کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے کہہ دیا **اٰمنا**، **اٰمنا** کے معنی ہیں کہ ہم اللہ پر عاشق ہوگئے عاشق، کسی نے کہہ دیا کہ میں اللہ کا عاشق ہوں اور جیسے اس نے کہا ہم پہلے سے منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاں ہاں میرے عاشق آجا ہاں ہاں میرے عاشق آجا میں نے فوراً قبول کرلیا یہ تمہارا خیال غلط ہے کہ ایسے غلط خیالوں کو دل سے نکال ڈالو ایسے نہیں ہوگا کہ جس نے بھی عشق و محبت کا دعویٰ کیا ہم نے فوراً قبول کرلیا ایسے کبھی نہیں ہوگا دنیا میں کوئی احمق سے احمق بھی کسی کی طرف سے محبت کے دعوے کو پرکھے بغیر قبول نہیں کرتا کوئی بھی کسی سے جا کر کہے کہ مجھے آپ سے محبت ہے وہ فوراً قبول کرلے نہیں، وہ سوچتا ہے واقعۃً محبت ہے یا فریب دینا چاہتا ہے محبت کے دعوے ظاہر کرکے مجھے لوٹنا چاہتا ہے نقصان پہنچانا چاہتا ہے دنیا میں تو کوئی بھی جلدی سے محبت کے دعوے قبول نہیں کرتا معیار یہ رکھا جاتا ہے کہ ہمارے لیے یہ اپنی جان دینے کو تیار ہے یا نہیں یہ ہے محبت کی کسوٹی، یہ ہے محبت کا تھرمامیٹر، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی خوش فہمی قائم کر

رکھی ہے کہ دنیا میں تو کسی سے فریب کر نہیں پاتا سمجھتا ہے کہ اللہ سے فریب کروں گا تو کامیاب ہو جاؤں گا اس لیے فرمایا کہ تمہارا دعوائے محبت ہم ایسے قبول نہیں کریں گے اور ہمارا یہ معاملہ صرف تمہارے ساتھ نہیں بلکہ یہ معاملہ ہمیشہ سے رہا ہے اس سے پہلے بھی ہم نے سچوں کو اور جھوٹوں کو نکال کر رکھ دیا الگ کر کے رکھ دیا انہیں حکم کیا قتال کا ہماری راہ میں قتال کرو جن کے محبت کے دعوے سچے تھے وہ تو قتال کے لیے نکلے اور جو اوپر اوپر سے اسلام اور ایمان کے دعوے کرتے تھے محبت کے دعووں میں وہ جھوٹے اور منافق تھے انہوں نے انکار کر دیا طرح طرح کی مصلحتیں بیان کرنے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا جہاد سے فرار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا کہ جہاد کے لیے نکلو تو کہنے لگے:

یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ (۵-۲۲)

ترجمہ: ''اے موسیٰ وہاں تو بہت زبردست قوم ہے جب تک وہ وہاں سے نہیں نکل جاتے ہم وہاں نہیں جائیں گے اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو جائیں گے۔''

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (۵-۲۳)

ترجمہ: ''ان دو شخصوں نے جو اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے، جن پر اللہ نے فضل کیا تھا، کہا کہ تم ان پر دروازے تک تو چلو، سو جس وقت تم دروازے میں قدم رکھو گے اس وقت غالب آ جاؤ گے، اور اللہ پر بھروسہ کرو

اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

اللہ کے دو بندے پوری قوم میں دو بندے تھے معلوم ہوا کہ محبت والے کم ہوتے ہیں پوری قوم میں دو بندے تھے جن میں محبت کا دعویٰ صحیح تھا انھوں نے کہا کہ نکلو جب تم وہاں پہنچو گے تو لڑنا نہیں پڑے گا دشمن خود ہی بھاگ جائے گا تم غالب آجاؤ گے اگر تم مؤمن ہوتو اللہ پر توکل کرو۔ سمجھایا مگر اس کے باوجود پھر انھوں نے یہ کہا۔

یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ o (۵-۲۴)

ترجمہ: '' کہنے لگے: اے موسیٰ، ہم تو ہرگز کبھی بھی وہاں قدم نہیں رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ تو آپ اور آپ کے اللہ وہاں چلے جائیں، اور دونوں لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔''

بہت اچھا نسخہ بتادیا، جواب میں کہتے ہیں کہ اے موسیٰ تو اور تیرا رب دونوں جاؤ ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ آج بھی بہت سے مسلمان کہتے ہیں نا کہ لڑو تم جا کر ہم یہاں بیٹھے رہیں گے یہ ان ہی لوگوں کی اولاد میں سے معلوم ہوتے ہیں، اے موسیٰ تو اور تیرا رب تم دونوں جا کر لڑو یہ نہیں کہ تم دعاء کرو گے تو ملک فتح ہو جائے تم لڑو جا کر:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ

تم دونوں قتال کرو، لڑو تو بھی اور تیرا رب بھی، ایسے مواقع پر امتحان ہوتا ہے۔

کفر کے گٹھ جوڑ پر اللہ کا فیصلہ:

ایک شخص نے فون پر مجھ سے کہا کہ ایران نے روس سے درخواست کی ہے کہ طالبان کے خلاف ہمارے ساتھ تعاون کریں خطرہ بہت بڑھ گیا ہے بہت خطرہ بڑھ گیا ہے، روس بھی اگر ایران کے ساتھ مل گیا تو کیا بنے گا جب اتنا خطرہ بڑھ گیا ہے، ایران کو اس ارادے سے روکنے کے لیے یہاں سے علماء کا ایک وفد ایران جا رہا ہے ہم نے اس

وفد میں آپ کا نام بھی لکھ لیا ہے، آپ ضرور تشریف لے چلیں دعاء بھی فرمائیں کہ یہ وفد کامیاب ہو جائے۔

ان کا کہنا اور ادھر میں جو چھوٹا، میں نے تین مقامات قرآن مجید کے پڑھ دیئے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَo (۲-۲۴۹)

ترجمہ: ''بہت سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

یہ کیا کہتے ہیں کہ ایران کی قوت اتنی بڑی پھر روس کی قوت بھی مل گئی تو کیا وہ اللہ کی قوت پر غالب آ جائیں گے اللہ تعالیٰ تو فرما رہے ہیں:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَo

ایک دو بار کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے کئی بار کئی بار یہ کر کے دکھا دیا کہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو بڑی بڑی فوجوں پر غالب کر دیا۔ دوسرا مقام:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌo اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ o فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍo اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo (۳-۱۷۵)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے اللہ اور رسول کا حکم مان لیا، اس کے بعد کہ ان کو زخم لگا تھا۔ ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں، ان کے لیے ثواب عظیم ہیں۔ یہ

ایسے لوگ ہیں کہ بعض لوگوں نے ان سے آ کر کہا کہ مکہ والوں نے تمہارے مقابلے کے لیے بڑا سامان جمع کیا ہے، لہٰذا تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا، اور وہ بولتے: ہم کو تو اللہ تعالیٰ کافی ہے، اور وہ بہترین کارساز ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری پیش نہیں آئی، اور وہ لوگ رضاء حق کے تابع رہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اور یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ سو تم ان سے مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

غزوۂ احد میں جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت سے شہید ہو گئے اس وقت میں خبر آئی کہ کافروں کی تازہ فوج آرہی ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے مقام کا یوں مظاہرہ فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلَ

آنے دو ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ

اللہ تعالیٰ کا فضل ایسا ہوا کہ کافر ایسے مرعوب ہو گئے کہ آئے ہی نہیں۔

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍo اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں تمہارے دشمنوں سے ڈرانے والا شیطان ہے شیطان۔ یہ میں فون پر انہیں بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دشمنوں سے ڈرانے والا شیطان ہے۔ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایران سے ڈرانے والا شیطان ہے۔ ہر شخص اپنے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لیا کرے۔

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo

اگر تم میرے دوست ہو مجھ پر ایمان رکھتے ہو اور شیطان کے دوست نہیں تو پھر تم شیطان کے ڈرانے سے مت ڈرو مجھ پر توکل رکھو۔ تیسرا مقام:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِر ٥ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ٥
(۵۴-۴۴،۴۵)

ترجمہ: ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہے گی۔عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔''

وہ کہتے ہیں کہ ہماری فوجیں ایک دوسرے کی مددگار رہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی جماعتیں ساری کی ساری مغلوب ہوجائیں گی،سب کو ہزیمت ہوگی شکست ہوگی اور بڑا عجیب لفظ یہ کہ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ٹیلی فون پر میں نے پورا زور لگادیا انہیں بتانے کے لیے وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ، وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ، وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ، کئی بار لوٹا لوٹا کر زور زور سے کہا اس کے تو کان کھول دیے۔وہ تو سوچ رہا ہوگا کہ برا پھنسا،اللہ کرے جلدی چھوڑ دے مگر بہت دیر تک رگڑائی کرتا رہا۔

اس کے بعد میں یہاں تحدی کرتا رہا،چیلنج پر چیلنج ارے! وہ ایران کہہ رہا ہے کہ میں آرہا ہوں آرہا ہوں آتا کیوں نہیں؟ بڑھتا کیوں نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہم جنگی مشقیں کررہے ہیں حملہ کریں گے حملہ کریں گے تو کم بخت آگے آتا کیوں نہیں؟ ذرا آئے آگے دیکھیے پھر اس کا کیا بناتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ صحیح معنی میں مسلمان بنادیں اپنی محبت کاملہ عطاء فرمائیں:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ٥ (۳-۱۳۹)

ترجمہ: ''تم ہی غالب رہوگے،اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے کرشمے دیکھیں۔

حقیقی محبت کا معیار:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں اکثر ایسے ہیں کہ محبت کے دعوے تو بہت ہیں عشق اور محبت میں بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرے

جارہے ہیں مگر حقیقت میں محبت ان کے دلوں میں نہیں اتری زبان سے تو کہتے ہیں لیکن دل میں محبت نہیں اس کا معیار کیا ہے کہ دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے یا نہیں سو وہ محبت صحیح ہے جس کی تصدیق خود محبوب کردے اللہ تعالیٰ جس کی تصدیق فرمادیں کہ اس کے دل میں میری محبت ہے یہ فیصلہ اللہ ہی کرے گا۔

وکل یدعی وصل لیلی
ولیلی لا تقر لهم بذاک

لیلیٰ کے ساتھ محبت کرنے والے تو سب ہی ہیں مگر ذرا لیلیٰ سے بھی تو پوچھو کہ تو بھی ان کی محبت کو قبول کررہی ہے یا نہیں، ایسے ہی مولیٰ کے ساتھ محبت کے دعوے کرنے والے تو بہت ہیں اللہ کے عشق و محبت میں ہائے ہوئے کرنے والے وجد میں آنے والے کودنے والے تو بہت ہیں محبت کی باتیں کرنے والے بنانے والے بہت ہیں مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہے یا نہیں وہ اللہ ہی فیصلہ کرکے بتائے گا، اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنادیا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ٥ (۹-۲۴)

ترجمہ: ”آپ فرمادیجیے: اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، اور تمہاری بیبیاں، اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے، اور وہ تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر یہ چیزیں تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں۔ اور اللہ تعالیٰ فاسق نافرمان قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔“

فرمایا کہ اگر کسی پر دنیا کی محبت اتنی غالب ہے کہ وہ اسے جہاد میں نہیں نکلنے دیتی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے اگر دنیا کا کوئی تعلق کوئی طمع کوئی محبت کوئی خوف مانع اور رکاوٹ بن رہا ہے تو اس کی محبت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں، یہ اس کی دلیل ہے کہ دنیا کی چیزوں کی یاد دنیاداروں کی محبت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب ہے فرمایا اگر بات ایسی ہے تو:

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

بداعمالیوں میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ ان کا عذاب کھلا کھلا عذاب آخرت میں ہوتا ہے ویسے تو بدعملی کا عذاب دنیا میں بھی ہو جاتا ہے مگر انسان کو پتا نہیں چلتا جیسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی لٹھ کی آواز نہیں، بے دینوں پر، اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں پر اللہ تعالیٰ کی لاٹھی برستی رہتی ہے برستی رہتی ہے مگر آواز نہیں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بتاتے نہیں کہ تیرے فلاں گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ہم مسلط فرما رہے ہیں اس کا پتا نہیں چلتا اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرمادیا کہ اگر ایسا ایسا گناہ کیا ہماری نافرمانی کی تو دنیا میں ایسا عذاب آئے گا ایسا مزا چکھائیں گے کہ تمہیں پتا چل جائے گا کہ یہ عذاب کیوں آرہا ہے اس بارے میں جہاد سے متعلق یہ فرمایا کہ اگر دنیا کا کوئی رشتہ، تمہارے والدین، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ اور تمہارے مال اور تمہارے محلات اور تمہاری تجارتیں یہ چیزیں اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب ہو گئیں اللہ کے رسول سے زیادہ محبوب ہو گئیں اور اللہ کی راہ میں مسلح جہاد کرنے سے رُکاوٹ بننے لگیں اللہ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کی بنسبت یہ چیزیں زیادہ محبوب ہو گئیں تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو:

حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠

جو شخص اب بھی نہیں سنبھلے گا نہیں سدھرے گا تو وہ فاسق ہے فاسق، یہ اللہ تعالیٰ کے دائرہ محبت سے نکل گیا، فاسق کے معنی نکل جانے والا، محبت والوں کے دائرے سے نکل

گیا اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتے ان کے لیے یہی فیصلہ ہے کہ دنیا میں ہی عذاب کا انتظار کریں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین.

نسخۂ سکون

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: نسخہ سکون

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ۲۸ جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

نسخۂ سکون

(۲۸ جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ)

تنبیہ: یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جاسکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ o (۳-۱۵۹)

ترجمہ: ’’اور ان سے کام میں مشورہ لیں، پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔‘‘

لوگوں کا غلط طرزِ عمل:

لوگوں میں ایک بہت بڑی خامی یہ ہے کہ جب کوئی کام کرتے ہیں تو اپنے خیال میں بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں مگر اس کے بعد جب ان کاموں میں کچھ نقصانات سامنے آتے ہیں تو پھر پریشان ہوتے ہیں، پھر کوئی سوچتا ہے کہ ہم نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو اچھا ہوتا، کوئی سوچتا ہے کہ اگر یہ کام کرلیا ہوتا تو اچھا تھا۔ اس طرح سوچتے رہتے ہیں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں، ہر وقت پریشان رہتے ہیں۔

صحیح طریقہ:

اس کا صحیح طریقہ سمجھیے:

① دین داری کو مقدم رکھیں:

تعلقات رکھیں دین دار لوگوں سے اور کوئی بھی کام کرنے کے لیے، کوئی بھی معاملہ کرنے کے لیے دین دار کو مقدم رکھیں۔ خاص طور پر رشتوں کے معاملہ میں دین داری کو سب سے مقدم رکھیں، اس کی خاطر اپنے قریبی رشتہ داروں کو چھوڑنا پڑے، کنبے کو چھوڑنا پڑے، پورے خاندان کو چھوڑنا پڑے، اپنے وطن کے لوگوں کو چھوڑنا پڑے، کچھ بھی ہو جائے دین داری پر ہر چیز کو قربان کر دیں:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ط (۴-۱۰۰)

”اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اسے روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش۔“

یہ ہے تو ہجرت کے بارے میں، جو شخص بھی فی سبیل اللہ، اللہ کی خاطر، دین کی خاطر، اللہ کی رضا کی خاطر اپنے ماحول کو چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑی وسعت

پیدا فرمائیں گے بہت بڑی وسعت، اس پر تنگی نہیں آئے گی، کتنی بڑی بشارت ہے:

مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کررہے ہیں تو یہ قیود کیوں؟ کہ اپنے خاندان کا ہو یا اپنے وطن کا ہو، خواہ وہ بے دین ہی کیوں نہ ہو اسے ترجیح دی جاتی ہے تو یہ نظریہ غلط ہے۔ ایسے ہی دوسری آیت میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ط **قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ** ط **قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا** ط **فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ** ط **وَسَآءَتْ مَصِيْرًا** O

(۴-۹۷)

ترجمہ: ''بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے کو گناہ گار کررکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے، وہ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترکِ وطن کرکے وہاں چلا جانا چاہیے تھا۔ سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جانے کے لیے بری جگہ ہے''

جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو بعض لوگ ہجرت نہیں کررہے تھے انہیں اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ ہجرت نہیں کرتے جب جان قبض کرنے والے ملائکہ ان کے پاس پہنچتے ہیں تو ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے ہجرت کیوں نہیں کی؟ اسلام کا کھل کر اعلان کیوں نہ کیا؟ کیوں چھپائے رکھا خود کو؟ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں: **كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ** ہم تو عاجز تھے اور دشمنوں سے ڈرتے تھے اس لیے ہم نہیں کرپائے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی، ہجرت کرکے کسی دوسری جگہ چلے جاتے وہاں جاکر اسلام کا مظاہرہ کرتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہجرت نہیں کی اور ایک خاص جگہ میں بند ہوکر بیٹھ گئے **فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ** ان

کی جگہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ یہ آیات ہیں تو ہجرت کے بارے میں مگر میں اکثر اس پر بیان کرتا رہتا ہوں بتاتا رہتا ہوں کہ یہ حکم ہر معاملے کے بارے میں ہے، شادیاں ہوں، دوسرے تجارت وغیرہ کے تعلقات ہوں یا کوئی لین دین وغیرہ کے معاملات ہر ایک میں دین داری کو مقدم رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تنکح المرأۃ لاربع لما لھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک (متفق علیہ)

ترجمہ: ’’عورت سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اور اس کے خاندان اور نسب کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے، اس کے دین کی وجہ سے، تم دین داری کو مقدم رکھو، تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں‘‘

رشتے کرنے میں چار چیزوں کو دیکھا جاتا ہے۔ لوگ رشتہ کرنے میں سب سے پہلے مال کو دیکھتے ہیں، نہ جوانی نہ صحت، نہ صورت نہ سیرت، کیسا ہی بدصورت ہو، کتنا ہی بڈھا ہو، اٹھا بھی نہ جاتا ہو، کمر جھکی ہوئی ہو، منہ میں دانت ایک بھی نہ ہو، آنکھوں سے نظر نہ آتا ہو مگر مال ہو مال، مال کی ہوس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ دوسرے درجے میں حسب کو دیکھتے ہیں، دنیوی عزت ہو، اہل دنیا کی نظر میں کوئی اونچا مقام رکھتا ہو۔ تیسرے درجے میں حسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔ آخری درجے میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت صرف دین کو دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید سے فرمایا ہے کہ رشتہ کرتے وقت دین کو سب سے مقدم رکھو۔ باقی چیزیں ساتھ ہو جائیں تو چلیے وہ چیزیں بھی نعمت ہیں، دین دار کے پاس مال ہے تو وہ بھی اس کے دین میں کام آئے گا، دین دار کے پاس جمال ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دین دار کے پاس کوئی منصب ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت

کے لیے استعمال کرے گا۔ یہ ساری چیزیں اس کے لیے دین میں معین بن جاتی ہیں۔ اور اگر بے دین ہے تو یہ ساری چیزیں فسق وفجور اور بے دینی میں معین بنیں گی۔ دین کو سب سے مقدم رکھو۔ یہ نمبر یاد رکھیں، کوئی کام کرتے وقت، کوئی معاملہ کرتے وقت سب سے پہلی بات دین داری۔ ایک حدیث اور سُن لیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایأکل طعامک الاتقی (احمد)

''تیرا کھانا متقی شخص کے سوا کوئی نہ کھائے۔''

متقی کے معنی کبھی کبھی بتاتا رہتا ہوں، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں انہیں متقی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ تیرا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ نہیں کہ اگر کوئی مہمان آگیا اور وہ فاسق، فاجر یا کافر ہے تو آپ اسے کھانا نہ کھلائیں، جو مہمان آگیا تو اسے کھلانا پڑے گا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ تعلقات رکھیں متقین سے، کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ تعلقات ہوں گے زیادہ تر ان ہی کا آپ کے پاس آنا جانا رہے گا۔ تجارت کی وجہ سے لوگ آتے جاتے ہیں، رشتوں کی وجہ سے لوگ آتے جاتے ہیں، دوسرے دنیوی کاموں کی وجہ سے آپس میں ملتے جلتے ہیں تو آپ اپنے تعلقات جب قائم کریں گے نیک لوگوں کے ساتھ تو پھر وہی آپ کے ہاں آئیں گے اور آپ ان ہی کو کھلائیں گے پلائیں گے۔ جب تعلقات ہی بے دین لوگوں کے ساتھ رکھیں گے تو بے دین لوگوں کو ہی کھلائیں گے۔

ایک بات تو یہ ہوگئی کہ اپنا ہر معاملہ اور ہر تعلق قائم کرنے سے پہلے یہ کوشش کریں کہ دین دار کے ساتھ ہو اس بات کا اہتمام کریں۔

② استخارہ:

کوئی بھی کام کرنے سے پہلے استخارہ کریں لیکن استخارہ کریں سنت کے مطابق، دو

رکعت نفل پڑھ کر دُعاء مسنون پڑھیں، اس دُعاء کے بعد کوئی خواب وغیرہ نظر آنا ضروری نہیں، لوگوں نے ایسے ہی خواہ مخواہ کی باتیں بنا رکھی ہیں۔ دُعاء استخارہ کا جو مضمون ہے وہی اس سے مقصود ہے، اس کا مضمون یہ ہے کہ یا اللہ! یہ کام تیرے علم میں اگر میرے لیے دنیا کے لحاظ سے، آخرت کے لحاظ سے، حال کے لحاظ سے، استقبال کے لحاظ سے نافع ہے تو مقدر فرما، اس میں برکت عطا فرما، اس کے اسباب پیدا فرما دے۔ اور اگر کسی لحاظ سے یہ میرے لیے نافع نہیں، مضر ہے خواہ دنیا کے لحاظ سے یا آخرت کے لحاظ سے یا حال کے لحاظ سے یا استقبال کے لحاظ سے تو پھر مجھے اس سے ہٹا دے اور اسے مجھ سے ہٹا دے۔ تو عالم ہے میں نہیں جانتا۔ تو قادر ہے میں عاجز ہوں۔ ان صفتوں کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے۔ اب یقین رکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے یہ دُعاء کر لی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہتر نتائج مرتب ہوں گے اس دُعاء کے قبول ہونے کا وعدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استخارہ کی دُعاء اتنی تاکید سے تعلیم فرماتے تھے کہ جیسے قرآن کی آیت اور فرمایا:

ماخاب من استخار (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

جس نے استخارہ کر لیا وہ کبھی خسارے میں نہیں رہے گا۔ سنت کے مطابق استخارہ کرنا ضروری ہے، خواب وغیرہ دیکھنا کوئی ضروری نہیں۔ استخارہ کے بعد آگے نتائج جو کچھ بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی مقدر ہو جائے اس پر انسان کو راضی رہنا چاہیے، اسی کو اپنے لیے نافع سمجھے، یہ یقین رکھنا چاہیے ایمان رکھنا چاہیے کہ یہی میرے لیے نافع ہے۔

③ استشارہ:

تیسرا نمبر استخارہ کے بعد یا ساتھ ساتھ استشارہ۔ جب کوئی کام کرنا چاہیں تو مشورہ کیا کریں۔

استشارہ کی شرائط:

مشورہ کن لوگوں سے لیا جائے اس کی چند شرائط ہیں:

① عورتوں سے مشورہ نہ کریں:

عورتوں سے تو مشورہ قطعاً نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحاء کم وامرکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امراء کم شرارکم واغنیاء کم بخلاء کم وامورکم الی نساء کم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ: ''فرمایا کہ جب تک تمہارے کام آپس میں مشورہ سے طے پائیں گے اور جب تک تمہارے غنی لوگ، مال دار لوگ سخی رہیں گے اور جب تک تمہارے حکام نیک لوگ رہیں گے اس وقت تک زمین کا ظاہر زمین کے باطن سے تمہارے لیے بہتر ہے یعنی زندہ رہنا موت سے بہتر ہے اور جب یہ تینوں کام بگڑ گئے یا تینوں میں سے ایک بگڑ گیا، مشورہ ہونے لگے عورتوں سے اور حکام ہوگئے بے دین شریر لوگ اور مالدار ہوگئے بخیل تو پھر اس زندگی سے موت بہتر ہے اور زمین کا پیٹ تمہارے لیے زمین کے ظاہر سے زیادہ بہتر ہے۔''

اس لیے عورتوں سے تو مشورہ قطعاً نہ لیا جائے خاص طور پر شادی وغیرہ کے معاملات میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہے ہی عورتوں کا کام، سارا ان ہی کے سپرد کردیتے ہیں، یہ طریقہ بالکل غلط ہے، شریعت کے بھی خلاف ہے عقل کے بھی خلاف ہے۔ عقل سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کریں عورتوں سے بالکل مشورہ نہ لیں۔

عورتوں سے اگر کچھ پوچھنا ہو تو اس میں دو مصلحتیں سامنے رکھ کر تھوڑا سا پوچھ لیا جائے۔ ایک مصلحت تو یہ ہے کہ ذرا سی دل جوئی ہو جائے، تھوڑا سا اسے خوش کرنے کے لیے، بات تو تیری بالکل نہیں مانیں گے یہ دل میں طے کرلیں۔ دوسری بات یہ کہ کبھی کبھی ایسے بھی ہو جاتا ہے کہ بے وقوف اور بے عقل انسان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ ایسی بات ڈال دیتے ہیں جو بڑے بڑے عقلاء کے ذہن میں بھی نہیں آتی تو جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ عورت کے ذہن میں کوئی بات آجائے، کوئی ایسی صورت جو آپ کے ذہن میں نہ تھی، تھوڑا سا غور کرلیں مگر اس کی رائے اس کے قول کو فیصل ماننا تو الگ رہا اسے کچھ بھی وقعت نہ دیں۔ اگر عورت کی بتائی ہوئی بات اپنی عقل میں آجائے اور مرد باہمی مشورے سے وہ بات طے کرلیں تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں آتی تو ایسے کر کے تھوڑی سی اس کی دل جوئی کرلیں۔ زمانے کے لحاظ سے بعض احکام میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے یہ جو میں نے کہا کہ تھوڑی سی بات پوچھ لیا کریں، شریعت میں تو یہ بھی نہیں، شریعت میں یہ ہے کہ پوچھو ہی مت، عورتوں سے پوچھنے کی بات ہے ہی نہیں، مرد آپس میں مشورہ کریں۔ جب آپ کو اس سے استشارہ کرنے کی اجازت ہی نہیں تو آپ کسی بھی نیت سے پوچھیں وہ تو غلط ہو جائے گا، پوچھتے ہی کیوں ہیں، بالکل مت پوچھیں۔ بس وہ زمانے کا تغیر ہے، لوگوں نے عورتوں کو اپنا سردار اور حاکم بنا رکھا ہے تو اس سے اُتار کر ذرا سی بات کہ چلیے ایک دم گرانے کی بجائے تھوڑی سی لیپا پوتی کردیں، اسے تھوڑی سے تسلی ہو جائے۔ یہ زمانے کے تغیر سے ایسا ہوا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قطعاً نہیں پوچھنا چاہیے، خاص طور پر رشتے جیسے معاملے میں زیادہ سے زیادہ یہ کریں کہ جب کسی لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو تو مرد تو اسے دیکھ نہیں سکیں گے اس لیے کوئی خاتون جا کر دیکھ لے اور دیکھ کر یہ بتادے کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے۔ لیکن عورتوں کا حال یہ ہے کہ ان میں حبِ مال اور حبِ جاہ بہت زیادہ ہے اس لیے جب یہ کسی لڑکی کو دیکھنے جاتی ہیں تو اس کی شکل وصورت سے زیادہ اس کا فیشن دیکھتی ہیں۔

بعض لوگ یہ عذر بتاتے ہیں کہ چونکہ ساس کے ساتھ بہو کو رہنا ہے تو اگر ہم نے کہیں رشتہ کر دیا تو پھر بیوی ہمیشہ لڑتی رہے گی کہ دیکھیے ایسی لے آئے، ایسی لے آئے لہٰذا اس کی مصیبت اسی کے ساتھ، جب کہیں کوئی اشکال ہوگا تو ہم کہہ دیں گے کہ تمہاری ہی لائی ہوئی ہے۔ اپنی جان چھڑانے کے لیے مرد ایسے کر لیتے ہیں، یہ خیال بالکل غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف کر کے آپ کسی بھی مصلحت سے کام کریں گے تو اس کا نتیجہ عذاب ہی عذاب ہوگا۔ کوئی مصلحت اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف نہیں چل سکتی۔

دوسری بات یہ بتائیں کہ دنیا میں کہیں ساس اور بہو کا آپس میں نباہ ہوا ہے؟ وہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ لڑیں، ویسے ناممکن تو نہیں بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ جب میری شادی ہوئی تو والدین بہت خوش پہلے سے بھی زیادہ خوش رہے اور جب میں نے اپنے بچوں کی شادیاں کیں تو بحمد اللہ تعالیٰ یہاں بھی سب خوش ہیں کسی کو کسی سے ذرہ برابر بھی کوئی اشکال نہیں۔ اگر بات ہوتی ناممکن تو پھر ہمارے ہاں بھی ایسا نہ ہوتا مگر یہ چیز عام طور پر دیکھنے میں نہیں آتی۔ ہمارے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا تو ''انوار الرشید'' میں آپ نے پڑھا ہی ہوگا کہ شادی کے موقع پر میں نے کیا کیا اور کیسی کیسی دُعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی مدد فرمائی وہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگئی۔ عام طور پر کیا ہے کہ بیگم سے کہہ دیا جاتا ہے کہ بیٹے کے لیے دُلہن آپ تلاش کر کے لائیں، عورتوں کے ذمہ لگا دیا، عورت میں تو عقل اتنی ہوتی نہیں اپنے خیال میں وہ کتنی ہی خوب سے خوب تر تلاش کر کے لائیں، شادی کے چند روز بعد ہی لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

ایک عورت یہ کہہ رہی تھی کہ جب میں بہو بن کر آئی تو ساس اچھی نہ ملی اور جب میں بہو لائی تو بہو اچھی نہ ملی۔ یہ نہیں کہتی کہ میں ہی اچھی نہیں ہوں، بہو بن کر آئی تو ساس سے لڑتی رہی اب اپنی بہو لائی تو بہو سے لڑ رہی ہے۔ یہ تسلیم نہیں کرتی کہ خرابی

خود اسی میں ہے، سارا اعتراض دوسروں پر۔ آپ اپنی جان چھڑانے کے لیے کتنا ہی عورتوں کے سپرد کر دیں وہ لڑیں گی، لڑیں گی، لڑیں گی، جب تک دین نہیں ہو گا لڑیں گی، آپ کو بھی تباہ کریں گی خود بھی تباہ ہوں گی۔ اس لیے یہ نظریہ درست نہیں کہ عورتیں جسے خود پسند کر کے لائیں گی اس کے ساتھ مصالحہ رہے گا، ایسا نہیں ہو سکتا لڑائی تو ہوتی رہے گی۔

یہ تین نمبر ہو گئے۔ پہلی بات تو یہ کہ دین داری کے تقاضے کو ہمیشہ مقدم رکھیں، دوسرے یہ کہ استخارہ اور تیسرے نمبر پر استشارہ۔ ویسے استشارہ کی اہمیت استخارہ سے بھی زیادہ ہے اس لیے دوسرے نمبر میں کہنا چاہیے استشارہ اور تیسرے نمبر میں استخارہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کا بیان فرمایا ہے اور وہ بھی اتنی اہمیت سے جیسے کہ قرآن، مگر نصِ قرآن میں استخارہ نہیں استشارہ ہے اس لیے مشورہ کی اہمیت زیادہ ہے۔ مشورہ کن لوگوں سے لیا جائے اس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اول نمبر میں عورتیں کٹ گئیں، خاص طور پر شادی کے بارے میں شریعت نے عورت کو تو کوئی اختیار دیا ہی نہیں نہ ماں کو نہ بہن کو نہ بیوی کو کسی قسم کا کوئی اختیار قطعاً شریعت نے نہیں دیا، ذرا سوچیں کہ مسلمان ہیں!!! مسلمان کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کوئی چیز اہم نہیں ہو سکتی۔ کسی عورت کو کوئی اختیار نہیں، کتنی ہی پارسا ہو، کتنی ہی بڑی ولیۃ اللہ ہو، کیسی ہی رابعہ بصریہ ہو، کتنے ہی ولایت کے درجات طے کر کے آسمان پر اُڑتی ہو، کہیں سمندر میں چلی جائے تو اس کا دامن تر نہ ہوتا ہو، ایسی بڑی ولیۃ اللہ ہو لیکن پھر بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ شادیوں میں عورت کو کوئی اختیار نہیں، قطعاً کوئی اختیار نہیں۔

جن لوگوں کو بچوں کی شادی کرانے کا اختیار ہوتا ہے انہیں ''اولیاء'' کہتے ہیں، اس کا مفرد ہے ''ولی''۔ نابالغ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو بغیر ولی کے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا اور بالغ کے لیے ولی کی رائے معلوم کرنا بعض صورتوں میں ضروری ہے اور بعض صورتوں

میں ضروری نہیں، اس کی تفصیل تو فقہاء اور علماء جانتے ہیں۔ بہر حال اولیاء جتنے بھی ہیں وہ مرد ہی مرد ہیں کسی عورت کو رائے دینے کا اور کسی قسم کا کوئی اختیار قطعاً نہیں۔ پورے خاندان کی عورتیں چیختی رہیں، چلاتی رہیں، سر پیٹتی رہیں جنہیں شریعت نے اختیار دیا یعنی مردوں کو بس وہ کام کریں، کسی دوسرے کا اس میں کوئی اختیار اعتبار نہیں۔ عورتوں کا قصہ تو استشارے میں پہلے نمبر میں ہی کٹ گیا، مت پوچھو کچھ ان سے۔ ایک حدیث اور سُن لیجیے:

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (صحیح بخاری)

"وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملات کی ذمہ داری کسی عورت کے سپرد کردے۔"

یہ جو بتایا گیا کہ عورتوں سے مشورہ نہ لیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ معاملہ ان سے مشورہ نہ لے البتہ اگر عورتوں کا اپنا معاملہ ہو تو اس میں جیسے پہلے بتایا کہ صاحبِ معاملہ کی رائے سب سے راجح ہوتی ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کا اپنا ذاتی معاملہ ہو تو اس میں اس کی رائے سب سے زیادہ راجح ہوگی بشرطیکہ اصولِ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

اہم کاموں میں خواتین سے مشورہ نہ لینے کے بارے میں اور رشتہ کرنے میں خواتین کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلے ہیں، خواتین کو اس میں اپنی خفت نہیں محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے جسمانی قوت اور دل کی شجاعت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے اور اس میں خواتین اپنی خفت نہیں محسوس کرتیں، اسی طرح عقل میں بھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے، اس میں خواتین کا کوئی اختیار اور کوئی قصد نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلحت وحکمت اسی میں ہے، یہ سوچ کر خواتین کو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر خوش رہنا چاہیے۔

② مشیر صالح ہو:

دوسرے نمبر میں یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے مشورہ کریں جو نیک ہوں، دین دار ہوں کیونکہ بے دین تو بے دینی کے ہی مشورے دے گا۔ مشورہ دینے والا دین دار ہو، پکا دین دار، آدھا تیتر آدھا بٹیر نہ ہو۔ اور پکے کی سند لینے کے لیے دارالافتاء میں آ کر نبض دکھائیں، ذرا سا تھرمامیٹر لگاتا ہوں، ذرا سا تو ایک دم پتا چل جاتا ہے کہ یہ جو ولی اللہ معلوم ہو رہا تھا یہ تو ولی الشیطان نکلا۔ جس سے مشورہ کریں وہ پکا دین دار ہونا چاہیے۔

③ خیر خواہ ہو:

مشیر آپ کا خیر خواہ ہو۔ الگ سے اس کا کہنا محض اس کی اہمیت کی بناء پر ہے ورنہ دین داری میں تو یہ داخل ہے۔ اگر وہ دوسروں کے لیے خیر خواہی نہیں کرتا تو دین دار کہاں سے ہوا، چلیے چاہیں تو اسے الگ شمار کرلیں یا دین داری میں داخل سمجھ لیں۔

④ تجربہ کار ہو:

مزید اس میں یہ کہ مشیر تجربہ کار بھی ہو، جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں، جس کے بارے میں مشورہ لینا چاہتے ہیں اس کام میں وہ صاحبِ بصیرت ہو، صاحبِ تجربہ ہو، یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص جو نیک ہو، بہت بڑا ولی اللہ ہو، بہت بڑا بزرگ ہو اسے اس کام میں تجربہ بھی ہو، لہٰذا مشورہ لینے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ وہ اس کام کا تجربہ بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

استشارہ کی حقیقت:

استشارہ کی حقیقت بھی سمجھ لیجیے۔ استشارہ میں یہ ضروری نہیں کہ صاحبِ معاملہ اپنے مشیروں کی بات قبول بھی کرے، اس پر یہ لازم نہیں۔ مشیر کی جو شرائط میں نے بتائی ہیں خواہ وہ تمام کی تمام اس میں پائی جائیں تو بھی صاحبِ معاملہ کو اختیار ہے کہ ان کی

رائے کو قبول کرے یا نہ کرے۔ استشارہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ معاملے سے متعلق نفع ونقصان کے تمام پہلو سامنے آ جائیں۔ مشیروں کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مشورے پر عمل کرنے کے لیے صاحبِ معاملہ کو مجبور کریں بلکہ وہ صاحبِ معاملہ کی رائے پر ہوگا کہ وہ معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے جو چاہے فیصلہ کرے۔

تردد سے بچیں:

یہ سارے کام کرنے کے بعد جب طبیعت متوجہ ہو جائے تو پھر دل کی دھک دھک اور تردد کو ختم کر دینا چاہیے پھر حکم کیا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۳-۱۵۹)

ترجمہ: ''جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔''

ان شرائط کے بعد کہ سب سے مقدم رکھا آپ نے دین داری کو، پھر اللہ کے حکم کے مطابق آپ نے استشارہ بھی کر لیا اور جن جن لوگوں سے استشارے کا حکم ہے صرف ان ہی سے کیا دوسروں سے نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے استخارہ بھی کر لیا، یہ سب کام کرنے کے بعد پھر جب ایک بار اطمینان ہو گیا تو تردد میں مبتلا نہ ہوں۔ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ یہی سوچتے رہتے ہیں کہ ارے! ایسا نہ ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو جائے۔ اور اگر وہ کام کر لیا پھر اس میں کچھ نقصان ہو گیا تو وہ پیچھے کو ہی پیٹتے رہتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو اچھا تھا۔ یا اگر شرائط پوری ہو جانے کے بعد وہ کام نہ کیا پھر بعد میں افسوس ہوتا ہے کہ کاش کر لیا ہوتا تو اچھا تھا۔ یہ مرحلہ ہے انسان کی صداقت کو پرکھنے کا، دین میں اسے کتنا رسوخ ہے، احکامِ شریعت کا کتنا پابند ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے، آخر میں یہ مرحلہ بہت مشکل ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے سارے کام کر لیے اب اس کے بعد جب وہ کام کیا تو اس کے نتیجے میں کوئی تکلیف پہنچے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سارے کام کرنے کے بعد آپ

نے وہ کام چھوڑ دیا اور بعد میں خیال آیا کہ دیکھیے اگر وہ کام کر لیتے تو کتنی ترقی ہو جاتی سبحان اللہ! ہم نے کیوں نہیں کیا ہم کر لیتے تو اچھا تھا۔ اس قسم کے جو خیالات ہیں وہ بے دینی کی علامت ہے بے دینی کی۔ صاف صاف بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پوری پابندیوں کے ساتھ جو میں نے بتائی ہیں کوئی کام کر لیا پھر اس پر زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے، مر رہا ہے تو بھی اللہ کے حکم پر ہے، فائدہ ہو رہا ہے، راحتیں پہنچ رہی ہیں تو ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا ہے اور اگر نقصان ہو رہا ہے، تکلیفیں پہنچ رہی ہیں تو بھی ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا ہے۔ آگے راحت اور تکلیف جو کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جیسے وہ رکھے گا ہم ہر حال پر راضی ہیں۔ بڑی سے بڑی تکلیف آجائے تو زبان پر یہ بات آنا تو الگ رہی کبھی دل میں بھی یہ خیال نہ آئے کہ اگر ہم یہاں یہ رشتہ نہ کرتے یا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ جوڑتے یا تجارت میں اس کے ساتھ شرکت نہ کرتے تو بہتر ہوتا کتنا نقصان ہو جائے کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ آئے اگر دل میں بھی وسوسہ آیا تو یہ اس کی علامت ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں۔ صاف صاف کہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق عمل کیا ہے آگے نتیجہ جو کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

کفار کی ایک علامت:

اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک علامت بیان فرمائی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ج فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ ج وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ج خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ط (۲۲-۱۱)

ترجمہ: ''بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارہ پر کرتے ہیں، پھر اگر اس کو کوئی نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے اس عبادت پر مطمئن ہو گیا، اور

اگر اس پر کچھ آزمائش آ گئی تو منہ اٹھا کر چل دیا۔ دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھا۔ یہی کھلا نقصان ہے۔"

بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تردد پر، شروع میں دل میں تردد رکھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے دنیا میں فائدہ ہوا تو کہتا ہے کہ بہت اچھا دین ہے سبحان اللہ! بہت اچھا۔ اور نقصان ہوا تو کہتے ہیں معاذ اللہ! یہ دین بڑا منحوس ہے۔ ایسی ایسی بکواس کرتے ہیں۔ اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ کسی نے اسلام قبول کیا اور اس کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا تو کہتا ہے کہ بہت اچھا دین ہے سبحان اللہ! اور اگر بیٹی پیدا ہو گئی تو کہتے ہیں کہ ارے! اسلام لا کر ہم تو مصیبت میں پھنس گئے چھوڑو اس اسلام کو۔ ایسے ہی اگر اسلام لانے کے بعد گھوڑی نے بچہ دے دیا، عربوں کو گھوڑوں سے بہت محبت تھی، گھوڑی نے بچہ دیا تو کہتے ہیں کہ بہت اچھا اسلام ہے اور اگر گھوڑی نے بچہ نہیں دیا تو کہتے ہیں کہ یہ اسلام بالکل خراب ہے منحوس ہے معاذ اللہ! ایسے وہ دنیا کو اس کے تابع رکھتے ہیں، تردد سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

مسلمان کا حال:

صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق عمل کرنے کے بعد پھر جیے یا مرے، مرنے سے زیادہ بات تو کوئی نہیں ہو سکتی نا؟ تکلیف میں گزارنا تو الگ بات رہی خواہ مر ہی کیوں نہ جائے۔ ذرہ برابر ایمان میں تردد پیدا نہ ہو اور یہ یقین رکھیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے میرے اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے، میں ان حالات پر صبر کروں گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا۔ اور نیک شخص کے لیے دنیوی تکالیف اور پریشانیاں کفارہ سیئات اور باعث ترقی درجات ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں کتنی جگہ پر بار بار فرمایا:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط (۲-۱۷۷)

ترجمہ: ’’وہ لوگ صبر کرنے والے ہیں سختی میں، تکلیف اور لڑائی کے وقت‘‘

اللہ کے بندے ہر حال میں صبر کرتے ہیں، بار بار صبر، صبر، صبر، صبر کی تلقین۔

دنیا غم کدہ ہے:

اور فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ (۹۰-۴)

ترجمہ: ’’ہم نے تو انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا ہے‘‘

انسان کو دنیا میں مشقت اٹھانا پڑے گی۔ امور تشریعیہ کے علاوہ امور تکوینیہ یعنی فقر و فاقہ طرح طرح کی مصیبتیں۔ مصیبتوں کی پھر دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ قدرتی مصیبتیں پہنچتی ہیں جیسے کوئی بیماری آ گئی یا خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو گیا۔ دوسری قسم یہ کہ کبھی کسی انسان سے تکلیف پہنچ سکتی ہے، مثلاً کسی کے ساتھ رشتہ قائم کیا وہ ہر وقت لڑتا جھگڑتا رہے۔ ایک عجیب ملفوظ بھی سُن لیجیے، ایک مولانا صاحب نے مجھے اپنے خسر صاحب کا ملفوظ بتایا، کہتے ہیں کہ ہمارے خسر یہ کہتے ہیں کہ داماد جیسا بھی تلاش کرلو، تلاش کرتے کرتے کئی سال لگادو پھر بھی جب ملتا ہے تو کنجر کا کنجر ہی ملتا ہے۔ میں نے ان مولانا صاحب سے کہا کہ آپ کے خسر نے سب سے پہلا کنجر تو آپ کو ہی بنادیا اس لیے کہ آپ بھی تو اس کے داماد ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ اس نے نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے ابا کو بھی کنجر کہہ دیا، آپ کو شرم نہیں آتی؟ آپ اپنے خسر سے پوچھیں کہ وہ کیوں آپ کو کنجر کا بیٹا کنجر کہہ رہے ہیں؟ تو یہ معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ انسان کو تو مشقت میں پیدا کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ

مشقت میں پیدا کرنے کے سارے مطلب لے لیں۔ شریعت کے احکام پر عمل

کرنے میں بھی مشقت اٹھانا پڑے گی، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑنے میں، دوسروں کو بچانے میں آپ کو مشقت اٹھانا پڑے گی، دوسروں کو تبلیغ کرنے میں، نافرمانیوں سے روکنے میں آپ کو مشقت اٹھانا پڑے گی۔ اسی طرح سے دوسری مصیبتوں میں بھی مشقت اٹھانا پڑے گی خواہ وہ کسی انسان کی طرف سے ہوں یا قدرتی طور پر جیسے کوئی بیمار ہوگیا یا کسی حادثے میں زخمی ہوگیا یا معذور ہوگیا۔ وہ تکالیف جن میں بظاہر کسی انسان کا دخل نہیں ہوتا ان پر لوگ صبر کرلیتے ہیں مگر کسی انسان سے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس میں یہ نہیں سوچتے کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس کے دل میں کس نے ڈالا کہ اسے تکلیف پہنچاؤ؟ اگر کوئی آپ کو تکلیف پہنچا رہا ہے تو سب سے پہلی بات یہ سوچیں کہ اس کے دل میں ڈالا کس نے کہ اسے تکلیف پہنچاؤ، وہ تو اللہ تعالیٰ نے ڈالا ہے۔ پھر دوسرے درجہ میں اسے قدرت کس نے دی؟ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دی۔ جب اللہ نے اس کے دل میں ڈالا، اللہ ہی نے اسے قدرت دی تو اسے منجانب اللہ کیوں نہیں سمجھتے؟ اگر اپنی کوئی غلطی ہے تو اس سے توبہ کریں اپنی اصلاح کریں اور اگر غلطی نہیں، توبہ کرتے رہتے ہیں، گناہوں سے بچتے رہتے ہیں تو یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات بلند کرنے کے لیے یہ معاملہ کردیا، اس میں آپ کا فائدہ ہے درجات بلند ہو رہے ہیں۔

مصیبت پر شکر کی عادت ڈالیں:

دنیا میں بڑی سے بڑی تکلیفیں ہیں، ہر تکلیف سے بڑھ کر دوسری تکلیف اور اس سے بڑھ کر دوسری تکلیف ہے۔ اپنی تکلیفوں کو دیکھنے سوچنے کی بجائے دنیا کے حالات کو دیکھیں کہ دوسرے لوگ کتنی بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ بڑی سے بڑی تکلیف ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس سے بھی بڑی تکلیفیں ہیں الحمد للہ! مجھ پر بڑی مصیبت نہیں آئی یہ پھر بھی چھوٹی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی بھی تکلیف پہنچے تو تین شکر لازم

ہو جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ الحمدللہ! دنیوی تکلیف ہے دینی نہیں۔ خدانخواستہ دینی نقصان ہوتا تو کتنا بڑا نقصان ہوتا۔ دنیوی نقصان تو آخرت کا ذخیرہ بنتا ہے اس پر الحمدللہ کہے۔ دوسری بات یہ کہ الحمدللہ! یہ تکلیف چھوٹی ہے، ذرا دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں کتنی بڑی بڑی مصیبتیں ہیں، الحمدللہ! اللہ نے بڑی مصیبت سے بچالیا چھوٹی مصیبت دی ہے۔ ارے ناشکرے! ناشکرے!! ناشکرے!!! تجھے چھوٹی مصیبت پر صبر نہیں ہو پاتا اگر اللہ تعالیٰ اس ناشکری کے بدلے میں تجھ پر کوئی بہت بڑا عذاب ڈال دیں پھر کیا بنے گا؟

ایک خاتون ہر وقت پریشان رہتی تھی بار بار اپنے حالات میں یہی بتاتی کہ یہ پریشانی، یہ پریشانی، یہ پریشانی۔ میں نے اس سے کہا کہ بہت ناشکری ہو، اللہ کی نعمتیں نہیں سوچتیں، ہر وقت مصیبتیں ہی سوچتی رہتی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے حالات میں بتایا کہ میں نے بہت موٹے الفاظ میں کاغذ پر لکھا ''او ناشکری'' یہ لکھ کر سامنے دیوار پر لگا دیا اسے دیکھتی رہتی ہوں اس سے اتنا سکون ملا، اتنا سکون ملا کہ دل سرور سے بھر گیا سارے غم جاتے رہے۔ یہ تو ناشکری کی باتیں ہیں کہ انسان یہ سوچتا رہے کہ یہ تکلیف ہے، یہ تکلیف ہے جبکہ اللہ کے احسان اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بہت زیادہ ہیں:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝
(۱۴-۳۴)

ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار میں نہیں لا سکتے، بے شک انسان بہت ہی بے انصاف اور بہت ہی ناشکرا ہے''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بتا رہا تھا، تیسری بات یہ کہ الحمدللہ! جزع وفزع نہیں، انسان تکلیف پر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، چیخے چلائے نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے، تو اسے کہتے ہیں کہ جزع وفزع سے بچ گیا۔ جزع وفزع کے معنی ہیں بے صبری کا مظاہرہ کرنا، خواہ زبان سے بے صبری کے کلمات ادا کرے یا دل میں ایسے

خیالات لائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی تکلیف پر جزع وفزع سے محفوظ رکھے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جزع وفزع سے بچالیا، رضا بر قضا کی دولت عطا فرمادی۔

اللہ کے حکم پر جان بھی قربان:

ان چیزوں کو سوچ کر حالات جو کچھ بھی ہوں ان پر صبر کیا جائے اور پھر ایک جملہ دوبارہ لوٹا دوں کہ کتنی بڑی مصیبت آجائے یہ سوچ کر کہ میں نے تو کام کیا ہے اللہ کے قانون کے مطابق، اب جو گزرتی ہے گزرے۔ اللہ کے حکم پر تو جان بھی دینے کے لیے تیار رہیں، اگر تھوڑی بہت مصیبتیں آجائیں تو کیا ہوا، خندہ پیشانی سے مصیبتوں کو برداشت کرے اور اجر کی توقع رکھتے ہوئے جو کچھ بھی ہوتا ہے ان پر صبر کرے، مسلمان کا حال یہ ہونا چاہیے۔ اور اگر اللہ کے قانون کے خلاف کام کیا وہ شرطیں جو پہلے بتائی ہیں ان کے مطابق عمل نہیں کیا پھر اگر بہت خوش بھی نظر آرہا ہو تو ایسی خوشی کا کیا فائدہ جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں جہنم ہو؟ اللہ کی رضا کے مطابق رہنے سے بڑی سے بڑی تکلیف بھی رحمت ہے اور اللہ کی رضا کے خلاف کرنے سے بڑی سے بڑی خوشی بھی عذاب ہے، یہ یقین کرلیں۔ اگر کسی نے کوئی معاملہ کرلیا، شادی کا یا کوئی دوسرا اور اس میں ان شرطوں کی رعایت نہیں کی پھر بعد میں جب کچھ عذاب آیا بیوی مل گئی کرچھلی چلانے والی یا داماد ایسا کنجر کا کنجر مل گیا پھر اسے بعد میں عقل آئی تو اسے سلجھانے کا کیا طریقہ ہے کہ توبہ کرلے، یا اللہ! شروع میں ہم نے دین داری کو مقدم نہیں رکھا، ہم نے دین دار لوگوں سے مشورے نہیں کیے، ہم نے عورتوں سے مشورے کرکے کام کرلیے، ہم نے سنت کے مطابق استخارہ نہیں کیا، ہماری یہ نالائقیاں ہیں، نافرمانیاں ہیں انہیں معاف فرمادے اور آیندہ کے لیے ہماری حفاظت فرما تو اس لمحے تک جو حالات اس کے لیے عذاب تھے اللہ تعالیٰ انہیں رحمت سے بدل دے گا، چاہے بظاہر حالات اچھے نہ ہوں مگر یہ تکلیف اس کے لیے آخرت کی نعمتوں میں ترقی کا ذریعہ بن جائے گی اور سب

سے بڑھ کر یہ کہ اس کا دل مطمئن رہے گا۔

اگر عورتوں کے مشورے سے رشتہ کیا ہے تو اس کے بعد پیدا ہونے والے اختلافات اور لڑائی جھگڑے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے اور اگر مردوں کے مشورے سے اصول شرعیہ کے مطابق رشتہ کیا ہو تو اس کے بعد اگر اختلافات پیدا ہوگئے اور کسی کو کسی سے تکلیف پہنچی تو اس پر صبر کرنے میں اجر ہے اس لیے یہ تکلیف اس کے لیے رحمت ہے۔

اولاد کی تربیت کا اصول:

اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی یہی اصول ہے۔ کسی نے فون پر بتایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر بچوں پر پابندی لگاتے ہیں تو بچوں کا ذہن بند ہو جاتا ہے، وہ بگڑ جاتے ہیں اور اگر بچوں کو آزادی دی جائے تو ان کا ذہن کھل جاتا ہے، پھر وہ جو فون پر بات کر رہے تھے کہنے لگے کہ ہمارا تجربہ بھی یہی ہے۔ ایسے لوگ اپنے تجربے بھی بتاتے ہیں، بچوں کو آزادی دے دو کہ جو چاہو کرتے پھرو تو ایسے کرنے سے بچے سدھر جاتے ہیں، خوب پھلتے پھولتے ہیں اور اگر روک ٹوک کرتے ہیں تو بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اللہ کا قانون کہ بچوں پر پابندی رکھو۔ اللہ کے قانون پر عمل کرتے ہوئے اگر آپ کا بچہ خدانخواستہ کافر بھی ہوگیا، فاسق فاجر ہوگیا، ڈاکو بن گیا، کچھ بھی بن گیا آخرت میں آپ کے پاس جواب موجود ہے کہ یا اللہ! میں نے تیرے قانون کے مطابق عمل کیا، آگے اس میں اثر رکھنا یا نہ رکھنا وہ تیری طرف سے تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو مسلمان نہیں کر سکے، بیوی کو مسلمان نہیں کر سکے، لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو مسلمان نہیں کر سکے، ابراہیم علیہ السلام اپنے ابا کو مسلمان نہیں کر سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو مسلمان نہیں کر سکے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نبی کی تربیت میں کوئی نقص تھا؟ تربیت میں نقص نہیں، دُعاء میں نقص نہیں، کوشش میں نقص نہیں، اللہ

تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتے ہیں۔ اگر بچوں پر پورے طور پر شریعت کے مطابق پابندی بھی، دُعائیں بھی اور اپنی ہمت پر نظر کی بجائے اللہ پر نظر رکھیں کہ ہم تو حکم کے بندے ہیں اللہ کے حکم کی تعمیل کررہے ہیں، نظر رہے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر، اس کے بعد اولاد کتنی بھی بگڑ جائے قیامت کے روز آپ کے پاس جواب موجود ہے کہ یا اللہ! ہم نے تو تیرے حکم کے مطابق عمل کیا آگے ہدایت تو تیرے اختیار میں تھی۔ اور اگر معاملہ ہو گیا اُلٹا، ڈھیل دو جی بچوں کو ڈھیل دو، کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی پابندی نہیں، حدود شرعیہ کا کوئی لحاظ نہ رکھا اور اس کے بعد وہ بن گیا ولی اللہ، وہ فضیل بن عیاض بن گیا، بہت بڑا ولی اللہ بن گیا پھر بھی قیامت میں گردن تمہاری پکڑی جائے گی کہ اس کا صالح بننا تو ہماری دستگیری سے ہے، نالائق! تو نے اولاد کی صحیح تربیت کیوں نہ کی، روک ٹوک کیوں نہیں کرتا تھا؟ بوقتِ ضرورت مناسب سزا کیوں نہیں دیتا تھا؟ نگرانی کیوں نہیں کی؟ وہ ولی اللہ بن گیا ہمارا کرم ہو گیا تجھے تو غفلت پر سزا ملے گی، لے جائیں گے جہنم میں کھینچ کر، تو نے اپنا فرض کیوں ادا نہیں کیا؟ ؎

فموسی الذی ربّٰہ فرعون مرسلٌ
وموسی الذی ربّٰہ جبریل کافرٌ

ترجمہ: ''وہ موسیٰ جن کی پرورش فرعون نے کی وہ رسول بنے اور وہ موسیٰ جس کی پرورش جبریل نے کی وہ کافر ہوا''

سامری کا نام بھی موسیٰ تھا اور اس کی پرورش کی جبریل علیہ السلام نے وہ تو اتنا بڑا کافر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی فرعون نے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بنا دیا رسول۔ کوئی کیا بنے گا کیا نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، مقدرات میں سے ہے، بندے کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل کرے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قوانین الٰہیہ پر عمل:

جب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے اسی زمانے

میں قصبے کے ایک بااثر شخص نے یہ مطالبہ کیا کہ اسے بھی دارالعلوم کا رُکن بنایا جائے۔ وہ اہلِ ثروت میں سے تھا اور صاحبِ اثر تھا لیکن وہ رُکن بنانے کے لائق نہیں تھا کیونکہ شریر اور بے دین تھا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے رُکن نہیں بنا رہے تھے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا کہ میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ اسے رکن بنالیں تو اچھا ہے، اس لیے کہ اگر اسے رُکن بنا بھی لیا تو اس کی سُنے گا کون کیونکہ اکثریت تو ہماری ہے فیصلہ تو وہی ہوگا جو ہم لوگ کریں گے، لہٰذا اس کے شر سے بچنے کے لیے اسے رُکن بنالیں اور اگر نہیں بناتے تو چونکہ یہ بااثر ہے اس دارالعلوم کو نقصان پہنچائے گا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب سنیے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفقہ اور ان کی بصیرت ایسی ہے کہ ماضی قریب میں اس کی مثال نہیں ملتی اور یہ بھی سمجھ لیں کہ دیوبندیت نام ہے ہی حضرت گنگوہی کا، جتنی بنیادانہوں نے رکھی دوسرا کوئی ان کے ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تربیت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی، یہ سارا مصالحہ ان ہی کا لگایا ہوا ہے۔

اب جواب سنیے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں بناؤں گا اسے رُکن، کیوں؟ اس لیے کہ اگر اسے رُکن نہ بنایا اور پھر فرض کر لیجیے کہ دارالعلوم کو نقصان پہنچا تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ دارالعلوم بند ہوجائے گا، یہی ہوگا نا اور کیا ہوگا؟ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو میرے پاس یہ جواب ہوگا کہ تو نے نہیں چلایا میں کیا کرتا میں تو تیرے حکم کا بندہ ہوں میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اور اگر میں نے اسے رُکن بنالیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوا کہ نالائق کو کیوں رُکن بنایا؟ اگرچہ دارالعلوم کتنی ہی ترقی کرجائے مگر یہ سوال ہوگیا کہ نالائق کو رُکن کیوں بنایا تو میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، جانا پڑے گا جہنم میں، اس لیے دارالعلوم رہے یا نہ رہے نالائق کو ہرگز رُکن نہیں بناؤں گا۔ یہ جواب دیا، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کیسی ہوئی کہ وہ چیختا چلاتا رہ گیا دارالعلوم کو برابر ترقی پہ ترقی ہوتی چلی گئی۔

یہ مثال بھی اسی لیے دی کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق عمل کرنے کے بعد پھر کچھ بھی حالات پیش آئیں اسی میں بندے کی بہتری ہے۔ دین داری کو مقدم رکھیں پھر استشارہ، جو اس کی شرطیں بتائیں ان پر عمل کریں، اور استخارہ بھی کرلیں اور پھر:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: (جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں)

غزوۂ اُحد میں استشارہ کی ایک مثال:

اس کی ایک مثال بھی بتادوں، غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے استشارہ کیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلیں یا اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہیں اور جو تجربہ کار حضرات تھے ان کی بھی یہی رائے تھی کہ اندر ہی رہیں تو دفاع زیادہ مستحکم ہوگا لیکن کچھ جوشیلے نوجوانوں نے کہا کہ نہیں باہر نکل کر کافروں کا مقابلہ کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جوشیلے نوجوانوں کی رائے کو قبول فرمالیا تو یہ حکم ہوا:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

استشارہ کے بعد جب آپ نے ایک کام کرلیا، پکا ارادہ کرلیا تو جو گزرتا ہے گزرنے دو۔ ستّر صحابہ شہید ہوئے ستّر! کتنا بڑا المیہ کتنا بڑا حادثہ، مگر جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے، جب آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق کام کیا تو نتیجہ کچھ بھی ہو ہر حال میں اللہ پر بھروسا رکھیں مطمئن رہیں۔

ایمان کا تقاضا:

تقاضائے ایمان تو یہ ہے کہ مرتے ہیں تو اللہ کی رضا کے مطابق، زندہ رہتے ہیں تو

اللہ کی رضا کے مطابق، نفع ہوتا ہے تو اللہ کی رضا کے مطابق، نقصان ہوتا ہے تو اللہ کی رضا کے مطابق، دراصل وہ نقصان تو ہے ہی نہیں تمہاری نظریں اسے نقصان سمجھ رہی ہیں۔ غرض یہ کہ پھر ذرا برابر بھی تردد نہیں رہنا چاہیے۔

ایک تو یہ کہ ان شرائط کے مطابق کام کرنے کے بعد تردد نہیں ہونا چاہیے کہ کام کریں یا نہ کریں:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ

ہمت کر کے جدھر کو رجحان ہو کام کر ڈالیں زیادہ سوچتے نہ رہیں اور کام کرنے کے بعد پھر اس کا جو بھی نتیجہ ہو اس پر بھی تردد نہ کریں کہ اگر نہ کرتے تو ایسا ہو جاتا اور کر لیتے تو ایسا ہو جاتا، ایسی چیزیں ایمان کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔

اس طرح کے قصے بہت سامنے آتے رہتے ہیں اس لیے آج رات بھی خیال ہو رہا تھا کہ اس بارے میں یا تو کوئی مضمون لکھوں یا کیسٹ میں بھر دوں اور عصر کی نماز کے بعد خیال آیا کہ چلیے آج اسی پر بیان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن صحیح معنی میں اپنی مرضی کے مطابق بنالیں، تمام مسلمانوں کو مکمل طور پر دین دار بنالیں اور دین دار بننے کے بعد جو حالات بھی گزریں خواہ بظاہر اچھے ہوں یا برے ان تمام حالات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علٰی عبدک ورسولک محمد
وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

نماز میں مردوں کی غفلتیں

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ نماز میں مردوں کی غفلتیں

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نماز عصر

بتاریخ: ☜ ۸ ؍ رجب ۱۴۱۶ ھ

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

نماز میں مردوں کی غفلتیں

(۸/رجب ۱۴۱۶ھ)

تنبیہ: یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰاكِعِيْنَ ○ صدق اللّٰه العظيم (۲-۴۳)

مسجد میں صف بندی کا طریقہ:

اس مسجد میں پہلی بار جب کوئی صاحب آتے ہیں تو وہ یہاں کے دستور سے واقف نہیں ہوتے اس لیے انہیں تھوڑی سی بات سمجھانے کی ضرورت پیش آتی ہے، محبت سے

سمجھایا جاتا ہے ویسے بات تو محبت ہی سے سمجھ میں آتی ہے۔اس مسجد میں ایک دستور ہے وہ یہ کہ مسجد میں جو صفیں بنیں۔پہلی صف،دوسری،تیسری اور ایسے ہی امام کے قریب اور محراب کے سامنے تو ان صفوں کی ترتیب اس طرح سے ہو کہ سب سے مقدم قبلے کی طرف کو سب سے پہلے علماء وصلحاء کی صفیں ہوں،اندر سے دل کس کا صالح ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے دیکھنے میں صورت صالحین کی ہو نیک لوگوں کی صورت ہو۔یہاں اس مسجد میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ایسے صفیں بنائیں،کئی برسوں سے میں اس کا اہتمام کرواتا ہوں مگر ابھی یہاں کے نمازیوں کو اس کی پکی عادت نہیں پڑی یہ بات اس طرح معلوم ہوئی کہ میں جب کبھی باہر چلا جاتا ہوں ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد سفر سے واپس آتا ہوں تو یہاں پھر وہی قصہ ہوتا ہے،کوئی کہیں کھڑا ہو رہا ہے کوئی کہیں کھڑا ہو رہا ہے پھر مجھے کچھ بتانا پڑتا ہے،بیٹو!صاحبزادو!برخوردارو!صفیں درست کرو محبت سے پھر کہنا پڑتا ہے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے جو نمازی حضرات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رعایت نہیں کرتے،اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت نہیں کرتے، میری رعایت کرتے ہیں،میری وجہ سے کرتے ہیں اس لیے میں مسجد میں ہوں یا نہ ہوں اور مسجد میں بھی آخر کب تک رہوں گا کبھی تو وطن جانا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ نہایت شوق سے وطن جائیں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ ؎

خرم آن روز کزیں منزل ویراں بروم
راحت جان طلبم وزپئے جاناں بروم

ترجمہ:جس دن میں اس ویران گھر سے روانہ ہوں گا وہ دن میری خوشی کا دن ہوگا۔اپنی روح کو آرام دوں گا اور اپنے محبوب کے لیے روانہ ہوں گا۔

کتنا مزے کا دن ہوگا جب مسافر خانے سے وطن جائیں گے،ان شاء اللہ تعالیٰ انسان کی زندگی کب تک ہے ایک تو یہ سوچا کریں،میرے بارے میں کہ اس کی زندگی کب تک ہے اگر آپ شریعت کے احکام پر عمل کرتے رہے میرے کہنے سے تو میری زندگی

کب تک؟ دوسری بات یہ کہ شریعت کے احکام اس مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں دوسری مسجدوں میں بھی شریعت کے احکام کو جاری کرنے کی اپنی سی کوشش جتنی ہو سکے کرتے رہیں، لوگوں میں انتشار پیدا نہ ہو، محبت سے آرام سے جتنا کچھ سمجھایا جا سکے کہا جائے۔

دین کی بات کہنے کے دو طریقے:

نئے لوگوں میں ناواقف لوگوں میں دین کی بات کہنے کے طریقے دو ہیں ایک تو یہ کہ بغیر کسی قسم کے خاص تعارف کے، بغیر نفوذ اور اثر و رسوخ کے ایسی بات کہہ دی جس کا علم عام مسلمانوں کو نہیں وہ تو فتنہ پیدا ہوگا لوگ لڑیں گے کہ یہ کیا کہہ دیا فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ دو تین سال پہلے کی بات ہے مدینہ منورہ میں ایک صاحب نماز میں ہاتھ بہت ہلا رہے تھے۔ سعودیہ میں لوگ نماز میں ہاتھ بہت زیادہ ہلاتے ہیں شاید حرمین شریفین کی برکت سمجھتے ہوں گے اس لیے حرکت کرتے رہو حرکت، قصہ لمبا ہے مختصر کرتا ہوں میں نے ان سے کہا کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلایا کریں آپ لوگ نماز میں ہاتھ کیوں ہلاتے ہیں؟ وہ صاحب سمجھ دار تھے معلوم ہوا کہ عالم بھی ہیں انہوں نے کہہ دیا بس جب انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اسے چوب دیتا ہے انگلی دیتا ہے شیطان اس کی نماز کو خراب کرتا ہے تسلیم کر لیا بلکہ ایک حدیث بھی پڑھ دی نماز میں ہاتھ ہلانے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو نماز میں ہاتھ پاؤں نہ ہلاتا، نماز میں ہاتھ پاؤں ہلانا اس کی دلیل ہے کہ دل میں خشوع نہیں اللہ کی محبت سے دل خالی ہے اس کا قالب، یعنی بدن تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے مگر اس کا دل کسی بازار کی سیر کر رہا ہے وہ کسی مارکیٹ کے چکر لگا رہا ہے دل اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں۔ انہوں نے حدیث بھی بتا دی۔ پھر دیکھیے میں نے انہیں کیسے تبلیغ کی؟ میں نے ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ بھی تو بہت ہاتھ ہلاتے ہیں تو آپ نہ ہلایا کریں ایسے نہیں کہا بلکہ میں نے ان سے یہ کہا کہ یہاں لوگ نماز میں ہاتھ بہت ہلاتے ہیں آپ لوگوں کو

روکا کریں مقصد یہ تھا کہ جب دوسروں کوروکیں گےتو خود بھی تو سوچیں گے اپنے بارے میں کہ میں کیوں ہلاتا ہوں میں نے انہیں یوں تبلیغ کی کہ آپ لوگوں کوروکا کریں کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلائیں، تبلیغ کا فرض اداءکریں اس پرانہوں نے جواب دیا کہ کسی کو ہدایت کی بات کہی جائے تو بعض لوگ تو مان لیتے ہیں اور بعض ایسے ناراض ہوتے ہیں جیسے آپ نے اسے لٹھ لگا دیا ہو ایسے ناراض ہوتے ہیں۔اس قصے کوتو گزر گئے دوتین سال اب اس باراس کا ایک مشاہدہ بھی ہوگیا وہ اس طرح کہ مسجدِ حرام میں ایک شیخ جوعمر کے لحاظ سے بھی شیخ،علم اور منصب کے لحاظ سے بھی شیخ نظر آتے تھے، بڈھا بہت بنا ٹھنا بہت ہی شودار بڈھا جسمانی لحاظ سے بھی اچھا خاصا فربہ چہرے پر چمک دمک،خوب خوب چمک دمک والا بڈھا تھا بڑا بھڑکیلا اور بہت قیمتی لباس، ڈاڑھی کوبھی تیل لگا کر خوب چمکایا ہوا تھا میں نے دیکھا وہ نماز میں ہاتھ بہت ہلا رہے ہیں تو مجھے خیال آ گیا کہ ماشاء اللہ دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی عالم ہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صوفی ہیں، بہت بڑے ولی اللہ ہیں، دُعاء بھی انہوں نے شروع کی تو بہت لمبی دُعاء، بہت لمبی تو یہ تو کہیں پہنچا ہی ہوا ہے، بہت بڑا ولی اللہ ہے اس لیے مجھے اور خیال ہوا کہ بے چارے کی نمازیں ضائع جارہی ہیں ایسے شخص سے تو اور بھی زیادہ محبت سے بات کی جائے۔ میں ان سے کہہ بیٹھا محبت سے،نرمی سے،عربی میں کہا کہ آپ نماز میں ہاتھ بہت ہلاتے ہیں نماز میں ہاتھ نہ ہلایا کریں،بات ایسے شروع کیا کرتا ہوں کہ نماز میں ہاتھ ہلانا فرض ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے؟ کیا ہے؟ مطلب یہ کہ کچھ تو بتائے گا کہ فرض واجب مستحب تو ہے نہیں پھر کیوں ہلاتے ہو ایسے ہلاتے ہو جیسے کوئی بہت بڑا فرض ہو،اس سے جو میں نے پوچھا تو وہ بڈھا تو ایسے ہی نکلا جیسے ایک دوسال پہلے مسجد نبوی میں کسی نے کہا تھا کہ بعض لوگوں کو ہدایت کی بات کہیں تو وہ ایسے بگڑتے ہیں جیسے اسے لٹھ مار دیا تو یہ بابا تو ایسا نکلا بظاہر دیکھنے میں خواجہ خضر نظر آ رہا تھا میں تو اسے لٹھ کیا مارتا وہ قریب تھا کہ مجھے لٹھ مارے بڑا ناراض ہوا بہت ناراض بہت کچھ نہ پوچھیے میں خاموش کہ اسے کیا

کھوں مسجد حرام میں ہے بیت اللہ سامنے ہے۔ کسی چیز کا، اس کے دل میں احترام نہیں، اس نے مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا، تین ڈانٹیں اس نے مجھے پلائیں غنیمت ہے کہ لٹھ نہیں مار دیا ایک تو یہ کہ یہاں کے امام صاحب ہاتھ بہت ہلاتے ہیں اگر ہاتھ ہلانے سے نماز نہیں ہوتی تو آپ نے ان کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی ہیں سب لوٹائیں آپ کی کوئی نماز نہیں ہوئی بڑے جوش سے کہا کہ آپ کی کوئی نماز نہیں ہوئی اس لیے کہ امام صاحب تو بہت ہاتھ ہلاتے ہیں ایک اعتراض تو یہ کیا انہوں نے، دوسرا اعتراض یہ کیا کہ آپ کی یہ جو لنگی ہے یہ ریشمی ہے، ریشم کے کپڑے میں مرد کی نماز نہیں ہوتی آپ کی کوئی نماز نہیں ہوتی، تیسرا یہ کہ جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو آپ اپنی نماز میں میری طرف دیکھ رہے تھے جبھی تو آپ کو پتا چلا کہ ہاتھ ہلا رہا ہوں آپ کی نماز نہیں ہوئی آپ نماز پڑھ رہے تھے یا مجھے دیکھ رہے تھے میں نے تو بڑی مشکل سے اس سے جان چھڑائی: ع

جواب جاہلاں باشد خموشی

مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے پیچھے میرے ساتھی بیٹھے ہوئے سارے حالات سن رہے تھے مجھے ادھر طواف میں جانے میں دیر ہو رہی تھی اس سے بڑی مشکل سے جان چھڑا کر میں تو وہاں سے اٹھ گیا بعد میں ایک افغانی مجاہد مولوی صاحب جو اپنے جاننے والوں میں سے تھے انہوں نے اسے پکڑ لیا تو وہ بھی افغانی تھا، یہ بھی افغانی تو لوہا لوہے کو کاٹے، ان لوگوں نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس مجاہد نے اس کی خوب خوب خبر لی، بہت ڈانٹا، بہت ڈانٹا پوچھا کہ تو عالم ہے یا جاہل ہے ویسے عالم تو نظر نہیں آتا اس لیے کہ تجھے بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جاہل ہے اور پھر جاہل ہو کر علماء سے ایسی گستاخی؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں میں تو پوچھنا چاہتا تھا اور میں تو استفادہ کرنا چاہتا تھا کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا تو خیر اس نے بہت ڈانٹا کہ ایسے پوچھا جاتا ہے بڑا نالائق ہے اس پر بات یاد آ گئی کہ کسی سے ہدایت کی بات کہیں تو کوئی تو مان لیتا ہے اور کوئی تو ایسے کہ جیسے لٹھ مار دیا اس لیے بتا رہا ہوں کہ جہاں پہلے سے اثر و رسوخ، نفوذ، اچھی خاصی

محبت اور تعاون نہ ہو تو خصوصی خطاب سے کسی کا عیب اسے نہ بتائیں وہ مانے گا نہیں ایسے لڑائی جھگڑا کرے گا جیسے لٹھ مار دیا۔

گونگے شیطان نہ بنیں:

دوسری صورت یہ کہ بالکل خاموش بھی نہ رہیں کہ کچھ کہو ہی نہیں، گونگے شیطان ہی بنے رہو کہنا ہی چھوڑ دیں ایسے بھی نہیں ایسے ذرا سی چلتی سی بات کہہ دیا کریں ہلکی سی جسے کہتے ہیں کہ ایسے ہی شوشہ چھوڑ دیا پھر اگر وہ کہے کہ نہیں ایسے نہیں، ایسے نہیں، ایسے نہیں تو آپ زیادہ نہ بولیں بحث مباحثہ نہ کریں بس اتنا کہہ دیں کہ بھائی علماء سے پوچھ لو دوسری بار پھر یہ کہہ دیں کہ علماء سے پوچھ لو تیسرا جملہ بالکل نہ بولیں پھر کان دبا کر وہاں بیٹھے رہیں گویا کہ آپ سُن ہی نہ رہے ہوں، اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو بات دنیا میں کبھی کسی کان نے سنی ہی نہیں تو آج ایک کان نے تو سن لی، ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کے سامنے قبول نہ کرے، ردوقدح کرے اعتراض کرے مگر کان میں ایک بات پڑ گئی شاید وہ بعد میں سوچے، شاید بعد میں سوچنے کی توفیق ہو جائے اور اسے ہدایت ہو جائے اور اگر نہیں سوچے گا تو تعجب سے کسی دوسرے کو ہی بتا دے گا کہ آج میں نے ایک مولوی کو دیکھا جو بڑی عجیب بات کہہ رہا تھا اس کے خیال میں تو عجیب ہی ہوگی، بڑی عجیب بات کہہ رہا تھا تو ہوسکتا ہے کہ پہلے کو ہدایت نہیں ہوئی، بات عجیب سمجھ کر دوسرے سے کہہ دی شاید دوسرے کو ہدایت ہو جائے پھر دوسرے نے عجیب سمجھ کر آگے چلا دی جتنے لوگ عجیب سمجھیں گے تو آگے چلائیں گے تو چلتے چلتے، چلتے چلتے دینی بات زیادہ کانوں تک جب پہنچے گی لوگوں کا تعجب ختم ہو جائے گا سنتے سنتے پھر وہ تعجب نہیں رہے گا اس لیے شوشہ چھوڑ دیا کریں کچھ نہ کچھ کہہ دیا کریں ایسے ہلکی پھلکی بات کہہ دیا کریں تو ایسے ہی مسجد میں کھڑے ہونے کے طریقے کیسے ہیں پہلی صف میں امام کے قریب علماء، پھر صلحاء کم سے کم جن کی صورت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت جیسی ہو۔

مسلمانوں کی دین سے غفلت:

یہ مسئلہ آپ حضرات یہاں تو سنتے رہتے ہیں اور کہیں کسی بھی مسجد میں چلے جائیں اگر کوئی یہ مسئلہ بیان کرے گا تو کہیں گے ارے ارے! یہ مسئلہ تو پہلی بار سنا ہے یہ کہاں سے نکال لیا تو بات یہ ہے کہ بتانے والے بتاتے نہیں، پوچھنے والے پوچھتے نہیں تو مسئلے کا علم ہو کیسے؟ بتانے والوں نے بتانا چھوڑ دیا پوچھنے والوں نے پوچھنا چھوڑ دیا یہ دین ہو گیا کسمپرسی میں کون بتائے کون پوچھے؟ اگر کوئی مسئلہ کسی کو بتایا جاتا ہے تو اتنے تعجب سے کہتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی سنا ہی نہیں یوں لگتا ہے کہ جیسے اللہ کے بندے کا خاندان بیس پشتوں سے علماء کا خاندان ہو، بیس پشتوں سے تو علماء چلے آئے ہیں، پچیس پشتوں سے اولیاء چلے آئے اور اس نے بیس سال جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں پڑھا، سات سال کسی جامعہ میں پڑھایا، پچاس سال کسی خانقاہ میں رگڑائی کروائی رگڑائی، تو اس نے تو سنا ہی نہیں کبھی وہ ایسے کہہ دیتے ہیں گویا بہت بڑے بڑے علماء میں رہا، بہت بڑی بڑی خانقاہوں میں رہا، بہت بڑے بڑے اولیاء اللہ میں رہا پھر بھی اس نے تو سنا ہی نہیں یہ مسئلہ کدھر سے نکال لیا ایسے لوگوں کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

پیدا ہوئے تو کیا کہتے ہیں مینٹی ہسپتال میں جہاں عورتیں جا کر بچے جنتی ہیں (حاضرین میں سے کسی نے بتایا میٹرنٹی) اچھا پیدا ہوئے جا کر شیطان خانے میں میٹرنٹی میں جہاں چاروں طرف ننگی عورتیں اور مرد ہوتے ہیں، اس کے بعد جیسے بچہ تھوڑا تھوڑا بولنے لگا تو نرسری اسکول میں ڈال دیا جہاں سارے شیطان کے انڈے بچے، ذرا اور ہوش سنبھالا تو کسی اور اسکول میں پھر کالج میں ڈال دیا جہاں سارے ہی شیطان کے بندے، رحمٰن کا بندہ کوئی ایک بھی تلاش کرنے پر بھی نہ ملے تو وہاں رہ رہ کر پھر اس کے

بعد کہیں ملازمت اختیار کر لی کسی صاحب کے دفتر میں ۔ پھر اگر اسے کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو بڑے تعجب سے کہتا ہے اچھا! یہ تو ہم نے کبھی سنا ہی نہیں ارے واہ! علامۂ دوران تو نے کبھی یہ مسئلہ سنا ہی نہیں شاباش اتنا بڑا علامہ تو نے یہ مسئلہ سنا ہی نہیں ۔

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

مسجد میں کسی کے لیے جگہ رکھنا:

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کو مسائل کا بہت احساس ہے بہت زیادہ، کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، اللہ کا قانون، اللہ کے بندوں کو اللہ کا قانون جاننے کی فکر رہتی ہے، اللہ احکم الحاکمین ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون معلوم نہیں کرتے وہ دین کے کتنے بڑے دعوے کرتے رہیں وہ اللہ کو بغیر قانون کے سمجھتے ہیں، اللہ تو ہے مگر اس کا قانون کچھ نہیں یہ ان نیاؤ پور کے راجہ کی حکومت ہے۔ باتیں تو اللہ کی بہت کرتے ہیں بہت زیادہ باتیں، بہت بڑے دین دار بن گئے مگر ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کا قانون کچھ نہیں، بس ایسے ہی اللہ تو ہے اس کا قانون کچھ نہیں وہ بغیر قانون کے ہی حاکم ہے۔ میں بتا رہا تھا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کو اللہ تعالیٰ کے قانون کا بہت خیال رہتا ہے، بہت خیال۔ ابھی کچھ دن پہلے حکیم اختر صاحب کے ہاں مولانا جب تشریف لائے تو انہوں نے ایک بات دیکھی اس بارے میں مجھ سے پوچھنے کے لیے فرمایا، مجھ پر میرے اللہ کا ایک کرم یہ ہے کہ مولانا جیسے متصلب، اتنے پکے، دین میں اتنے پکے وہ مسئلہ پوچھتے ہیں تو مجھ سے پوچھتے ہیں، فرماتے ہیں جب تک یہ مسئلہ نہیں بتائے گا ساری دنیا کے مفتی بتاتے رہیں کسی کا کوئی اعتبار نہیں مسئلہ یہاں سے پوچھو۔ انہوں نے دیکھا کہ حکیم صاحب کے لیے پہلی صف میں امام کے قریب لوگ جگہ رکھ لیتے ہیں پہلے سے کہ وہ بعد میں آئیں تو پھر پہلی صف میں امام کے قریب کھڑے ہوتے ہیں انہیں دقت نہ ہو کسی کو

ہٹانا نہ پڑے تو مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ پہلی صف میں یا کہیں بھی کسی کے لیے جگہ محبوس کر کے رکھنا یہ تو جائز معلوم نہیں ہوتا، مسجد تو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جو آیا جہاں آیا بیٹھ گیا ایک شخص اپنے لیے جگہ رکھوائے یہ جائز نہیں معلوم ہوتا۔ حکیم صاحب نے جواب میں بتایا میرے بارے میں کہ میں نے اس سے پوچھ لیا ہے، حکیم صاحب کو بھی مولانا کی طرف سے تاکید ہے کہ جو مسئلہ پیش آئے یہاں سے پوچھا کرو۔ جب مولانا کو اس کا علم ہوا مولانا یہاں تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ آپ یہ مسئلہ لکھ دیں تاکہ دوسرے شہروں میں، دوسرے ملکوں میں مولانا تو بحمد اللہ تعالیٰ بہت دور دور ملکوں میں تشریف لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے کام لے رہے ہیں تو دوسرے علماء کو دکھانے میں سمجھانے میں ذرا آسانی رہے کیونکہ ایک نئی سی بات ہے، نئی سی بات اس لیے کہ نہ کوئی بتائے نہ کوئی پوچھے تو نئی تو ہوگی ہی، اس لیے فرمایا کہ وہ مسئلہ لکھ دیا جائے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ یہاں کتنا تحقیقی کام لے رہے ہیں میرے خیال میں مسئلہ بالکل واضح بہت واضح، دلائل سامنے مگر جیسے لکھنے کا حق ہے، اور حق جیسے دار الافتاء سے مسئلہ لکھا جاتا ہے اس کے مطابق لکھنے کے لیے ان مفتیوں کے ذمے لگایا تو اس مسئلے کو انہوں نے پورا کر کے دکھایا پانچ ہفتوں کے بعد، پانچ ہفتوں میں چار مفتی ہیں، پانچ ہفتوں میں وہ مسئلہ انہوں نے لکھا جب کہ ادھر سے اصرار ہوتا رہا کہ مسئلہ جلدی مل جائے ہر دوسرے تیسرے دن حکیم صاحب کا ٹیلی فون آرہا ہے، میں یہی جواب دیتا رہوں کہ وہ لکھا جارہا ہے، ہو جائے گا، پانچ ہفتوں میں لکھا اب وہ دلائل سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق کار، ایک دو نہیں کئی دلائل سے صاف کر کے لکھا وہی بات جو میں کئی سالوں سے کہہ رہا ہوں کہ امام کے قریب صف اول میں علماء کا حق ہے اور اتنا حق ہے کہ اگر کوئی دوسرا آکر بیٹھ جائے یا کھڑا ہو جائے پیچھے سے کوئی عالم آئے تو اسے پکڑ کر کھینچ کر پیچھے ہٹا دے کہ بھائی صاحب آپ کا مقام یہ ہے اور یہاں آگے جو ہے یہ اللہ تعالیٰ نے علماء اور اہل صلاح کا مقام رکھا ہے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے کیا کرتے تھے، بعض صحابہ سے ثابت ہے کہ پہلی صف سے کسی کو پکڑ کر پیچھے کر دیا نماز سے فارغ ہو کر اسے سمجھایا کہ بھائی! ناراض مت ہونا، صاحبزادے! ناراض مت ہونا بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہے، پھر اسے سمجھایا مسئلہ ہے، اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہاں یہ ہے کہ سامنے سامنے ایسے لوگ ہوں جن کی صورت سے یہ ثابت ہو کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت نہیں تم کم سے کم اتنا تو ہو سامنے کھڑا ہو، پہلی صف میں امام کے پیچھے، اللہ کے دربار میں جو پہنچے ہوئے ہیں تو سب سے آگے وہ جو اپنی صورت سے ظاہر کر رہا ہے اس کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے کھلا ہوا باغی، باغیوں کی صف پہلے اور اللہ کے بندوں کی صف پیچھے تو یہ طریقہ تو ٹھیک نہیں اس لیے باغی لوگ دائیں بائیں ذرا کچھ ہٹ جایا کریں صحیح صورت والوں کو سامنے کیا کریں، دُعاء بھی کر لیا کریں کہ یا اللہ! تو نے جن لوگوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت جیسی صورت بنانے کی توفیق عطاء فرمادی ان کی برکت سے ہمارے دلوں سے بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے جو نفرت ہے وہ نکال دے، محبت عطاء فرمادے، یہ دُعاء بھی کر لیا کریں۔

ڈاڑھی کے بارے میں خواب:

لوگ خواب کا بہت اعتبار کرتے ہیں آج ہی ایک شخص نے فون پر خواب پوچھا جو لوگ فون پر خواب پوچھتے ہیں میں ان سے یہ کہہ دیا کرتا ہوں کہ خواب کی تعبیر تو ایک ہی ہے کہ دنیا خواب ہے، بس یہی ہے اور کچھ نہیں، جائز ناجائز پوچھو، حلال حرام پوچھو، آپ کی بیداری کیسی ہے اسے دیکھو، خواب کا کیا ہے مگر اس نے یہ کہہ کر خواب کی تعبیر پوچھی کہ بہت ضروری ہے، تھوڑا سا ایک آدھ لفظ کہا تو میں سمجھ گیا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ خواب تو بتانے کا ہے، کہنے لگے خواب میں مجھے کوئی بزرگ ملے تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ تم

ڈاڑھی منڈا کر اپنی دنیا برباد کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کا عذاب مول لے رہے ہو، ڈاڑھی منڈا کر دنیا میں اللہ کا عذاب لے رہے ہو، کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں کسی نے بتایا، کسی نے بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، جب میں نے ان کی بات سنی تو ان سے کہا کہ اس خواب کی تعبیر تو ظاہر ہے اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، کیا اس کے پوچھنے کی کوئی ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے دل میں ہو نفرت اور پھر بچ جائے دنیا کے عذاب سے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کو جو خواب میں کسی نے تنبیہ کی تو اس کی تعبیر تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، یہ تو کسی انسان میں بال کی نوک کا ایک بٹا ارب حصہ بھی عقل ہو تو وہ بھی سمجھ سکتا ہے یا تو مسلمان نہ کہلائے، چھوڑ دو کون کہتا ہے کہ مسلمان بنو اور اگر کہلاتا ہے تو اس کا دعویٰ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، دعویٰ تو یہ کر رہا ہے جبکہ صورت سے بغاوت ظاہر کر رہا ہے کہ باغی ہے یہ تو باغی ہے، صورت سے ہی نفرت تو کہنے لگا معاذ اللہ! دل میں نفرت تو نہیں، تو میں نے کہا تیرے دل میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت نہیں تو تیری گردن پر کسی نے تلوار رکھی ہوئی ہے کہ ضرور ڈاڑھی منڈاؤ ورنہ تجھے قتل کروں گا؟ جواب میں کہتے ہیں کہ لوگ مذاق اُڑاتے ہیں، لوگوں کے مذاق اُڑانے سے بچنے کے لیے جاؤ جہنم میں۔

ناکو آگیا:

ایک ناک والا چلا گیا نکٹوں کی مجلس میں، بہت سے نکٹے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے جو اس کا مذاق اڑانا شروع کیا او ناکو آگیا، ناکو آگیا، یہ تھا ایسا ہی بہادر جیسا آج کل کا مسلمان، یہ برداشت نہیں کر سکا چاقو نکالا اور اپنی ناک کاٹ ڈالی، اسی طرح کوئی بہادر کہیں دارالافتاء میں پہنچ گیا اور کان میں بات پڑ گئی کہ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا بغاوت ہے، کھلی ہوئی بغاوت، علانیہ بغاوت، بغاوت ہے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی تو خیال آ گیا کہ بغاوت چھوڑ دوں، ڈاڑھی رکھ لی ابھی ذرا ذرا سی دوربین سے نظر آنے کے قابل ہوئی تو بیوی نے کہا ارے! یہ کدھر سے آ گیا جنگلی، بس ؎

اکبر دبے نہ تھے کبھی برٹش کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیگم کی نوج سے

وہ بیگم ہی اس کی ساری بہادری نکال کر رکھ دیتی ہے دوسروں کا تو کیا کہنا۔ یا اللہ! ہمارا کوئی کمال نہیں یا اللہ! تیری رحمت اور محض تیرا کرم ہے کہ تو نے مسلمانوں کے گھر میں ہمیں پیدا فرمایا اگر تو کسی ہندو کے گھر میں، بنیے کے گھر میں، چوڑھے کے گھر میں، چمار کے گھر میں، بھنگی کے گھر میں، سکھ کے گھر میں، عیسائی کے گھر میں، یہودی کے گھر میں پیدا کر دیتا تو کیا بنتا، ہمارے اختیار کی بات نہیں، تیرا کرم اور رحمت کہ تو نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اس رحمت کے صدقے سے تجھ سے دُعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو سچے اور پکے مسلمان بنا لے، تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے دلوں میں جو نفرت پیدا ہوگئی ہے، اس نفرت کو دلوں سے نکال کر اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے ہمارے دلوں کو منور فرمادے۔

نماز کے مسائل سے لاعلمی:

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نعمتِ اسلام نعمتِ ایمان کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے گھر میں پیدا فرمایا لیکن آج کے مسلمان نے اس کی قدر یہ کی کہ شریعت کے ایک ایک حکم سے غفلت برتتے ہیں، حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی ارکان سے متعلق مسائل کا بھی علم نہیں، نماز جو دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے مسلمانوں کو یہ نہیں معلوم کہ اس کا طریقہ کیا ہے، کتنی نمازیں غلط طریقے سے پڑھ کر پھر آخر میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو ساٹھ سال تک نمازیں ایسے ہی پڑھی ہیں اب کیا کریں؟ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ اب ہم کیا کریں، ساٹھ سال کی نمازیں! وہ قضا کریں اور کیا کریں۔

کہتے ہیں اتنی ساری نمازیں کیسے قضا ہوں گی؟ تو میں یہ بتاتا ہوں کہ روزانہ قضاء کرنا شروع کر دیں دُعاء بھی کرتے رہیں زیادہ سے زیادہ نمازیں قضا کرتے رہیں (کم وقت میں زیادہ نمازیں پڑھنے کا طریقہ جواہر الرشید جلد نمبر ۷، جوہر نمبر ۹۹ میں دیکھیں۔ جامع) ساتھ ساتھ یہ وصیت بھی کر دیں کہ اگر قضا کرنے سے پہلے مر گئے تو ثلث مال سے باقی نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے، یہ تین کام کر لیں پھر اگر نمازیں پوری کرنے سے پہلے ہی مر گئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے اور ان تین کاموں سے بھی پہلے یہ کہ توبہ کر لیں، اسلام کا ایسا موکد حکم، نماز جیسا معاملہ اس کے بارے میں یہ خبر نہیں کہ صحیح پڑھ بھی رہے ہیں یا نہیں۔

اگر نماز پڑھتے ہی نہیں تو ان کا تو قصہ ہی الگ ہے لیکن جو نمازی ہیں نماز پڑھتے ہیں اور نمازیں نہیں ہو رہیں۔ اور سنیے! کسی نے یہ بتایا کہ ہم فرض نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے رہے ہیں، دوسری سورت نہیں ملاتے۔ معلوم نہیں کتنی مدت گزر گئی فرض نمازوں میں بتایا یا شاید سنتوں میں بتایا، فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر، سنت اور نفل میں تو سب رکعتوں میں سورت ملانا فرض ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم تو سورت ملاتے ہی نہیں تھے، یہی سمجھتے رہے کہ سورۂ فاتحہ ہی کافی ہے۔ ارے! یہ جو نمازی لوگ ہیں نمازی، ان کا حال یہ ہے۔

کسی نے بتایا کہ وہ التحیات کے بارے میں یہ نہیں جانتے تھے کہ **واشهد ان محمدا عبدهٗ ورسوله** تک پڑھا جائے، کہتے ہیں کہ اب مجھے پتا چلا ہے ورنہ اس سے پہلے میں **والطيبت** تک ہی پڑھتا تھا، بڈھا ہونے کے بعد اب پتا چلا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ **التحيات والطيبت** پر ختم ہو جاتی ہے، اگر ایسا ہی ہے تو صرف التحیات ہی کہہ کر اٹھ جایا کریں، التحیات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عبدہ ورسولہ تک پڑھا جائے عام لوگ اسے التحیات کہتے ہیں اور فقہی اصطلاح میں کہا جاتا ہے ''تشہد'' دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کو قعدہ کہا جاتا ہے اور اس میں التحیات پڑھی جاتی ہے جو عبدہ

ورسولہ تک ہے اسے پڑھنے کو تشہد کہتے ہیں۔ نفلوں میں تو بہتر ہے کہ اگر چار رکعتوں کی نیت ہو تو تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیں، اس کے بعد دُعاء بھی پڑھیں پھر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں تو ثناء بھی پڑھیں، ثناء کے معنی **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک** یہ بھی پڑھیں۔ یہ بات سن کر تو بہت سے لوگ پریشان ہو گئے ہوں گے، لوگ کہتے ہیں کہ وہ تراویح میں چار چار رکعات کی نیت باندھتے ہیں تو جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھیں تو پھر دو رکعت کے بعد درود شریف بھی پڑھیں، دُعاء بھی پڑھیں اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں تو ثناء بھی پڑھیں، یہ سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو چار رکعت کی نیت باندھنے کا ارادہ اس لیے کیا تھا کہ ذرا سہولت ہو جائے گی یہ تو اور مصیبت پڑ گئی۔ چار چار رکعتیں پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ جو دو رکعت میں پڑھنا ہے وہی چار رکعتوں میں بھی پڑھنا ہے، کچھ چھوڑنا نہیں، بس فرق اتنا سا ہے کہ دو رکعت میں سہولت ہے کہ کچھ کام یا آرام کر سکتے ہیں اور اگر چار رکعتوں کی نیت کر لی تو مسلسل اسی میں بندھا ہوا ہے۔ یہ خوب یاد رکھیں کہ اگر چار رکعات نفل کی نیت باندھی تو اس میں دو رکعت کے بعد **اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** تک پڑھنے کا جو دستور ہو گیا ہے کہ یہاں تک پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ خلاف اولیٰ ہے، نماز تو ہو جائے گی مگر اجر کم ملے گا۔ مسنون طریقہ، مستحب طریقہ یہی ہے کہ تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھیں اس کے بعد دعاء بھی پڑھیں پھر تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہو کر ثناء بھی پڑھیں۔ البتہ فرائض میں یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد جب بیٹھیں گے تو **اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** یہیں تک پڑھیں گے، اس سے آگے پڑھنا جائز نہیں، اگر آگے عمداً یعنی جان بوجھ کر پڑھ لیا تو دو کام کرے، پہلا تو یہ کہ توبہ کرے کیوں گناہ کا کام کیا، دوسرا کام یہ کرے کہ نماز لوٹائے توبہ بھی کرے اور نماز بھی لوٹائے۔ اور اگر سہواً کر لیا یعنی بھول کر آگے پڑھ گیا تو جب یاد آئے کھڑا

ہو جائے اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرے۔ اگر کسی نے جان بوجھ کر تشہد سے آگے درود شریف بھی پڑھ لیا اور کہہ دیا کہ وہ تو ساٹھ سال سے پڑھ رہا ہے، جیسے میں نے ایک شخص کا قصہ بتایا کہ وہ سمجھتا تھا کہ التحیات شہادتین سے پہلے پہلے ہے تو خوب یاد رکھیں جہالت عذر نہیں کوئی ساٹھ سال تک پڑھے یا سو سال تک ساری عمر اسی طرح پڑھتا رہے اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوگی سب نمازیں لوٹائے۔ ارے! کیا کیا بتاؤں ع

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

ترجمہ: پورا بدن داغ داغ ہے کہاں کہاں پھایہ رکھوں

وضو نہیں ٹھہرتا:

یہ ہیں آج کے نمازیوں کے حالات انہیں یہی معلوم نہیں کہ کس حالت میں وضوء باقی ہے اور کس وقت وضو ٹوٹ گیا۔ ٹیلی فون پر جو لوگ مسائل پوچھتے ہیں تو اس میں ایک بات بہت زیادہ پوچھی جاتی ہے کہ وضو نہیں ٹھہرتا۔ پوچھتے رہتے ہیں کہ ہوا نکل جاتی ہے وضو نہیں ٹھہرتا، نماز کیسے پڑھیں؟ انہیں بتاتا ہوں کہ جلدی جلدی پڑھ لیا کریں، وضو جلدی جلدی کریں اور اس کے بعد نماز کے اندر جو فرض اور واجب چیزیں ہیں وہ پڑھیں سنت اور نفل چھوڑ دیں جلدی جلدی پڑھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وضو ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ پھر ہوا نکل جاتی ہے۔ دوسری شکایت یہ کرتے ہیں کہ قطرہ نکل جاتا ہے۔ کسی کی ہوا نکل جاتی ہے، کسی کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ یہ شکایات تو ٹیلی فون پر لوگ پوچھتے ہی رہتے ہیں۔ طبی اصول یہ ہے کہ اگر سادہ خشک خوراک ہو تو اس کی ہوا میں بدبو نہیں ہوتی اور اگر خوب بہتر سے بہتر مرغن کھانے کھائے جائیں تو اس کی انگیٹھی دھواں بہت دے گی بدبو بھی بہت سخت ہوگی۔ آج کل کا مسلمان کھائے بغیر تو رہتا نہیں، بار بار کھاتا رہتا ہے خاص طور پر آئس کریم اور کیک وغیرہ یہ چیزیں تو معدے کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں۔

بے پردگی کا وبال:

ایسے ہی بے پردگی کی وجہ سے لوگوں کے قطرے بھی بہت ٹپکتے ہیں۔ کیا بتاؤں کیسے کیسے قصے عبرت کے لیے بتاتا ہوں مگر معلوم نہیں کسی کو ہدایت ہوتی بھی ہے یا نہیں، یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ ایسی باتیں بتانے سے کہیں ریورس گیئر نہ لگ جائے۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ کہیں چشمے کی دکان پر ملازم ہے، عورتیں چشمہ لگوانے آتی ہیں بہت بن ٹھن کر، بہت ہی مزین ہوکر آتی ہیں، چشموں کے فریم وہ خود نہیں لگاتیں بلکہ ملازم لگاتا ہے وہ آئینے میں دیکھتی رہتی ہیں پھر جو فریم انہیں پسند آجائے خرید لیتی ہیں۔ اس شخص نے بتایا کہ وہ جب عورتوں کے فریم لگاتا ہے تو پانی نکل جاتا ہے تو اس صورت میں وضوٹوٹے گا یا نہیں؟ غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ اس قوم کا یہ حال ہے، دُعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنادیں۔ ہوائیں نکلتی ہیں زیادہ کھانے پینے سے، ایک بات تو یہ کہ ضرورت سے زیادہ کھاتے پیتے ہیں، دوسری بات یہ کہ دو خوراکوں کے درمیان وقفہ بہت کم رکھتے ہیں، تیسری بات یہ کہ مرغن غذائیں کھاتے ہیں جن میں روغن زیادہ ہو ایسی چیزیں زیادہ کھاتے ہیں ظاہر ہے کہ ان سے ہوا زیادہ پیدا ہوگی اور وہ زیادہ بدبودار بھی ہوگی۔

ایک خشک لقمے کی اہمیت:

ایک نسخہ یاد کرلیں، ارے! میں مفت میں نسخے بتاتا رہتا ہوں کوئی قدر نہیں کرتا ؎

علی الصباح یک لقمۂ خشک چبانا
بہتر ہے صد ہزار مسلَّم مرغ اُڑانا

صبح نہار منہ ایک خشک لقمہ کھالیں تو وہ صد ہزار مسلم مرغ کھانے سے بہتر ہے۔ سو ہزار کا ایک لاکھ ہوتا ہے یعنی ایک لاکھ مرغ مسلم۔ مرغ مسلم سمجھتے ہیں؟ یہ مرغ پکانے کا ایک نسخہ ہے مرغ کو سالم کا سالم پکاتے ہیں بوٹیاں نہیں کرتے، لوگ کہتے ہیں کہ بہت

مزے دار ہوتا ہے۔ ایک لاکھ مرغ مسلم کھانے سے اتنی طاقت نہیں آئے گی جتنی طاقت علی الصباح ایک خشک لقمہ چبانے سے آئے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کو کوئی خشک چیز تھوڑی سی کھائیں گے تو وہ معدے کی رطوبت کو جذب کرے گی اور جب معدے کی رطوبات جذب ہوں گی تو معدہ صحیح رہے گا اور جس کا معدہ صحیح رہے اس کی تمام قوتیں بحال رہیں گی:

المعدة بيت الداء والحمية راس كل دواء

معدہ ہر بیماری کا گھر ہے اور زیادہ کھانے پینے سے پرہیز کرنا یہ ہر دوا کی بنیاد ہے، رأس کل دواء بنیادی چیز یہ ہے کہ کھانے پینے میں پرہیز کریں۔ ایک بات تو یہ ہوگئی کہ زیادہ ہوائیں کیوں چھوٹتی ہیں کہ ہر وقت حیوانوں کی طرح چرتے رہتے ہیں، چرتے رہتے ہیں، چرتے ہی رہتے ہیں تو زیادہ کھانے اور مرغن غذا کھانے کی وجہ سے بدبودار ریاح خارج ہوتی ہیں۔ ایک دوروز پہلے میں نے بتایا تھا کہ دو مٹھی چنے دن میں دو یا تین بار کھالیا کریں۔ بہت کافی ہے زندہ رہیں گے اور معدہ بہت صحیح رہے گا۔ گدھے کو دیکھیے اس میں کتنی طاقت ہوتی ہے اور یہ طاقت اس لیے ہوتی ہے کہ لوگ انہیں چنے کھلاتے ہیں اور دیکھیے گدھا چنے کھا کر پھر دُم کیسے لگاتا ہے ڈھینچوں، ڈھینچوں کی آوازیں بھی نکالتا ہے، کتنی مستی کرتا ہے گدھے ہی کی نقل اتارلیں اس نیت سے کہ صحت ٹھیک رہے نماز سہولت سے پڑھ سکیں اس لیے علی الصباح چنے چبالیا کریں، میں صبح کی نماز سے پہلے چنے چباتا ہوں۔

دوسری بات جو ہے کہ ٹونٹی ٹپکتی رہتی ہے تو اس کی وجہ ہے بے پردگی جیسا کہ چشمے کی دُکان پر ملازمت کرنے والا کا قصہ بتایا۔ لوگ اپنی عورتوں کو پردہ نہیں کرواتے، اور دوسرے جو ہیں وہ دیکھنے سے باز نہیں آتے، دکھانے والے اپنی بیویاں، بیٹیاں، بہنیں، بہوئیں دکھانے سے باز نہیں آتے اور دیکھنے والے دیکھنے سے باز نہیں آتے، دونوں کا فائدہ ہے، اس کا بھی اور اُس کا بھی۔ چشمے کی دُکان پر بیوی یا بیٹی کو شوہر یا ابا خود لے جاتا

ہے پھر دُکان پر موجود ملازم سے کہتا ہے کہ اسے فریم لگا لگا کر دیکھو۔ اس بے چارے نے تو خود ہی بتا دیا کہ میں جب انہیں فریم لگاتا ہوں تو ایک اتارا پھر دوسرا لگایا تو ساتھ ساتھ وہ عورتیں ہنس ہنس کر باتیں بھی کرتی ہیں تو اس ملازم نے بتایا کہ پانی نکل جاتا ہے، ایسی صورت میں غسل فرض ہے یا نہیں ایسے ایسے مسائل تو پوچھتے رہتے ہیں۔

ایک شخص نے بتایا کہ ویسے بیٹھے کھڑے پانی نہیں نکلتا لیکن سجدے میں جاتا ہے تو لازماً پانی نکل جاتا ہے تو اسے بتایا کہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لیا کریں ناپاکی کے ساتھ تو نماز نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو یہ بیماری نہ لگائے۔ اتنی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں زیادہ کھانے پینے اور بدنظری سے۔ آج کا مسلمان تو جب نماز پڑھنے آتا ہے تو بھی راستے میں بنی اسرائیل کی مچھلیوں کو دیکھتا ہوا آتا ہے، گھورتا ہوا، چلیے نماز کے لیے جارہے ہیں تو جاتے آتے یہ وقت ضائع کیوں کریں، پھر نماز میں فارغ بھی ہے تو خیالات زیادہ آتے ہیں۔

دو اوقات میں خیالات کی کثرت:

دو وقتوں میں خیالات بہت زیادہ آتے ہیں تجربہ کرکے دیکھ لیں ایک تو جب بیت الخلاء میں جاتے ہیں اس وقت خیالات بہت آتے ہیں اور دوسرے جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو خیالات بہت آتے ہیں، اس کی وجہ ہے فراغت، جب بھی انسان فارغ ہوتا ہے تو پھر وہ ذہنی کام کرتا ہے، خیالات بہت آتے ہیں۔ نماز اگر پڑھیں توجہ سے یہ سوچ کر کہ کس کے سامنے کھڑے ہیں، کیوں کھڑے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز ایسے پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا ساری دنیا کو چھوڑ کر اس دنیا سے جارہا ہے قبر کے منہ میں۔ ایسی توجہ سے نماز پڑھیں کہ جیسے یہ آخری نماز ہے تو ایسی نماز تو پڑھتے نہیں۔ امام کے پیچھے ہے تو کچھ بھی نہیں پڑھتا اور اگر اکیلا پڑھ رہا ہے تو بھی جو الفاظ یاد ہیں انہیں پڑھتا رہتا ہے۔ جیسے گھڑی کو چابی لگادی وہ خود ہی آٹو میٹک

چلتی رہتی ہے، امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا جب امام نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو یہ ایک دم چونکتا ہے کہ یہ کیا ہو گیا؟ پھر کہتا ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، یہ پتا نہیں کہاں ہے؟ اکیلا ہو تو بھی یہی حال ہے۔

نماز میں یکسوئی کا طریقہ:

نماز میں لوگوں کو خیالات بہت آتے ہیں، نماز میں وساوس کی شکایت عام ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو خیالات کو نماز میں لانا ہے اور دوسرے خیالات آنا ہے۔ خیالات کو نماز میں لانا جائز نہیں اور دوسری صورت یعنی خیالات کا آنا اس سے کوئی حرج نہیں بلکہ یہ تو بہت بڑی نعمت ہے کہ آپ رکوع وسجدے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، نفس وشیطان آپ کو عبادت سے بہکانا چاہتے ہیں۔ پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ خیالات آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر پاتے۔ خیالات کا نہ آنا مطلوب نہیں محمود ہے۔ نماز میں خشوع وخضوع رہے توجہ رہے اس کے لیے تین طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جتنا تعلق بڑھتا ہے یہ درجہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق حاصل ہوتا ہے گناہوں کو چھوڑنے سے، ہر کام میں توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں، کھانا کھائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ، بیوی کے حقوق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ، اس کے ساتھ یہ کوشش بھی رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو توجہ ہے اس میں اضافہ کیا جائے۔ نماز میں دل لگانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک لفظ کو صحیح صحیح کر کے پڑھیں ہر لفظ پر ہر جملے پر نیت کریں تو سوچیں کہ اب میں فلاں چیز پڑھوں گا۔ نماز شروع کرنے سے پہلے یہ سوچیں کہ کیا کر رہے ہیں کس کے دربار میں حاضر ہو رہے ہیں، اس طرح سوچنے سے قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیدا ہو گی اور نماز میں یہ خیال رہے گا کہ احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہوں۔ اس کے بعد جب ہاتھ اُٹھانے لگیں تو سوچیں کہ اب میں ہاتھ اُٹھاؤں گا اور کہوں گا اللہ اکبر اس کے بعد جب ہاتھ

باندھنے لگیں تو سوچیں کہ اب میں پڑھنے لگا ہوں **سبحانک اللھم وبحمدک،** پھر اب میں پڑھنے لگا ہوں **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.** اب پڑھنے لگا ہوں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.** ایک ایک جملے کو سوچ سوچ کر پڑھیں اور تجوید کے مطابق پڑھیں کوئی لفظ تجوید کے خلاف نہ ہو، قرآن مجید جیسے صحیح طریقے سے پڑھا جاتا ہے ویسے ہی پڑھیں اور اگر ترجمہ معلوم ہے تو اس کی طرف بھی خیال رکھیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ میری معروضات کو سُن رہے ہیں، جب اس طرح سے نماز پڑھیں گے تو نماز میں یکسوئی حاصل رہے گی اور وساوس نہیں آئیں گے۔

تیسری چیز یہ کہ جب کھڑے ہوں تو سجدے کی جگہ پر نظر رہے، رکوع میں پیروں پر نظر رہے، سجدے میں ناک پر نظر رہے، التحیات میں گود پر نظر رہے، ان مقامات پر نظر جمانے سے توجہ اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ ایک تو ہے سجدے کی جگہ کو صرف دیکھنا دوسرے یہ کہ قصد کر کے اس جگہ کو دیکھنا، قیام میں اتنا کافی نہیں کہ آنکھوں کا رُخ ادھر کو رہے بلکہ اس جگہ کو دیکھے، اس کے بعد رکوع میں، سجدے میں، التحیات میں یہی عمل کرتے رہیں تو یکسوئی پیدا ہوگی اور وساوس کم ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو آداب ظاہرہ و باطنہ کے ساتھ نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

نماز میں خواتین کی غفلتیں

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: نماز میں خواتین کی غفلتیں

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۲۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

نماز میں خواتین کی غفلتیں

(۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ كَتَبَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى عُمَّالِهٖ اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَ حَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ.

(رواہ مالک رحمہ اللہ تعالیٰ)

ترجمہ: ’’امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام عمال کو یہ پیغام بھیجا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے، جس شخص نے اس کی حفاظت کی اور اس پر مداومت کی، اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا، اور جس شخص نے اس کو ضائع کیا تو وہ دوسرے

کاموں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔"

نماز میں خواتین کی ایک بڑی غفلت:

خواتین میں عام طور پر نماز پڑھنے میں بہت سستی پائی جاتی ہے آج اس پر کچھ بیان کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں، جو خواتین سن رہی ہیں وہ بھی اس پر توجہ دیں اور اصلاح کی کوشش کریں اور جو حضرات یہاں موجود ہیں وہ اپنے گھروں میں جا کر اصلاح کی کوشش کریں۔ اس معاملے میں عموماً جو غفلت پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جو خواتین نماز پڑھتی ہیں وہ عموماً وقت پر نہیں پڑھتیں، دیر سے پڑھتی ہیں، جو نہیں پڑھتیں ان کی بات نہیں ہو رہی، نماز کی پابند خواتین کی بات کر رہا ہوں کہ پابندی سے تو پڑھتی ہیں مگر بے وقت پڑھتی ہیں۔ ذرا سوچیے کہ اتنی محنت کی، وضو کیا، وقت فارغ کیا، نماز کے لیے کھڑی ہوئیں، اداء بھی کی مگر بے وقت پڑھنے کی وجہ سے ساری کی کرائی محنت ضائع ہو جائے تو کتنی محرومی کی بات ہے اس لیے اس کا خاص اہتمام کیجیے کہ جیسے ہی محلے کی مسجد کی اذان سنائی دے فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوں۔ مردوں کے لیے تو اذان کا یہ فائدہ ہے کہ ان کے لیے یہ نماز باجماعت کا اعلان ہے، اللہ کی بارگاہ کی طرف بلاوا ہے کہ وقت ہو گیا پہنچ جاؤ، خواتین پر جماعت تو فرض نہیں مگر ان کے حق میں اذان کم از کم اس کا اعلان تو ہے کہ وقت ہو چکا ہے اب دیر نہ کرو۔ مؤذن جو پکار رہا ہے اس پکار کے دو مطلب ہیں، ایک تو یہ کہ پکارنے والا یعنی مؤذن جہاں پکار رہا ہے وہاں جمع ہو جاؤ اور مل کر جماعت کے ساتھ نماز اداء کرو، یہ تو صرف مردوں کے لیے ہے۔ خواتین کے لیے اس پکار کا مقصد یہ ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز پڑھ لو۔ پکار سننے کے باوجود بیٹھے رہنا بڑی غفلت کی بات ہے۔

اذان کی اہمیت:

اذان کے بارے میں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیجیے، وہ یہ کہ جیسے اذان شروع ہو فوراً خاموش ہو جائیے حتیٰ کہ اگر آپ تلاوت میں مشغول ہیں تو تلاوت بھی چھوڑ دیجیے، اس

حالت میں کسی کو سلام کہنا مکروہ ہے، اگر کسی نے سلام کہا تو اس کا جواب دینا واجب نہیں، سب تعلّقات چھوڑ کر ہمہ تن متوجہ ہو جایئے کہ یہ کس کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے اور کتنا اہم اور ضروری اعلان ہو رہا ہے، سنتے جایئے اور ایک ایک لفظ پر غور کرتے جایئے، یہ توحید و رسالت کا اعلان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعلان ہو رہا ہے، کیسے پیارے اور پر شوکت الفاظ ہیں۔ اذان کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر کسی گاؤں میں اذان نہیں ہوتی تو مسلمان بادشاہ پر فرض ہے کہ انہیں اذان پر مجبور کرے، (ردالمحتار:۱/۳۸۴) اگر پھر بھی وہ اذان نہیں دیتے تو ان سے قتال کرے، اگر پوری بستی نماز کی پابند ہے مگر اس میں اذان نہیں دی جاتی تو سلطانِ وقت کو ان کے ساتھ جہاد کا حکم ہے اس لیے کہ اذان شعائرِ اسلام میں سے ہے۔ تو انہیں کہیں اس شعار اسلام کو قائم کریں ورنہ قتل کر دیے جائیں۔ اذان کی اتنی اہمیت ہے کہ کفار اور شیاطین نماز سے نہیں چڑتے مگر اذان سے بہت چڑتے ہیں۔ کافروں کی بستی میں دو چار مسلمان پہنچ جائیں اور وہاں اذان دے کر نماز پڑھنا چاہیں تو وہ قطعاً برداشت نہیں کریں گے، مارنے مرنے پر تل جائیں گے، مگر کسی حال میں بھی اذان نہیں دینے دیں گے اور صرف نماز پڑھیں تو کوئی کچھ نہیں کہے گا، خوشی سے نماز پڑھتے رہو مگر اذان نہ دو، کفار کو اگر چڑ ہے تو صرف اذان سے۔ شیطان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن اذان شروع کرتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ بھاگتا کس کیفیت سے ہے، حدیث کے الفاظ ہیں: **وله ضراط** ''پادتا ہوا بھاگتا ہے'' (متفق علیہ) اتنا ڈرتا ہے اذان سے کہ بلند آواز سے ریح خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر آ کر مسلط ہو جاتا ہے اور کہتا ہے فلاں کام یاد کرو، فلاں کام یاد کرو۔

اذان کے احترام میں لوگوں کی غفلت:

اذان اتنا بڑا اعلان ہے، اتنی عظمت کی چیز ہے کہ شیاطین اور کفار اس کی آواز برداشت نہیں کر سکتے مگر افسوس کہ آج مسلمان کے قلب میں اذان کی عظمت نہیں رہی،

حکم تو یہ ہے کہ جیسے ہی اذان شروع ہو سب دھندے چھوڑ کر، تمام کاموں سے خود کو فارغ کر کے ہمہ تن متوجہ ہو جائیں مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ اذان کی آواز سن کر کان پر جوں تک نہیں رینگتی، اذان کا پہلا لفظ سنتے ہی ایک جملہ کہنے کی مجھے عادت ہے، یہ تو یاد نہیں کہ حدیث ہے یا ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا، مدتوں سے عادت ہے، جیسے ہی اذان کا پہلا لفظ کان میں پڑتا ہے بے اختیار زبان سے یہ جملہ نکلتا ہے: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اَصْوَاتُ دُعَاتِکَ ''یا اللہ! یہ تیرے پکارنے والوں کی آواز ہے۔'' یہ تیرے دربار کی طرف بلانے والوں کی آواز ہے جو میرے کان میں پڑی، ان الفاظ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ غفلت دور ہو جاتی ہے، پورے طور پر متوجہ ہونے کی توفیق ہو جاتی ہے کہ سبحان اللہ! کس کی آواز ہے، کس کا اعلان ہے۔ اپنے بچپن میں ہم نے دیکھا کہ کوئی بڑھیا چکی پیس رہی ہے، جیسے ہی اذان کی آواز آئی فوراً چکی روک لی، جب تک اذان ہوتی رہی اس نے کام چھوڑے رکھا اور کاشتکار کو دیکھا کہ بوجھ کا گٹھا اٹھائے جا رہے ہیں، راستے میں اذان شروع ہوگئی تو وہیں ٹھہر گئے، سر پر بوجھ لدا ہے، آگے بھی واللہ اعلم کتنی دور جانا ہے مگر کیا مجال کہ حرکت کریں، وہی بوجھ اٹھائے کھڑے ہیں، جب تک اذان ختم نہیں ہو جاتی کھڑے ہی رہیں گے، آگے قدم نہیں بڑھائیں گے، اذان کی ایسی عظمت اور ہیبت دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسرے لوگوں کی بھی یہی کیفیت دیکھی کہ کوئی کتنا ہی مشغول ہو، کیسی ہی جلدی میں ہو مگر سب کام چھوڑ کر اذان کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ بچپن میں خواتین کو دیکھا کہ اگر کسی خاتون کے سر سے دوپٹہ سرک گیا تو اذان کی آواز سنتے ہی فوراً سر ڈھانپ لیتیں، اذان کے دوران اگر کوئی بچہ بولا یا کسی نے بات شروع کی تو ہر طرف سے آوازیں شروع ہو جاتیں۔ ''خاموش! خاموش! اذان ہو رہی ہے'' کوئی ایک آدھ غلطی کرنے والا اور سب ٹوکنے والے۔ یہ اپنے بچپن کے حالات سنا رہا ہوں مگر آج کیا حالت ہے کہ عوام تو عوام مولویوں کی یہ حالت ہوگئی کہ جب اذان ہو رہی ہوتی ہے تو یہ آپس میں باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، جہاں حکم یہ ہے کہ تلاوت

بھی بند کردو، اذان کی طرف متوجہ ہوجاؤ، اس وقت اگر یہ کسی دینی کام میں مشغول ہوتے تو بھی حکم یہ تھا کہ اسے چھوڑ کر اذان سنتے مگر دینی کام تو الگ رہا یہ دنیوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، کچھ معلوم نہیں کہ اذان کب شروع ہوئی، کب ختم ہوئی جو اذان سن ہی نہیں رہا وہ جواب کیا دے گا، جواب سے متعلق اگرچہ صحیح مذہب یہی ہے کہ مستحب ہے، نہ دے تو گناہ نہیں ہوگا مگر ایک مذہب یہ بھی ہے کہ جواب دینا واجب ہے، نہیں دیا تو گناہ گار ہوگا، جواب دینے کا مطلب یہ ہے کہ جو الفاظ مؤذن کہے اس کے ساتھ ساتھ وہی الفاظ آپ بھی دہراتے جائیں البتہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہیں۔ اذان کی اس قدر اہمیت اور عظمت کے باوجود مسلمان کے قلب سے اس کی عظمت نکل گئی، جب عظمت نکل گئی، توجہ نہ رہی تو پھر اذان کو یہ سمجھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے منادی کی آواز ہے، ان کی طرف سے بلاوا ہے، کس کا ذہن اس طرف جائے گا؟ کس کو اس کا خیال آئے گا؟ یہ تو اسی وقت ہوسکتا ہے کہ اسے سنے بھی، اس کی طرف دھیان بھی دے، وہ تو اپنی باتوں میں مست ہے۔ پھر اذان کے بعد دعا مانگنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی تو اذان کا قلب پر کیا اثر ہوگا؟ جو چیز قلب کو متوجہ کرنے والی تھی، نماز کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دینے والی تھی اسے دل سے نکال دیا، جب بنیاد ہی گرادی تو آگے کیا توفیق ہو؟

اذان کی بات درمیان میں اللہ تعالیٰ نے کہلوادی، اصل مسئلہ یہ چل رہا تھا کہ اذان سنتے ہی مرد یہ سمجھیں کہ ہمیں مسجد میں بلایا جارہا ہے اور خواتین یہ سمجھیں کہ ہمیں نماز پڑھنے کی تاکید کی جارہی ہے، وقت ہوگیا اب سارے کام چھوڑ کر سب سے پہلے نماز ادا کرو۔

بشارتِ عظمیٰ:

ہر وقت نماز کی طرف متوجہ رہنے والے کے لیے ایک عظیم بشارت ہے، حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب کہیں کوئی سایہ نہیں ہوگا، بہت سخت تمازت ہوگی، شدید

گرمی ہوگی، لوگ پسینوں میں شرابور ہوں گے حتیٰ کہ بہت سے لوگ اپنے پسینوں میں ڈوب جائیں گے۔ اس دن سات قسم کے لوگ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم، مالک، نسائی، ترمذی) ان میں سے ایک قسم ہے رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِد ''وہ شخص جس کا قلب مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ معلق کے معنی پر غور کیجیے، شاید دل پر کچھ اثر ہوجائے۔ اس کے معنی ہیں ''لٹکایا ہوا'' لٹکائی ہوئی چیز کو معلق کہتے ہیں یعنی اس شخص کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے مسجد سے نکلتے وقت وہ اپنا دل مسجد ہی میں لٹکا کر آجائے تو ایسا شخص جسے نماز کا اتنا خیال ہو، اس کی طرف اتنی توجہ ہو کہ مسجد سے باہر نکل جائے تو بھی یہی خیال دل پر سوار ہے کہ پھر کب اذان ہوگی، پھر کب نماز کے لیے مسجد جاؤں گا، توجہ ادھر ہی رہے۔ مردوں کے لیے فضیلت تو یہی ہے کہ ہر وقت قلب مسجد کی طرف متوجہ رہے، مسجد میں لٹکا رہے اور خواتین کے لیے یہ ہے کہ ان کا دل ہر وقت گھر کی مسجد میں لٹکا رہے، ہر وقت یہ خیال رہے کہ کب اذان سنائی دیتی ہے تاکہ اپنی جائے نماز پر پہنچیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر دست بستہ کھڑے ہوں، ایسا مسلمان قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوگا۔

نماز میں جلد بازی:

نماز سے اس قدر بے اعتنائی عام ہوگئی ہے کہ نماز پڑھتے بھی ہیں تو جلدی سے جلدی نمٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے اور کبھی خیال بھی آتا ہے کہ ایسے لوگوں سے پوچھوں کہ نماز میں پڑھتے کیا ہو؟ جو نماز آہستہ قراءت سے پڑھ کر اتنی جلدی نمٹا لیتے ہو، ذرا بلند آواز سے مجھے پڑھ کر سناؤ، کچھ تو پتا چلے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ میری ایک رکعت ہوئی اور کسی کی پانچ رکعتیں ہوگئیں، دو رکعتیں عشاء کے بعد کی سنتوں کی، نفل تو شاید چھوڑ ہی دیتے ہوں گے، سنتوں کے بعد تین رکعتیں وتر کی، پھر

وتر کی آخری رکعت میں دعاءِ قنوت بھی ہے، اس سے رکعت اور لمبی ہو جاتی ہے، میں نے فرض سے فارغ ہو کر جب سنتیں شروع کیں تو میں ابھی ایک رکعت سے فارغ ہو کر دوسری کے لیے کھڑا ہوا تھا کہ دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ساری نماز نمٹا کر چلا جا رہا ہے، میری ایک رکعت ہوئی، اس کی پانچوں رکعتیں ہو گئیں، جیٹ طیاروں کا زمانہ ہے، تیز رفتاری کے مقابلے ہو رہے ہیں، دنیا کو دکھایا جا رہا ہے کہ ہم بڑے ہی تیز رفتار ہیں، سبحان اللہ! میں تو حیران ہوں کہ ابھی میری ایک ہی رکعت ہوئی اور وہ دوسری رکعت پڑھ کر پھر پوری التحیات پڑھ کر پھر تین رکعتیں وتر بھی پڑھ کر جس میں لمبی دعاء بھی ہے اور دو تشہد بھی ہیں، سب کچھ نمٹا کر جا بھی رہا ہے اس طرح سے پوری ترتیب اگر نماز کی دیکھی جائے تو ایک کے مقابلے میں پانچ رکعتیں بلکہ نو رکعتیں ہوتی ہیں پوری التحیات تقریباً ایک رکعت کے برابر ہے، سنتوں کی التحیات ایک ہو گئی، پھر وتر کی بیچ والی التحیات، اس کے بعد وتر کی آخری التحیات، تین رکعتیں تو یہ ہو گئیں پھر وتر کی قنوت بھی ملا لیں تو چار ہو گئیں، پانچ رکعتیں ایسے پڑھ لیں اور چار رکعتوں کی مقدار یہ ملا کر کل نو رکعتیں بنیں، میری ایک ہوئی اور اس کی نو، یہ ایک اور نو کی نسبت دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے کہ ان سے ذرا پوچھوں تو سہی کہ میرے سامنے بلند آواز سے پڑھ کر سنائیں کیسے پڑھتے ہیں۔ نماز اطمینان سے پڑھیں، نماز کا وقت ہو جائے تو دیر نہ کیجیے، جیسے ہی وقت ہو اور اذان سنائی دے تو مرد مسجد پہنچ جائیں اور خواتین اپنے گھروں میں نماز شروع کر دیں، اب دیر کرنے کی اجازت نہیں۔ ذرا مسلمان سوچے تو سہی کہ یہ اعلان کس کا ہو رہا ہے، اگر کہیں دنیا کا نفع مل رہا ہو اور اس کا اعلان ہو جائے تو پھر دیکھیے کیسے ایک دوسرے سے آگے بھاگتے ہیں اور یہاں جنت ملنے کا اعلان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعلان ہو رہا ہے، ان کا دربار کھلنے کا اعلان ہو رہا ہے مگر پھر بھی سستی اور غفلت۔

فکر آخرت کا اثر:

ایک بار میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایئرپورٹ پر بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے سوار ہونا تھا، میرے پیچھے جو کرسیوں کی قطار تھی ان پر ایک مرد اور اس کے ساتھ ایک خاتون بیٹھی تھیں، وہ خاتون بار بار بہت افسوس سے یہ کہہ رہی تھیں: **مَا صَلَّيْنَا الْعَصْرَ اِلَى الْاٰنَ** ''ہم نے اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی'' یہ سن کر میرے دل پر ایک چوٹ لگی کہ یااللہ! تمام خواتین کو ایسا دل عطاء فرمادے، یہاں مردوں میں بھی یہ بات نہیں، وہاں خواتین میں یہ جذبہ، عصر کا وقت جس میں ہم نماز پڑھتے ہیں یعنی مثلین کا وقت ابھی شروع بھی نہیں ہوا تھا مگر وہ اللہ کی بندی بڑے افسوس کے ساتھ اپنے ساتھ والے مرد سے کہہ رہی ہیں کہ اتنا وقت گزر گیا مگر ہم نے اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، حالانکہ آفتاب ابھی بہت اونچا تھا مگر جسے فکر لاحق ہو، یہ دھیان لگا ہوا ہو کہ ہمیں کہیں پہنچنا ہے، جواب دینا ہے، نماز کا حساب دینا ہے کہ بتاؤ کیسی پڑھی تھی، اس شخص کی یہ کیفیت ہوسکتی ہے۔ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سؤال ہوگا، جسے موت کا دھیان ہو، مرنے کے بعد پیشی کی فکر ہوتو یہ فکر سب کچھ کرواتی ہے۔ اگر آپ نے نماز دیر سے اداء کی تو اس میں صرف یہ قباحت نہیں کہ دیر سے نماز پڑھنے کا گناہ کیا بلکہ اور بھی کئی قباحتیں ہیں، مثلاً یہاں کے نقشوں میں جو عصر کا وقت لکھا ہے اس میں دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے، آپ تو یہی سمجھتے ہوں گے کہ نقشے کے مطابق جب تک عصر کا وقت شروع نہیں ہوجاتا اس سے پہلے ظہر کا وقت ہی چل رہا ہے مگر دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں اور خود ہمارے مذہب حنفیہ کے ایک قول کے مطابق بھی ظہر کا وقت اس سے بہت پہلے ختم ہوچکا ہے جسے مثلِ اول کہتے ہیں تو اگر کسی نے ظہر کی نماز اتنی تأخیر سے پڑھی کہ مثل اول گزر گیا تو یوں سمجھیں کہ اپنی عبادت کو اس نے اختلاف کے خطرے میں ڈال دیا، بعض ائمہ کے نزدیک تو نماز ہوگئی مگر بعض کے

نزدیک نہیں ہوئی، پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہو گیا اور عصر میں اتنی تأخیر کر دی کہ دھوپ پھیکی پڑ گئی تو مکروہ وقت شروع ہو گیا، نماز مکروہ ہو گئی۔ مغرب کی نماز میں اتنی تأخیر کہ اذان کے بعد دو رکعت نفل پڑھے جا سکیں جائز ہے اس سے زیادہ دیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے نظر آنے لگیں مکروہ تحریمی ہے۔ فجر کی نماز کا مسئلہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے درمیان میں آفتاب نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی، صبح صادق کے بعد اتنی دیر سے نماز پڑھنا کہ اچھی طرح روشنی پھیل جائے مستحب ہے مگر اتنی تاخیر جائز نہیں کہ درمیان میں سورج نکل آنے کا اندیشہ ہو، مستحب کی خاطر کہیں فرض ہی ضائع نہ ہو جائے۔ عشاء کے وقت میں ذرا گنجائش ہے مگر عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے، اسی طرح آدھی رات کے بعد، مکروہ ہے، آدھی رات تک تأخیر جائز ہے مگر بلا وجہ زیادہ تأخیر کرنا سستی وغفلت کی علامت ہے، انسان نماز جیسی اہم عبادت میں کیوں سستی دکھائے۔ یہ باتیں زیادہ تر خواتین کے لیے کر رہا ہوں، اللہ کرے ان کی اصلاح کا ذریعہ بن جائیں۔

نماز میں سستی علامتِ نفاق:

نماز جیسی اہم عبادت میں سستی کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز دیر سے پڑھنے کو منافق کی علامت قرار دیا ہے، فرمایا:

> ''یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا آفتاب غروب ہونے کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ جب وہ زرد پڑ جائے تو اٹھ کر چار ٹھونگے لگا لے۔'' (مسلم)

نماز کو وقت پر اداء کرنا ایسا مؤکد اور اہم حکم ہے کہ تاخیر کو منافقین کا شعار قرار دیا۔ غرض جیسے ہی اذان ہو، خواتین کو چاہیے کہ فوراً نماز شروع کر دیں، اگر اس وقت نماز نہیں پڑھی تو تاخیر تو ہو ہی گئی علاوہ ازیں یہ بھی خطرہ ہے کہ کام میں لگ گئیں، نماز یاد ہی نہیں رہی اور ادھر وقت نکل گیا، جو چیز یاد دلا رہی ہے، نماز کی دعوت دے رہی ہے اس پر کان

نہیں دھرا، اس سے کوئی سبق نہ لیا تو نتیجہ یہی نکلے گا اس لیے اسی کو معیار بنالیا جائے کہ جیسے ہی محلے کی مسجد میں اذان ہو فوراً نماز کی تیاری میں لگ جائیں۔

خواتین کی دوسری بڑی غفلت:

ایک مسئلہ تو یہ ہوگیا، دوسرا مسئلہ خواتین کا یہ ہے کہ ماہواری ختم ہونے کے بعد کب نماز فرض ہوتی ہے اس بارے میں بھی بڑی غفلت پائی جاتی ہے۔ یہ ساری باتیں ان خواتین کے لیے ہورہی ہیں جو نماز کی پابند ہیں اور جو سرے سے نماز پڑھتی ہی نہیں انہیں ماہواری کے بعد نہانے کی ہی کیا ضرورت؟ یونہی قصہ چلتا رہے، کیا فرق پڑتا ہے؟ طہارت و پاکیزگی کا اہتمام تو وہی مسلمان کرتا ہے جسے نماز پڑھنا ہو، اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنا ہو۔

ایک غلط مشہور مسئلے کی اصلاح:

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ولادت کے بعد چالیس دن تک نماز معاف ہے، یہ بالکل غلط ہے، اللہ جانے کہاں سے یہ مسئلہ گھڑ لیا، دراصل اس میں انہیں سہولت ہے اس لیے خود ہی یہ مسئلہ گھر بیٹھے بنالیا۔ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ولادت کے بعد زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک خون آسکتا ہے، اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آتا رہا تو اس کا اعتبار نہیں، یہ بیماری کی وجہ سے ہے جسے استحاضہ کہتے ہیں، اس دوران نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر چالیس روز سے پہلے ہی خون بند ہوگیا تو بند ہوتے ہی فوراً نماز فرض ہوگئی یعنی زیادتی کی مدت تو مقرر ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہیں ہوگا مگر کمی کی کوئی مدت نہیں، ایک مہینہ بھی ہوسکتا ہے، ایک ہفتہ بھی ہوسکتا ہے، ایک دن بھی ہوسکتا ہے، ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ بھی ہوسکتا ہے، غرضیکہ کمی کی کوئی مدت مقرر نہیں، یہ جہالت عوام میں بہت پھیل گئی ہے اس لیے اس مسئلہ کو خوب سمجھا جائے اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے کہ جیسے ہی خون بند ہو نماز فرض ہوجائے گی اور اگر چالیس

دن گزرنے پر بھی خون بند نہیں ہوا تو اسی حالت میں نماز فرض ہے، خوب سمجھ لیجیے، خون نفاس کی آخری مدت چالیس روز ہے، اگر چالیس روز سے پہلے مثلاً ولادت کے ایک لمحہ بعد ہی خون بند ہو گیا تو نماز فرض ہو گئی۔ بظاہر اچھی اچھی دین دار عورتیں بھی اس کوتاہی کا شکار ہیں، خود کو نماز کا پابند سمجھتی ہیں مگر ایسے مواقع پر کئی کئی نمازیں ضائع کر دیتی ہیں۔

بوقتِ ولادت نماز معاف نہیں:

ذرا ایک اور مسئلے سے نماز کی اہمیت سمجھ لیں، مسئلہ یہ ہے کہ کسی عورت کو بچہ پیدا ہو رہا ہے تو ایسے نازک وقت میں جبکہ وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اگر آدھا بچہ باہر آچکا اور آدھا ابھی اندر ہے اور نماز کا وقت نکل رہا ہو تو اسی حال میں نماز فرض ہے، اگر نماز کا وقت نکلنے سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا پھر تو نفاس کی وجہ سے یہ نماز فرض نہیں رہی، معاف ہو گئی مگر اسی حالت میں اگر نماز کا آخری وقت آپہنچا اور بچہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا تو اسی حال میں نماز پڑھنا فرض ہے، اگر نہیں پڑھی اور اسی حال میں یعنی ولادت سے پہلے وقت نکل گیا تو بعد میں اس کی قضاء پڑھیں، اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ کریں۔

اس پر اشکال ہو سکتا ہے اور ہمارے ہاں بعض ایسے استفتاء آئے ہیں کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنا تو بہت مشکل ہے، خواتین تو یوں کہہ دیتی ہیں کہ مردوں کو معلوم ہی نہیں کہ بچہ کیسے جنا جاتا ہے، مرد جنیں تو پتہ چلے۔ یہ مسئلہ مردوں کا بنایا ہوا نہیں، مسئلہ تو شریعت کا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، مرد تو صرف مسئلہ بتا رہے ہیں بنا نہیں رہے، یہ قانون بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ہے اور انہیں معلوم ہے کہ بچہ جنتے وقت کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں:

الا یعلم من خلق (۶۷-۱۴)

''بھلا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا؟''

اگر یہ حکم مردوں کی طرف سے ہوتا تو اعتراض صحیح تھا مگر یہ حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا

ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ واقعۃً ظاہری نظر میں یہ معاملہ بہت ہی مشکل نظر آ رہا ہے اور اعتراض بہت معقول معلوم ہوتا ہے مگر بات یہ ہے کہ اگر محبت ہو تو تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں ؎

از محبت تلخہا شیریں شود

''محبت سے تلخیاں میٹھی ہو جاتی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی بڑی مشکلات کو آسان کر دیتی ہے، اہلِ محبت حالتِ نزاع اور جاں کنی کی حالت میں بھی محبوب کی یاد سے غافل نہیں ہوتے، صرف محبوب کی یاد ہی نہیں بلکہ جاں کنی کے عالم میں اس کی محبت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، محبت کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ میں محبت اور اہل محبت کے کچھ قصے بتاتا مگر محبت کا مضمون جب شروع ہو جاتا ہے تو پھر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا، سارا وقت اسی میں گزر جائے گا اور اصل مضمون رہ جائے گا اس لیے مختصر طور پر محبت کا صرف یہ قاعدہ بتانے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ محبت بڑی بڑی مشکلات کو آسان کر دیتی ہے پھر یہ مسئلہ اتنا مشکل بھی نہیں جتنا مشکل سمجھا جا رہا ہے، سنیے! جو عبادت جتنی زیادہ اہم اور ضروری ہوا کرتی ہے شریعت اس کے ساتھ اتنی ہی آسانی بھی دیتی ہے۔ اب اس مسئلے میں رب کریم کی دی ہوئی سہولتیں بھی سنیے، وقت ولادت میں اگر بیٹھ سکتی ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، رکوع سجدے کی طاقت ہے تو کرے ورنہ دونوں کے لیے صرف اشارہ کرے اور بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تو لیٹ کر پڑھے، رکوع سجدے کے لیے سر سے اشارہ کرے۔ وضو نہیں کر سکتی تو تیمم کر لے۔ خون بہہ رہا ہو، کپڑے نجس ہوں اور انہیں بدلنا مشکل ہو، بستر نجس ہو اور بدلنا مشکل ہو تو اسی حالت میں نماز پڑھ لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ سبحان اللہ! مالک کی کیا کرم نوازی ہے، خون اور نجاست میں لت پت ہے پھر بھی نماز قبول ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی سمجھ لیں کہ ایسے حالات میں نماز کو کتنا مختصر کیا جا سکتا ہے، صرف فرض اور وتر پڑھنا ضروری ہے، سنتیں چھوڑ سکتے ہیں، پھر فرض اور وتر میں بھی یہ چیزیں چھوڑ سکتے ہیں۔

① شروع میں ثناء یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک۔
② اعوذ باللہ۔
③ بسم اللہ۔
④ سورہ فاتحہ کے بعد بسم اللہ۔
⑤ رکوع میں جانے کی تکبیر۔
⑥ رکوع میں تسبیح۔
⑦ رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ۔
⑧ ربنا لک الحمد۔
⑨ سجدے میں جانے کی تکبیر۔
⑩ سجدہ میں تسبیح۔
⑪ سجدے سے اٹھنے کی تکبیر۔
⑫ دوسرے سجدہ میں جانے کی تکبیر۔
⑬ دوسرے سجدہ میں تسبیح۔
⑭ دوسرے سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر۔

صرف ایک رکعت میں چودہ چیزیں کم ہوگئیں، باقی کیا رہ گیا، صرف فاتحہ اور قل ھواللہ وہ بھی صرف لم یلد تک۔ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں یہ بھی ضروری نہیں، صرف تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کی مقدار ٹھہر کر رکوع کرلیں، پڑھنا کچھ بھی ضروری نہیں، تسبیح پڑھنا بھی ضروری نہیں، صرف تین تسبیح کی مقدار ٹھہرنا ضروری ہے۔ التحیات میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر سکتے ہیں، درود شریف اور اس کے بعد کی دعاء ضروری نہیں۔ وتر میں دعاء قنوت پوری پڑھنا ضروری نہیں، صرف **رب اغفرلی** کہہ لینا کافی ہے۔ یہی تفصیل ہر قسم کے مریض کے لیے ہے، قیام نہیں کرسکتا تو بیٹھ کر پڑھے ورنہ لیٹ کر اشاروں سے پڑھے۔ یہ اس قدر آسانیاں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے دی ہیں

یہ خود اس کی دلیل ہے کہ نماز کسی حال میں معاف نہیں حتیٰ کہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو رہی ہو تو عین معرکہ کارزار میں بھی نماز اداء کرنا فرض ہے، ایسی کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی جس میں نماز معاف ہو، جب تک مسلمان کے ہوش وحواس قائم ہیں اس پر نماز اداء کرنا فرض ہے۔اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ نماز کا پورا وقت بے ہوشی میں گزر گیا تو بھی معاف نہیں، دوسری نماز کا وقت بے ہوشی میں گزر گیا وہ بھی معاف نہیں ہوئی، جب ہوش آئے تو قضاء کرے، ہاں اگر پانچ نمازوں کا وقت بے ہوشی میں گزر گیا تو معاف ہیں اس لیے کہ اب ہوش میں آنے کے بعد اگر اس سب نمازوں کی قضاء فرض ہو تو تکلیف اور حرج میں پڑ جائے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔غرض جب تک پانچ نمازوں کا وقت مسلسل بے ہوشی میں نہیں گزرتا اس وقت تک بے ہوشی کی نمازیں بھی معاف نہیں ہوں گی۔

ولادت کی حالت میں نماز پڑھنے کی جو صورت بھی ممکن ہو اسی طرح نماز پڑھ لے، اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی کمی کی وجہ سے اتنا بھی نہیں کر سکتی تو کم سے کم اتنا تو کر لے کہ چونکہ وہ نماز ذمہ میں فرض ہوگئی ہے اس لیے بعد میں جب نماز پڑھنے کے قابل ہو اس کی قضاء کر لے۔اب ان مسائل پر غور کیجیے اور اندازہ کیجیے کہ نماز کا کیا مقام ہے، اس کا کیا درجہ ہے۔

نماز چھوڑنے کی سزا:

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تینوں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر ایک نماز بھی چھوڑ دے اسے قتل کیا جائے گا۔ذرا سوچیے کہ ایک نماز چھوڑنے پر شریعت میں اس کی سزا قتل ہے، یہ تو ایک نماز چھوڑنے کی سزا ہوگئی، جو مسلمان سالہا سال نماز کے قریب بھی نہیں پھٹکتے ان کی سزا کیا ہو؟ ظاہر ہے کہ جتنی نمازیں چھوڑیں اتنی ہی بار قتل کیا جائے، دنیا میں تو ایک ہی بار قتل ممکن ہے، کوئی شخص پانچ افراد کو قتل کر دے تو حکومت اسے سزائے موت سناتی ہے وہ پانچ افراد کے قتل کی

ہوتی ہے۔ دنیا میں تو یہی ہے کہ بس ایک بار مر گیا پھر دوبارہ جینا ممکن نہیں تو موت کی دوسری سزا الگ سے کیسے دیں لیکن آخرت میں موت نہیں آئے گی، وہاں سب نمازوں کی سزا ہوگی اور ایک نماز چھوڑنے کی سزا قتل سے بھی کہیں زیادہ، تو کئی سالوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی کیا سزا ہوگی، اس شخص کا کیا حشر ہوگا۔ تین ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو قتل کیا جائے۔ ان میں سے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ وہ شخص نماز چھوڑنے سے مرتد ہو گیا، اسلام سے نکل گیا، مرتد ہونے کی وجہ سے اسے قتل کیا جارہا ہے اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے، نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز چھوڑنے سے کافر تو نہیں ہوا مگر اس کی سزا یہی ہے کہ ایک نماز بھی بلا عذر چھوڑ دی تو قتل کیا جائے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فوراً قتل نہ کیا جائے بلکہ قید رکھا جائے، ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو قید کر دیا جائے اور اسے روزانہ مارا جائے، اتنا مارا جائے کہ خون بہنے لگے، روزانہ یہی سزا دی جاتی رہے، مارو اور خون بہاؤ، مارو خون بہاؤ، حَتّٰی یَتُوْبَ اَوْ یَمُوْتَ حتیٰ کہ توبہ کرے یا مر جائے۔ اب تک جو نمازیں چھوڑ دیں اس گناہ سے توبہ کرے اور ان کی قضاء شروع کر دے اور وقتی نمازیں پابندی سے پڑھنے لگے یہ دو کام کرے ورنہ مار کھاتے کھاتے اور خون بہتے بہتے مر جائے۔ نتیجے کے لحاظ سے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی سزا دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی سزا سے بھی زیادہ سخت ہے، دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے تو گردن اڑا کر ایک ہی بار قصہ ختم کر دیا مگر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزانہ کی موت ہے، روزانہ مارتے رہو، خوب بہاتے رہو ایک ہی بار سارا خون نہ بہادو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے بہاتے رہو، یہ سزا قتل کی سزا سے بھی سخت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں حکمت و مصلحت اور اُمت پر رحمت بھی ہے کہ اس طریقے سے شاید اس کی اصلاح ہو جائے، توبہ کر لے۔

نماز چھوڑنے پر آخرت کی سزا:

یہ تو دنیا کی سزا ہوئی، آخرت میں ایک نماز چھوڑنے پر دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم میں رہنا پڑے گا۔

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی مَضٰی وَقْتُهَا ثُمَّ قَضٰی عُذِّبَ فِی النَّارِ حُقْبًا وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً وَالسَّنَةُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ یَوْمًا کُلُّ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفُ سَنَةٍ (فضائل اعمال)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضاء کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی۔''

اس روایت کو فضائل اعمال میں مجالس الابرار سے نقل کرکے فرمایا ہے کہ یہ روایت دوسری کتاب میں نہیں ملی البتہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تعریف فرمائی ہے۔

ذرا تجربہ کیجیے، ماچس کی سلائی جلائیں اور اس پر انگلی رکھ کر دیکھیں، عجیب بات ہے کہ مسلمان دنیا میں تو ماچس کی سلائی پر انگلی رکھنے کو تیار نہیں اور وہاں کروڑوں سال جہنم میں جلنے پر آمادہ ہے، یا تو جہنم پر ایمان نہیں، اگر ایمان ہے تو اس پر اتنی جرأت کیسے ہو رہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندے کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز ہے۔'' (احمد و مسلم)

اور فرمایا:

﴿فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ﴾ (احمد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

''جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔''

اسی حدیث کی بناء پر حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے نماز اسلام سے خارج ہو گیا، مرتد ہو گیا۔ دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ فقد کفر کے معنی یہ لیتے ہیں کہ اس نے کافروں والا کام کیا ہے، اس کی سزا کفار کی طرح جہنم ہے۔ اگر نماز کا انکار نہیں کرتا بلکہ غفلت کی وجہ سے چھوڑتا ہے تو کافر نہیں ہوتا، فاسق بن جاتا ہے، مستحق سزا ہو جاتا ہے اور سزا بھی کتنی سخت! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر مسلمان کا جہنم اور جنت پر ایمان ہے، مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اور حساب و کتاب پر ایمان ہے تو پھر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ جہنم سے ڈر کیوں نہیں لگتا؟ کہیں وہی یہود والا معاملہ تو نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے ہیں:

﴿نحن ابناء اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ﴾ (۵-۱۸)

''ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے دوست ہیں۔''

ان کا خیال یہ تھا کہ اپنے بیٹوں کو کون عذاب دیتا ہے اس لیے اللہ ہمیں عذاب نہیں دے گا، جو چاہو کرتے رہو، کہیں مسلمان نے تو ایسا خیال دل میں نہیں بٹھالیا؟ آخر اتنی جرأت کہاں سے آ گئی کہ فرض نماز چھوڑ دیتا ہے، ایسی عبادت جو کمزوری اور سخت سے سخت بیماری کی حالت میں بھی معاف نہیں، آج کا مسلمان اتنی اہم عبادت بلا عذر چھوڑ دیتا ہے۔ ایک مثال سے ذرا سمجھیے، آپ سے کوئی کہے کہ اس بل میں ذرا انگلی ڈال دیجیے تو کیا آپ تیار ہوں گے؟ کوئی کتنا ہی سمجھائے کہ ڈرو نہیں، یہ سانپ کا بل نہیں، چوہے کا بل ہے مگر آپ کو یہی خیال ہوگا کہ شاید سانپ کا ہو اور اگر چوہے کا تسلیم کرلیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ سانپ اس میں گھس گیا ہو کوئی آپ کو کتنا ہی سمجھائے کہ مانا یہ سانپ کا ہی بل ہے یا اس میں سانپ گھس گیا ہے مگر کیا ضروری ہے کہ سانپ آپ کے انتظار میں بیٹھا ہو، یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ کہیں باہر نکل گیا ہو یا یہ کہ اندر ہی ہو مگر سو رہا ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جاگ رہا ہو مگر آپ کو نہ کاٹے، پھر آخری بات یہ کہ اگر سانپ نے کاٹ بھی

لیا تو کیا ضروری ہے کہ آپ کے لیے نقصان دہ ہو اور آپ مر جائیں، بعض کے لیے زہر بہت مفید ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ آپ کے لیے بھی نافع ہو مگر آپ کسی صورت میں بھی آمادہ نہیں ہوں گے۔ دیکھیے اس میں کتنے احتمالات ہیں، پہلا یہ کہ وہ بل سانپ کا نہ ہو کسی اور جانور کا ہو، دوسرا یہ کہ سانپ کا ہو مگر وہ اس میں موجود نہ ہو، تیسرا یہ کہ سانپ اندر موجود ہو مگر سو رہا ہو، چوتھا یہ کہ جاگ رہا ہو مگر نہ کاٹے، پانچواں یہ کہ کاٹ بھی لیا تو شاید مرنے کی بجائے اور زیادہ صحت مند ہو جائیں مگر اتنے احتمالات ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص بل میں انگلی ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اس لیے کہ ان سب احتمالات کے ساتھ ایک بعید ذرا سا احتمال یہ بھی ہے کہ شاید سانپ اندر موجود ہو، وہ کاٹ لے اور مر جائیں۔ دنیوی زندگی کے ساتھ اتنی محبت، اس کی ایسی فکر کہ اتنے احتمالات ہوتے ہوئے ایک ذرا سے احتمال پر اس کام کے قریب بھی نہیں جاتے اور آخرت کی کوئی فکر نہیں، جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے خطرات کا کوئی خوف نہیں، جہنم سے کیوں ڈر نہیں لگتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کتنی جگہ جہنم سے ڈرایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فیصلہ سنا دیا کہ اگر ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم کی سزا ہے، اس کے باوجود جو جہنم سے نہیں ڈرتا تو اس کے سوا اس کی اور کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ جہنم پر ایمان نہیں، ذرا سوچ کر فیصلہ کیجیے کہ کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ برحق ہے، سچ ہے، موت پر یقین ہو، جہنم پر بھی یقین ہو اور اس کا بھی یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام حالات سے باخبر ہیں، ان تمام باتوں پر یقین کے باوجود نماز چھوڑ دیتا ہو تو خود بتایئے کہ اس کا ایمان کا دعویٰ صحیح ہے؟ ایمان ہوتا تو ایسا کام کیوں کرتا۔

ان مسائل کی اپنے گھروں میں جا کر خوب اشاعت کریں۔

بروز قیامت ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا:

یہ بات یاد رکھیں کہ جن لوگوں کے گھروں میں خواتین یا بچے نماز میں غفلت کرتے ہیں یا دین کے دوسرے کاموں میں غفلت اور سستی کرتے ہیں اور گھر کا سربراہ خاموش رہتا ہے، انہیں کچھ نہیں کہتا تو ان کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ اگر یہ ان کی اصلاح نہیں کرتا تو یاد رکھیے! قیامت میں جیسے اس سے اپنے اعمال سے متعلق سوال ہوگا ایسے ہی بیوی بچوں اور دوسرے ماتحتوں سے متعلق بھی سوال ہوگا، ان کا بھی یہ ذمہ دار ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ اصلاح کی کوشش کیسے کریں، اس بارے میں تین کام یاد رکھیں۔

① کوشش سوچ سمجھ کر کریں، کہیں سختی سے، کہیں نرمی سے، ہر انسان کے ماتحتوں کے لیے کوشش کا کوئی ایک معیار مقرر نہیں کیا جاسکتا، بس معیار یہی ہے کہ آپ کا دل یہ گواہی دے کہ آپ نے اپنا فرض ادا کردیا، دل مطمئن ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، ماتحتوں سے متعلق جواب دینا ہے، میں ان کی اصلاح میں سستی نہیں کررہا، اپنا فرض ادا کررہا ہوں۔

② دعاء بھی جاری رکھیں، دعاء کا تو ہمیشہ کے لیے معمول بنالیں کہ یا اللہ! میری کوشش میں کچھ نہیں رکھا، جب تک تیری مدد شامل حال نہ ہوگی اس وقت تک میری کوشش سے کچھ نہیں ہوگا، میں تو اس لیے کوشش کررہا ہوں کہ تیرا حکم ہے ورنہ جو کچھ ہوگا تیری ہی طرف سے ہوگا، یہ دعاء جاری رہے۔

③ کوشش کے ساتھ استغفار بھی کرتا رہے کہ یا اللہ! جیسی کوشش کرنی چاہیے تھی معلوم نہیں مجھ سے ویسی کوشش ہوئی یا نہیں، یا اللہ! اس میں جو کوتاہی ہوئی معاف فرما اور تیری طرف سے جیسی کوشش کا حکم ہے ویسی کوشش کرنے کی توفیق عطاء فرما۔

لباس سے متعلق مسئلہ:

ایک بہت اہم مسئلہ لباس سے متعلق بھی سن لیجیے اس بارے میں بھی عورتوں میں بہت غفلت پائی جاتی ہے۔ ایسا لباس جس میں سے جسم کا رنگ نظر آتا ہو یا ایسی چادر جس میں سے بالوں کا رنگ نظر آتا ہو اسے پہن کر نماز نہیں ہوتی۔ اس کا بھی اہتمام کریں کہ پوری نماز میں بازو گٹوں سمیت مکمل طور پر چھپے رہیں، کسی حالت میں بھی گٹوں کا کوئی ذرا سا حصہ بھی نظر نہ آئے، اگر کسی نے اس میں غفلت کی تو وہ اپنی نماز لوٹائے۔

اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر دورانِ نماز چوتھائی عضو کھل گیا اور تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار تک کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھے اور اگر عضو کھلتے ہی جلدی سے ڈھک لیا تو نماز ہوگئی لیکن اگر کسی نے جان بوجھ کر چوتھائی عضو سے کم کھلا رکھا تو چونکہ یہ عمداً کیا ہے اس لیے نماز لوٹائے۔

کتنی عورتیں ایسی ہیں جو نماز کی پابند ہیں لیکن انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ کس لباس میں ان کی نماز ہوگی اور کس میں نہیں ہوگی۔ ایک لڑکی کا یہاں دارالافتاء سے اصلاحی تعلق ہے، اس نے اپنے حالات میں بتایا کہ اس کی والدہ نماز کی پابند ہیں لیکن جارجٹ کا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھتی تھیں اس نے انہیں بتایا کہ اس دوپٹے سے آپ کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ دوپٹے میں سے بالوں کا رنگ صاف نظر آتا ہے کافی دن تک سمجھانے کے بعد اس کی والدہ نے موٹے کپڑے کا دوپٹہ بنالیا لیکن اس میں ہاتھ گٹوں تک نہیں ڈھکتے تھے اس نے والدہ سے کہا کہ اس میں بھی آپ کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ جتنا جسم نماز میں ڈھکنے کا حکم ہے وہ نہیں ڈھک رہا تو اس کی امی نے کہا کہ مجھ سے اتنی بڑی چادر اوڑھ کر نماز نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ مجھے گرمی لگتی ہے والدہ کی یہ بات سن کر اس نے ان سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نماز پڑھتی ہیں تو اس کے بتائے ہوئے

طریقے کے مطابق پڑھیں اور اگر اپنے نفس کے لیے پڑھتی ہیں تو پھر ٹوپی اوڑھ کر پڑھا کریں اس میں بالکل گرمی نہیں لگے گی۔ اس بات کا والدہ پر بہت اثر ہوا اور انہوں نے نماز کے لیے موٹے کپڑے کی بڑی چادر بنالی۔ یہ قصہ تو بہت ہو رہا ہے کہ عورتیں ایسے باریک لباس میں نماز پڑھ لیتی ہیں جس میں سے جلد کا رنگ یا بالوں کا رنگ نظر آتا ہو جبکہ ایسے لباس میں نماز ہوتی ہی نہیں جتنی نمازیں اس طرح پڑھی ہیں سب لوٹائیں۔

مرض سیلان ناقض وضوء:

اور سنیے! کتنے لوگ بتاتے ہیں کتنے کتنے ایک دو نہیں، کتنی خبریں ہیں سینکڑوں، وہ یہ کہتے ہیں کہ خواتین میں جو مرض ہے **سَیَلانُ الرَّحِم** (یہ لفظ "**سَیَلان**" ہے "**سَیْلان**" نہیں **سَیَلان، جَرَیان**) عورتیں بوڑھی ہوگئیں اور اس مرض کے بارے میں یہی سمجھتی رہیں کہ اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا، واہ مسلمان واہ! یہ ایک دو خبریں نہیں، کتنی بتاؤں کتنی مسلسل یہ خبریں آرہی ہیں، کہتے ہیں کہ یہ جو پانی بہتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جاری کردیا تو اس سے وضوء کیوں ٹوٹے گا، سمجھتی ہیں کہ اس میں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں دخل اندازی ہے، پانی آرہا ہے آنے دو ہم کیوں وضوء کریں۔ خوب سمجھ لیں دوسروں کو بھی بتائیں کہ یہ پانی نجس ہے۔ بہشتی زیور میں رطوبتِ فرج کی طہارت کے بارے میں جو اختلاف لکھا ہے وہ فرج کی مقامی رطوبت کے بارے میں ہے جبکہ سیلان الرحم کا پانی مقامی رطوبت نہیں بلکہ اوپر سے رحم سے اترتا ہے وہ بالاتفاق نجس ہے اس کی نجاست میں کوئی اختلاف نہیں۔ خواتین بہشتی زیور کے مسئلے کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے اپنی نمازیں ضائع کررہی ہیں اس لیے اس مسئلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں۔

اگرچہ یہ بیان زیادہ تر عورتوں کی اصلاح کے بارے میں ہے مگر چونکہ نماز سے متعلق ہے اس لیے آخر میں ایک مہلک متعدی مرض اور اس کے علاج کے بارے میں بھی بتادوں جس میں عورتوں سے زیادہ مرد مبتلا ہیں۔

نماز میں ہاتھ ہلانا:

آج کا مسلمان بڈھا ہو جاتا ہے مگر نماز میں ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ ہلانا بہت سخت گناہ ہے اور اگر تین بار جلدی جلدی ہاتھ ہلا دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی، نئے سرے سے نیت باندھے۔ جلدی کا مطلب یہ ہے کہ دو حرکتوں کے درمیان تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار توقف نہ کیا جائے، اس سے جلدی ہاتھ ہلا دیا جائے۔ اردو کی کتابوں میں تین تسبیح یا تین بار سبحان اللہ لکھا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ نماز کے مسائل میں جہاں بھی تسبیح ہوگا اس سے مراد سبحان اللہ نہیں بلکہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ ہے یعنی وہ تسبیح مراد ہے جو نماز میں رکوع یا سجدے میں پڑھی جاتی ہے اور اگر بلاضرورت ایک بار ہاتھ ہلا دیا تو وہ مکروہ تحریمی ہے، فقہ کے قاعدے کی رو سے اس کا حکم یہ ہونا چاہیے کہ نماز لوٹائے کیونکہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمیہ کے ساتھ اداء کی جائے واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ یہ مرض بہت عام ہے اور کتنے لوگ مدت العمر تک ایسے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ چونکہ لوگوں میں غلبہ جہالت ہے اس لیے شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں، شاید گزشتہ غلطیوں کو معاف فرمادیں۔ میرے اللہ کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جماعت کی نماز میں کوئی ہاتھ ہلاتا ہے تو مجھے نظر آجاتا ہے۔ لوگوں کا حال یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد جب کسی ہاتھ ہلانے والے سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے نماز میں ہاتھ کیوں ہلایا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا۔ ایسی عادت ہوگئی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا۔ یہ سوچا کریں کہ کس کے دربار میں کھڑے ہیں، کتنا بڑا دربار ہے، احکم الحاکمین کا دربار، اس کے دربار کی کتنی عظمت ہے کتنی عظمت، دنیا میں کسی چھوٹے سے چھوٹے دربار میں پہنچ جائیں تو ہمہ تن ایسے متوجہ ہوتے ہیں کہ کیا مجال ہے کہ ذرا بھی حرکت ہو جائے۔ اگر اللہ کی عظمت، اللہ کے دربار کی عظمت مسلمان کے دل میں ہوتی تو یہ کیسے بار بار ہاتھ ہلاتا، اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں، یا اللہ! اپنی اور اپنے

دربار کی ایسی عظمت عطاء فرما جس پر تو راضی ہو جائے۔

پہلی بات تو یہ کہ یہ عادت پڑتی کیسے ہے، پھر پکی کیسے ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بچوں کو نماز سکھائی جاتی ہے تو اس وقت انہیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ نماز میں حرکت نہ کریں۔ بچے جب نماز میں ہاتھ ہلاتے ہیں تو انہیں روکا نہیں جاتا۔ دوسرے یہ کہ بچے بڑوں کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ ہی سمجھتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ ہلانے سے کوئی حرج نہیں۔ پچھلے جو حالات گزر گئے وہ تو گزر گئے، توبہ کیجیے اور آیندہ کے لیے اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے عزم کرلیں کہ بچوں کو نماز سکھاتے وقت انہیں بتائیں گے کہ نماز میں کھڑے ہونے کا طریقہ کیا ہے، پوری توجہ اللہ کی طرف رہے، کسی عضو میں کسی قسم کی حرکت نہ ہونے پائے۔

توجہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مرکوز رکھنے کے یہ طریقے ہیں کہ جو الفاظ پڑھ رہے ہیں ان کی طرف توجہ رکھنے کی کوشش کریں اور حالتِ قیام وحالتِ رکوع میں مخصوص جگہ پر نظر رکھیں اس سے مقصد یہ ہے کہ توجہ مرکوز رہے مگر توجہ رکھنا لوگوں کا مقصد ہی نہیں اس لیے ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں۔ ایک دعاء طوطے کی طرح رٹا دی جاتی ہے، نماز شروع کرنے سے پہلے بلاسوچے سمجھے اسے پڑھتے رہتے ہیں۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَآاَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

ترجمہ: ''میں نے اپنا چہرہ سب سے یک سو ہو کر اس ذات کی طرف پھیر دیا جس نے آسمان وزمین بنائے ہیں۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں'' (انعام:۷۹)

یہ دعاء نمازوں سے پہلے پڑھا کرتے ہیں، عام طور پر فرض نمازوں سے پہلے بہت

لوگ پڑھتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ کیوں پڑھی جاتی ہے، اس دعاء کا مقصد یہ ہے کہ نمازی کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے، جب اس کا مفہوم سمجھ کر پڑھیں گے تو متوجہ ہو جائیں گے، اس دعاء کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے اپنا رخ صرف رب العالمین کی طرف کر لیا، اپنے قلب کی توجہ، اپنے قلب کا رخ بھی رب العالمین کی طرف کیا، اس طرح نماز شروع کرنے سے پہلے توجہ کو مرکوز کر دیا مگر یہ دعاء طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں توجہ نہیں کرتے۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہیں، لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں جس کی ضرورت بھی نہیں اتنی لمبی نیت، اتنی لمبی نیت کہ اسے پڑھتے پڑھتے درمیان میں لوگ بھول بھی جاتے ہیں تو پھر نئے سرے سے کہتے ہیں: چار رکعت نماز فرض، فرض اللہ کے، وقت عصر کا، پیچھے اس امام کے، پھر بیچ میں بھول جاتے ہیں تو نئے سرے سے شروع کرتے ہیں فرض...... فرض...... فرض اللہ کے، پیچھے اس امام کے۔ ایک وہمی کا قصہ مشہور ہے کہ جب ''پیچھے اس امام کے'' کہتا تو اسے خیال ہوتا کہ ''اس امام کہنے سے پوری تعیین نہیں ہوئی اس لیے ساتھ امام کی طرف انگلی کا اشارہ بھی کرتا، پھر خیال ہوتا کہ اشارہ صحیح نہیں ہوا تو امام کے پاس جا کر اس کی کمر زور سے انگلی چبھو کر بہت زور سے کہتا: ''پیچھے اس امام کے۔'' اتنی لمبی نیت کی ضرورت نہیں، زبان سے نیت کچھ ضروری نہیں، دل میں نیت کافی ہے۔ اس کا معیار سمجھ لیجیے، معیار یہ ہے کہ نماز کی طرف پوری طرح متوجہ ہوں۔ مثال کے طور پر جب آپ عصر کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اچانک کسی نے پوچھ لیا کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں تو آپ بلا سوچے سمجھے فوراً جواب دے سکیں کہ عصر کی نماز پڑھنے لگا ہوں، بس یہ ہے نیت، اس کا خیال رکھیں، اتنا تو ہوتا ہی ہے، آپ گھر سے چلے مسجد میں پہنچے، جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں تو کیا جب کھڑے ہوں گے، اقامت ہوگی تو آپ اتنا نہیں بتا سکیں گے کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ دل میں اتنا سا استحضار کافی ہے اور پھر یہ حماقت دیکھیے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط قولی نہیں عملی ہے، زبان سے آپ نے کہہ دیا کہ منہ میرا قبلہ شریف کی طرف اور کر لیا مشرق کی

طرف تو آپ ہزار بار زبان سے کہتے رہیں نماز نہیں ہوگی اور اگر آپ نے قبلہ کی طرف رخ کرلیا مگر زبان سے ایک بار بھی نہیں کہا تو نماز ہو جائے گی۔ یہ کام کہنے کے نہیں کرنے کے ہیں اور اگر کوئی یہ ضروری سمجھتا ہے کہ کرنے کے کاموں کو زبان سے بھی کہا جائے تو پھر جو اور دوسری شرائط ہیں انہیں بھی زبان سے اداء کیا کرے جیسے میں نے غسل کرلیا ہے، اس بعد وضوء ٹوٹ گیا تھا وہ بھی کرلیا ہے، کپڑے پاک پہنے ہیں، جس زمین پر کھڑا ہوں وہ بھی پاک ہے اور منہ طرف قبلہ شریف کے، اس طرح تمام شرائط کو زبان سے اداء کیا کریں، یہ کیا کہ بعض جملے کہتے ہیں اور بعض نہیں کہتے۔ یہ سوچیں کہ کس کے دربار میں کھڑے ہیں، جتنی دیر لمبی چوڑی نیتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں کام کیا کریں کام۔

نفس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اسے ایک ہفتہ مہلت دی جائے، ہر نماز سے پہلے سوچا کریں کہ کس کے دربار میں کھڑے ہیں، پھر نماز کے دوران خوب توجہ رکھیں کہ کہیں اللہ کی جانب سے توجہ ہٹی تو نہیں، ہاتھ وغیرہ تو ہلانے نہیں شروع کردیے، ایک ہفتہ تک سب نمازیں اسی طرح پڑھیں پھر دیکھیں فائدہ ہوا یا نہیں مگر مشکل یہ ہے کہ جب آپ کو پتا ہی نہیں چلتا کہ ہاتھ ہلائے ہیں یا نہیں ہلائے تو فائدے کا کیسے پتا چلے، لیکن انسان جب محنت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے، تجربہ کرکے دیکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ پتا چلے گا اور اگر کسی کو پتا ہی نہیں چلتا یا پتا تو چل جاتا ہے مگر اس کے باوجود ہاتھ ہلتے رہتے ہیں تو اس کے لیے دوسرا نسخہ لیجیے، جیسے نماز شروع کریں تو کسی دوسرے شخص سے کہہ دیں کہ پاس بیٹھے رہو اور میری طرف دیکھتے رہو کہ میں نے نماز میں ہاتھ ہلائے یا نہیں، جب میں سلام پھیرلوں تو مجھے بتاؤ، ایک ہفتہ یہ نسخہ استعمال کریں۔ مرض بہت کہنہ ہے، بہت کہنہ، بہت کہنہ، بہت موذی مرض ہے اس لیے میں درجہ بدرجہ اصلاح کے نسخے بتا رہا ہوں، بہت پرانا مرض ہے اور وبا کی طرح لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اگر دوسرے نسخے سے بھی فائدہ نہ ہو تو تیسرا نسخہ بتاتا ہوں

تیر بہدف، وہ کبھی خطاء نہیں جاتا، بلکہ اگر یہ تیسری گولی پہلی مرتبہ نگل لیں تو درمیان میں آپ کے دو ہفتے ضائع ہونے سے بچ جائیں گے اور اتنی محنت اور مشقت بھی نہیں اٹھانی پڑے گی، ذرا سی ہمت کر کے تیسرے نمبر پر جو گولی ہے اسے پہلی مرتبہ میں نگل لیں پھر دیکھیں کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ انسان جسمانی صحت کے لیے انجکشن لگواتا ہے، آپریشن کرواتا ہے، اگر اللہ کی عظمت دل میں بٹھانے کے لیے تھوڑی سی کڑوی دواء استعمال کر لی جائے تو فائدہ ہی ہے، تھوڑی سے کڑوی دواء بتاتا ہوں، ذرا سی، زیادہ نہیں، وہ یہ کہ کسی کو پاس بٹھالیں اور اس سے کہیں کہ جیسے ہی میں نماز میں ہاتھ ہلاؤں تو آپ میرا کان پکڑ کر کھینچیں۔ مہربانی کیجیے! میری خاطر اپنا تھوڑا سا وقت صرف کر دیجیے۔ آپ میرے رشتہ دار ہیں، دوست ہیں، محبت کا تعلق ہے، حقِ محبت اداء کیجیے، مجھے جہنم سے بچانے کے لیے، میرا جوڑ میرے اللہ سے لگانے کے لیے، میری خاطر ذرا سی قربانی دے دیں، میرے پاس بیٹھ جائیں، جب میں نماز میں ہاتھ ہلاؤں تو آپ میرا کان پکڑ کر کھینچ دیں۔ وہ جتنی زور سے کھینچے گا اتنی ہی جلدی فائدہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ نسخہ استعمال کرنے کے بعد مجھے اطلاع دیں کہ مرض میں کچھ افاقہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ آیندہ اس بارے میں اطلاع ضرور دیں کہ جتنی بار آپ کا کان کھینچا گیا حرکت میں اتنی کمی ہوئی یا نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور اپنی محبت عطاء فرمائیں، اپنے دربار کا احترام و اکرام کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں، فکر آخرت عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

باہمت خواتین

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ باہمت خواتین

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۲،۳ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

باہمت خواتین

(۲،۳ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ)

یہ وعظ حضرتِ اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝ (۷-۱۷۶)

وعظ ”شرعی پردہ“ کا اثر:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وعظ ”شرعی پردہ“ کا بہت اثر ہو رہا ہے، ویسے تو ہمیشہ ہی اس کے بارے میں خبریں آتی رہتی ہیں، خواتین اپنے حالات میں لکھتی رہتی ہیں کہ

ہم نے وعظ ''شرعی پردہ'' پڑھا تو شریعت کے مطابق پردہ کرلیا، چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد ان چاروں تخموں سے پکا پردہ کرلیا، دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، پھوپھا، خالو وغیرہ سے پکا پردہ کرلیا ہے۔ جب سے یہ وعظ چھپا ہے کئی سال ہو گئے مسلسل ایسی خبریں آرہی ہیں اور ساتھ ساتھ خواتین اپنے اصلاحی خطوط میں لکھتی ہیں کہ پردہ کرنے سے انہیں پورے ماحول، پورے خاندان کی بہت سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، پورا خاندان خلاف ہوگیا۔شرعی پردہ کرنے سے خاندان اس لیے خلاف ہوجاتا ہے کیوں کہ ان کے خیال میں غیر محارم رشتہ داروں سے پردہ کرنے سے ان کی حق تلفی ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ تو نے ہمارا حق مار دیا ہے، جو شخص دوسروں کا حق مارے وہ جنت میں کیسے جائے گا؟ ڈراتے ہیں کہ تو تو حق تلفی کررہی ہے۔ پشاور سے ایک خط آیا، مجھے یاد ہے کہ یہ قصے میں نے پہلے بھی بتائے ہیں، بھول نہیں جاتا جان بوجھ کر بتاتا ہوں، دہراتا رہتا ہوں:

ونصرف الایٰت، ونصرف الایٰت، ونصرف الایٰت، فاقصص القصص، فاقصص القصص،فاقصص القصص

یہ معاملہ ہے، قصے دہراتے رہو، دہراتے رہو، دہراتے رہو، قصے جو پیش آ گئے اللہ کی رحمت کے انہیں دہراتے رہیں۔

تازہ خواہی داشتن گر زخم ہائے سینہ را
گاہی گاہی بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

ترجمہ: ''اگر سینے کا زخم تازہ تازہ رکھنا چاہتے ہو تو اس قصۂ پارینہ کو کبھی کبھی دوبارہ پڑھ لیا کرو۔''

سینے میں اللہ کی محبت کا کوئی تیر اگر لگ گیا تو اسے باقی رکھنے کے لیے بلکہ بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ جو تیر لگا ہے اس کے قصے پھر کہتے ہی رہو، سنتے ہی رہو، دیکھتے ہی رہو، پڑھتے ہی رہو تو جا کر وہ زخم تازہ رہے گا ورنہ آہستہ آہستہ ختم ہوجائے گا اور پھر

شیطان اپنا کوئی تیر لگادے گا۔

پشاور سے دھمکی آمیز خط:

پشاور سے ایک شخص نے خط بھیجا اس نے مجھے لکھا کہ تیری کتاب ''شرعی پردہ'' نے دنیا میں بڑے فتنے پھیلا دیے ہیں، دنیا کو تو نے تباہ کر دیا، گھر گھر فتنے فساد ڈال دیے ہیں لہٰذا ایک بات تو یہ کہ اس کتاب کو چھاپنا بند کرو۔ دوسری بات یہ کہ توبہ کا اعلان کرو کیونکہ یہ کتاب لکھ کر تم نے کبیرہ گناہ کیا ہے ساری امت کو فتنے میں مبتلا کر دیا، توبہ کرو اور یہ وعدہ کرو کہ آیندہ یہ کتاب بالکل نہیں چھاپو گے اور ایک ہفتے کے اندر مجھے اس کی اطلاع کرو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں یہاں پشاور میں تم پر مقدمہ کروں گا، تمہیں یہاں عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا اور مقدمہ کے تمام مصارف بھی تمہارے ذمہ ہوں گے۔ اسے تو میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ یہاں مجلسوں میں بتاتا رہا کہ ایسا ایک خط آیا ہے، اگر اس نے مقدمہ کر دیا تو دیکھیے وہاں پشاور جا کر اس کا سر کیسے کوٹتا ہوں۔ جب میں ایسے کہتا ہوں، تو تصور کر لیتا ہوں کہ اس کا سر کوٹ رہا ہوں، ایسے ہی غائبانہ تھوڑا ہی کہتا ہوں، سامنے تصور کرتا ہوں کہ اللہ کا کوئی دشمن ہے اس کا سر کوٹ رہا ہوں۔ اس تک کسی نے میری بات پہنچادی یا ویسے ہی اس کی ہمت نہیں ہوئی بہر حال اس نے مقدمہ نہیں کیا، بعد میں اس کی ایک بہو کا خط آیا، اس نے یہ لکھا کہ میں نے آپ کا وعظ ''شرعی پردہ'' پڑھا تو مجھ پر بہت اثر ہوا، شوہر کو دیا تو وہ بھی پڑھ کر بہت متاثر ہوئے، ہم دونوں میاں بیوی نے فیصلہ کر لیا کہ سب غیر محارم سے پردہ ہوگا۔ جب ہم نے رشتہ داروں کو یہ بتادیا تو پورا خاندان بہت سخت ناراض ہوگیا۔ خسر بیٹے کو ڈانٹ رہا ہے کہ ارے! میں نے تیری شادی اس لیے تھوڑا ہی کی تھی کہ اکیلا ہی قبضہ کر کے بیٹھ جائے، وہ ڈانٹ رہا ہے بیٹے کو بھی، بہو کو بھی اور ایسے ہی ڈانٹ کر مجھے لکھا جس کے بارے میں پہلے بتا چکا ہوں۔ اس خاتون کا دیور کہتا ہے کہ یہ میرے تین حق مار رہی ہے، ایسی ظالمہ ہے کہ اس

نے میرے تین حق مارے ہیں، ایک حق تو یہ کہ یہ میری چچازاد ہے، تو کتنا بڑا حق مارا، چچا زاد، پھوپھی زاد اور جتنے بھی تخم ہیں، لوگوں کے خیال میں وہ تو بھائی ہوتے ہیں، آپس میں بھائی بہن ہوتے ہیں۔ ویسے کہتے رہتے ہیں بھائی بہن، بھائی بہن، بھائی بہن اور جب شادی کرنا چاہتے ہیں تو اسی بہن کو بیوی بنا لیتے ہیں۔

جادو کی ڈبیہ:

قصوں میں قصے آجاتے ہیں، میں تو جہاں بھی جاتا ہوں منکرات پر ہی بیان ہوتا ہے، لندن میں پردے پر بیان ہو رہا تھا تو اس بارے میں یہ مثال بتا تا رہتا ہوں کہ ان لوگوں کے پاس جادو کی ڈبیہ ہے جادو کی ڈبیہ، ادھر سے دیکھیں تو بھائی بہن، دوسری جانب سے میاں بیوی، بھائی بہن میاں بیوی، بھائی بہن میاں بیوی، شاباش! جادو کی ڈبیہ ہے اِدھر کریں تو کچھ اور، اُدھر کریں تو کچھ اور۔ بیان سے فارغ ہوئے تو ایک بڈھا قبر میں پاؤں لٹکے ہوئے وہ مجھ سے کہنے لگا کہ ہاں بھائی بہن ہی تو ہوتے ہیں۔ وہ مجھے آگے بتا رہا ہے، تشریح تو میں اپنے الفاظ میں کر رہا ہوں، گویا اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے تو ساری بات ہی غلط کہہ دی وہ بھائی بہن ہی تو ہوتے ہیں، حالانکہ میں نے تو اتنی تفصیل سے سمجھایا کہ اگر وہ بھائی بہن ہیں تو ان کی شادی کیسے ہوتی ہے؟ وہ بڈھا پھر ویسے کا ویسا ہی، وہ مجھے سمجھا رہا ہے مجلس میں ہی کہ وہ بھائی بہن ہی ہوتے ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ وہ بڈھا بھی مزے لے لے کر بڈھا ہوا ہوگا تو وہ لذت کہاں چھوٹے۔ پشاور کی اس خاتون نے لکھا کہ میرا دیور کہتا ہے کہ اس نے میرے تین حق مارے ہیں، ایک تو یہ کہ میری چچازاد، یہ حق مارا، دوسرا حق یہ کہ یہ میری سالی ہے اور تیسرا حق یہ کہ میری بھابھی ہے۔ تو یہ بھابھی دیور کو گلے نہیں لگاتی، بات تو مختصر ہوتی ہے آگے میں ذرا تشریح بھی تو کرتا ہوں تو دیور تو گلے کا زیور ہوتا ہے اسے گلے سے اُتارنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

دیور کے معنی:

دیور ہندی کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں ''دوسرا شوہر'' یہ یاد رکھیں۔ مسلمانوں کو تباہ کیا ہندوؤں نے، ہندوؤں میں رہتے رہتے ان کی معاشرت کا اثر مسلمانوں میں سرایت کر گیا۔ جب دیور کے معنی ہی ''دوسرا شوہر'' ہیں تو وہ کون ایسا احمق ہوگا جو یہ کہے کہ یہ سارے تو کہتے رہتے ہیں دوسرا شوہر دوسرا شوہر تو بن کر کیوں نہ دکھائیں۔ چلیے درمیان میں لطیفہ سن لیجیے! ایک شخص ریل گاڑی میں سوار تھا، ہاتھ میں ''ٹھلیا'' سی اٹھائے ہوئے تھا، کسی نے اس سے پوچھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں اس نے بتایا کہ تین سال باہر کمانے میں لگائے ہیں اب اپنے گھر جا رہا ہوں۔ کسی نے پوچھا کہ اس ٹھلیا میں کیا ہے؟ کہا کہ اس میں گھی ہے، میری بیوی کو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے لیے لے جا رہا ہوں۔ پرانے زمانے میں جس عورت کو بچہ پیدا ہوتا تھا اسے گھی بہت کھلاتے تھے، اب تو کچھ دوسری چیزیں دینے لگے ہیں پہلے تو یہ تھا کہ گھی کھلاؤ، گھی بہت کھلاتے تھے، کہا کہ بیوی کو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے لیے گھی لے جا رہا ہوں۔ کسی نے کہا کہ آپ تو یہ بتا رہے ہیں کہ کئی سال بعد گھر جا رہے ہیں تو بچہ کیسے ہو گیا؟ کہتے ہیں کہ بھائیوں کی مہربانی ہے۔ خود موجود نہیں ہیں تو بھائی اتنا تعاون تو کریں کم سے کم، کہتے ہیں بھائیوں کی مہربانی ہے، بھائیوں کا تعاون رہا ہے وہ بھائیوں کا شکریہ بھی ادا کر رہا تھا۔

سکھنی کا قصہ:

ہندوؤں اور سکھوں کے مذہب میں یہ بات ہے کہ جب ایک بھائی کی شادی ہوئی تو سب کی ہو گئی، یہ ان کا مذہب ہے اسی لیے تو اسے دیور کہتے ہیں، شوہر کے بھائی کو دیور اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ بھی شوہر ہے، شادی ہوئی ایک سے اور دوسرے بھائی خود بخود آٹومیٹک شوہر بن جاتے ہیں۔ ایک سکھنی کی شادی ہوئی تو وہ بارہ بھائی تھے تو کبھی کوئی

کبھی کوئی کبھی کوئی، تین چار دن گزر گئے تو سکھنی نے اپنی ساس سے کہا کہ امی اتنے دن گزر گئے مجھے تو یہی پتا نہیں چلا کہ میرا شوہر کون سا ہے۔ یہ تو بارہ ہیں، کبھی کوئی آجاتا ہے کبھی کوئی، تو مجھے یہ تو بتادیں کہ میرا شوہر کون سا ہے، اس کی امی کا جواب سنیے، ''او پوئی! (پوئی کہتے ہیں سادہ کو، اتنی سادہ کہ تجھے ذرا بھی عقل نہیں) او پوئی! میرا تو چاٹا بگا ہو گیا مینوتو اج تیکر پتا ئیں میرا کھسم کیڑا اے، او پوئی! تو کل آئی ایں تو ہن پچھتی پئی ایں۔''

اس سے کہہ رہی ہے کہ اری سادہ! تو اتنی سادہ ہے، اتنی سادہ کہ کیا بتاؤں، میرے بال سفید ہو گئے مجھے آج تک پتا نہیں چلا کہ میرا شوہر کون سا ہے۔ دس بارہ بھائی وہ بھی ہوں گے اسی لیے تو بارہ بچے ہو گئے۔ بہو سے کہہ رہی ہے کہ تو اتنی سادہ ہے کہ عقل تو تیرے اندر ہے ہی نہیں، میرے بال سفید ہو گئے، بڈھی ہو گئی مجھے تو ابھی تک پتا نہ چل سکا کہ میرا شوہر کون سا ہے اور تو کل آئی ہے اور پوچھ رہی ہے، بہو کو نصیحت کر رہی ہے کہ تو تو پگلی سی ہے اری وہ سارے ہی ہیں یہی مقصد ہے۔ یہ قصہ سن کر کچھ اثر ہو رہا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل عطاء فرمائیں، بغیر سوچے سمجھے کفار کی تقلید شروع کر دیتے ہیں۔

مکہ میں ایک دیور کی حالت:

مکہ میں مسجد حرام کے سامنے قریب ہی جو ٹیلی فون لگے ہوئے ہیں وہاں ایک شخص کھڑا فون پر بات کر رہا تھا، اس کی حالت یہ تھی کہ کبھی پینترے بدل رہا ہے، پورے جسم کو بل دے رہا ہے اور کھاں کھاں بھی ہو رہی ہے۔ میری نظر پڑی تو میں نے سوچا کہ اللہ خیر کرے اسے کیا ہو رہا ہے کچھ سننا تو چاہیے۔ یہ میرے معمولات میں سے ہے جہاں دیکھتا ہوں کہ عجیب سی بات ہے تو میں وہاں نزدیک جا کر دیکھتا ہوں، اس نیت سے کوئی اصلاح طلب بات ہو تو اصلاح کر دوں۔ انسان ٹیلی فون کرتا ہے تو سیدھی طرح کھڑے ہو کر، اسے کیا کہتے ہیں ٹیلی فون بوتھ اور کچھ کہوں تو شاید آپ لوگ سمجھیں گے نہیں تو بوتھ کہنا پڑتا ہے، ٹیلی فون بوتھ کے ساتھ کھڑا ہو کر انسان آرام سے بات کرتا ہے، سنتا ہے جبکہ

اس شخص کی حالت ایسی کہ جیسے رقص کررہا ہو، کبھی ادھر کو ہو رہا ہے، کبھی ادھر کو ایسے ہو رہا ہے اور چیخیں بھی نکل رہی ہیں۔ میں ذرا قریب چلا گیا کہ دیکھوں معاملہ کیا ہے کہیں کوئی اس پر جادو تو نہیں کررہا، مسمریزم ہو تو ذرا نکال دوں یا کوئی وجد آرہا ہے تو اس کا علاج کردوں، دیکھنے جایا کرتا ہوں علاج کرنے کے لیے، تماشا دیکھنے نہیں جاتا، علاج کرنے کے لیے جاتا ہوں، میں اس شخص کے قریب جو گیا تو کیا سنتا ہوں بھابھی بھابھی وہ کبھی ادھر سے بھابھی، چکر بھی کاٹ رہا ہے کبھی اِدھر سے کبھی اُدھر سے، کبھی اِدھر کو کبھی اُدھر کو، کبھی رانیں ایک دوسرے پر رکھ کر ایسے مروڑ رہا ہے اور بس بار بار یہی آواز آتی ہے بھابھی بھابھی، ارے واہ! میں سمجھ گیا کہ ادھر سے بھابھی کی بھی ایسی ہی حرکتیں ہوں گی بھائی بھائی ایسے کررہی ہوگی۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ بدمعاش لوگ جو بھابھیوں کو استعمال کرتے ہیں تو واقعۃً وہ بھابھیاں ہوتی بھی نہیں ہیں، دوستوں کی بیویوں کو بھابھیاں بنالیتے ہیں خاص طور پر جو لوگ ملک سے باہر جاتے ہیں وہاں چونکہ ایک وطن کے لوگ کم ہوتے ہیں ان کا آپس میں ملنا جلنا زیادہ ہوتا ہے تو سارے ہی ایک دوسرے کی بیویوں کو بھابھی بنالیتے ہیں اور پھر بھابھی بنا کر دیور ہونے کا حق ادا کرتے ہیں، تعاون کرتے ہیں بھائیوں سے۔ اتنے سال گزر گئے اس کا نقشہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے، آواز کانوں میں گونج رہی ہے، ذہن میں ہے کہ کیسے کررہا تھا، عجیب قصہ تھا۔

پشاور والی عورت نے لکھا کہ دیور کہتا ہے کہ اس نے میرے تین حق ماردیے، بہت بڑے بڑے حق ماردیے، ایک تو یہ کہ چچازاد، دوسرے یہ کہ سالی، تیسرے یہ کہ بھابھی۔ ارے! سالی تو آدھی بیوی ہوتی ہے، اس نے تین حق ماردیے میں تو کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا، زبردستی وصول کرکے رہوں گا اپنے حقوق، ایسا فتنہ ان لوگوں نے مچارکھا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ پردہ کرنے سے خاندان والوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟

شیاطین کی حق تلفی:

ایک گیارہ سال کی لڑکی نے پردہ کرلیا تو اس کے رشتہ دار کہنے لگے کہ تو حقوق العباد ضائع کررہی ہے، رشتہ داروں کی حق تلفی کررہی ہے، مطلب یہ کہ سارے زاد تیرے دیدار سے محروم ہوگئے، بیچارے بہنوئی الگ پریشان ہیں اور جب شادی کرلے گی تو دیور، جیٹھ اور نندوئی وغیرہ سب زیارت سے محروم رہیں گے، اس طرح تو کتنے لوگوں کی حق تلفی کرے گی۔ خاندان کے سارے افراد اس لڑکی سے ناراض ہوگئے اور کہتے ہیں کہ نیک بنی بیٹھی ہے اور سب کے حق ماررہی ہے، سمجھ رہی ہے کہ جنت میں جائے گی اور سامان کررہی ہے جہنم کا، سب کے حق مارتی ہے اور بنی بیٹھی ہے ولیۃ اللہ۔ ان لوگوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سب کو خیرات دو سب کو، کوئی بھی آجائے کسی کو روکومت:

لا ترد ید لامس

ترجمہ: ''کسی چھونے والے ہاتھ کو روکتی نہیں''

ایسی ہوجائے تو پھر جائے گی جنت میں ورنہ لوگوں کے حق مار کر کیسے جنت میں جاسکتی ہے۔ لوگوں کے حالات آج کل ایسے ہیں۔

مولوی کے بھائی اور بھتیجوں کا واویلا:

ایک مولوی صاحب کو ہدایت ہوگئی انہوں نے بیوی کو اپنے بھائی سے پردہ کروادیا تو مولوی صاحب کا بھائی کہتا ہے کہ او مولوی! تو اتنے سال تک میری بیوی کو دیکھتا رہا اب مجھے اپنی بیوی کیوں نہیں دکھاتا؟ دکھا اپنی بیوی۔ وہ بہت ڈانٹ رہا ہے، او مولوی! تو میری بیوی کو اتنے سال تک مفت میں تھوڑا ہی دیکھتا رہا ہے۔ یہ لوگ اپنی بیویاں، بیٹیاں، بہوئیں دوسروں کو اس لیے دکھاتے ہیں کہ اگر یہ نہیں دکھائیں گے تو دوسرے کیسے دکھائیں گے، اس لیے یہ اپنی عورتیں دوسروں کو دکھاتے ہیں۔ یہ تو معاملہ ہوگیا

مولوی کے بھائی کا، اب بھتیجوں کا حال سنیے، بھتیجے کہتے ہیں او چچا مولوی! تو ہماری ماں کو دیکھتا رہا ہے اب ہمیں چچی کیوں نہیں دکھاتا؟ دکھا ہمیں چچی، ہماری ماں کوئی مفت کی آئی ہوئی ہے کہ تو اسے دیکھتا رہا۔

مولوی صاحب کی لاٹھی کا اثر:

ایک مولوی صاحب یہاں دارالافتاء میں آئے، چند روز بعد کہنے لگے کہ مجھے تو آج پتا چلا ہے کہ دیور سے پردہ ہے۔ ارے واہ مولوی! اتنے سال پڑھ پڑھ کر اتنے سال! اب تو یہاں کام کو زیادہ بڑھا دیا یہ بچے وچے بھی شروع سے لے لیتے ہیں، پہلے تو یہاں صرف مولوی کو مفتی بنانے کا کام ہوتا تھا، دوسرے مدارس میں جامعات میں سب کچھ پڑھ کر، بہت بڑا مولوی بن کر، اتنی بڑی سند لے کر یہاں آتے تھے پھر داخلے کا امتحان لیا جاتا تھا تو پچاس میں سے صرف دو تین کو رکھتے تھے باقی لوگوں کی چھٹی، شروع تو ایسے ہوا تھا کام۔ اس زمانے میں مولوی صاحب آئے پورا مکمل کر کے فاضل بن گئے فاضل، فاضل جامعہ فلاں، فاضل جامعہ فلاں، یہاں داخلہ لیا، چند روز ٹھہرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے تو اب پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے۔ معلوم نہیں یہ جو پڑھتے پڑھاتے ہیں فقہ میں، حدیث میں، قرآن میں تو پردے کے واضح احکام ہیں آخر ان پڑھنے پڑھانے والوں کو کیا ہو جاتا ہے؟ کیا یہ لوگ اندھے ہو جاتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ آج پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے، مجھے چھٹی دیں میں اپنی بیوی کو پردہ کروا کر آتا ہوں۔ میں نے کہا چلو جاؤ جہاد پر، دیکھیں تجھے بھی تیری بیوی ٹھیک کرے گی۔ ان مولوی صاحب کے لیے دُعاء تو کر دی مگر خطرہ تو یہی تھا نا کہ اس کی بیوی اسے ٹھیک کرے گی۔ مولوی صاحب نے گھر جا کر بیوی سے کہا کہ میرے بھائی سے پردہ کرو۔ وہ کہتی ہے کہ تو کدھر سے مولوی آ گیا؟ لوگ کہتے ہیں کہ اتنے سال تو پڑھتا رہا فلاں جامعہ میں، فلاں جامعہ میں، مولانا بن گیا، عالم بن گیا، دستار بندی تیری ہوگئی، اتنی بڑی سند بھی لے لی، یہ تجھے اب ہوش آیا کہ

دیور سے پردہ ہوتا ہے، وہ تو بھائی ہوتا ہے اس سے کیسا پردہ؟ مولوی کے والدین بھی کہتے ہیں کہ او مولوی! تو کتھوں آ گیا پڑھ کے؟ او مولوی! تینوں کی ہو گیا؟

ان بچوں کو سمجھاتا رہتا ہوں کہ خوب یاد رکھیں جب کبھی اپنے اپنے گھروں میں جائیں تو لوگ آپ کو یہ کہیں گے کہ ارے! تجھے کیا ہو گیا تو تو اچھا خاصا سمجھدار تھا تجھے کیا ہو گیا، یہ کہیں گے لوگ، اگر کسی سے لوگوں نے نہیں کہا تو سمجھ لیں کہ اس مولوی کو دارالافتاء کا مصالحہ لگا ہی نہیں، اسے یہاں سے کچھ حاصل نہیں ہوا اور اگر لوگ کہنے لگیں کہ ارے! تجھے کیا ہو گیا تو تو اچھا خاصا تھا اب تو تو پاگل ہو کر آیا ہے تجھے ہو کیا گیا تو سمجھیے کہ الحمدللہ! مصالحہ لگ گیا پھر جب بھی کوئی کہے نا کہ تجھے کیا ہو گیا تو اسے جواب یہ دیں کہ ؏

ہائے کیا جانے مجھے کیا ہو گیا

ہائے کیا جانے مجھے کیا ہو گیا

اللہ نے میرے دل میں محبت کا تیر لگا دیا ؏

ہائے کیا جانے مجھے کیا ہو گیا

یہ جواب دیا کریں۔ مولوی صاحب کا قصہ سنا رہا تھا، مولوی کے والدین بھی کہتے ہیں او مولوی! تینوں کی ہو گیا؟ تو مولوی نے اٹھائی لاٹھی اور لگائیں بیوی کے دو چار تو بیوی کہتی ہے او مولوی! بس کر بس کر پردہ کرا لے بس بس۔ اس کی ماں بھی کہتی ہے کہ بس مولوی جانے دے، جانے دے بس کر پردہ کرا لے۔ مولوی کا ابا بھی کہتا ہے کہ مولوی جی! بس کر بس کر، نہ مار، پردہ کروا لے تو خوش رہ بس بس۔ دیکھیے لاٹھی کی کرامت، دو تین لاٹھیوں نے تینوں کے دماغ درست کر دیے، بیوی کا دماغ بھی صحیح ہو گیا، مولوی کی اماں کا دماغ بھی صحیح ہو گیا، مولوی کے ابا کا دماغ بھی صحیح ہو گیا۔ مولوی صاحب نے واپس آ کر مجھے سارا قصہ بتایا تو میں نے کہا کہ شاباش مجاہد شاباش۔

جنونِ محبت:

پاکستان کے دور دراز پہاڑی علاقے کے ایک مولوی صاحب یہاں دارالافتاء میں

پڑھنے آئے انہیں بھی یہاں آ کر ہوش آیا کہ شریعت میں تو دیور سے پردہ ہے۔ جیسے میں نے بتایا تھا کہ شروع میں یہاں صرف یہ سلسلہ تھا کہ علماء کو مفتی بنایا جاتا تھا وہ مولانا صاحب بھی ایسے ہی تھے، بہت بڑے عالم، فاضل، دستار بندی کرائے ہوئے، بہت بڑی سند لیے ہوئے، علامہ بنے ہوئے یہاں پہنچے، دارالافتاء میں آنے کے بعد انہیں پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے۔ لکھا ہوا تو ہر کتاب میں ہے، حدیثوں میں بہت سخت تاکید ہے، فرمایا:

الحمو الموت (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیور سے اتنا سخت پردہ کرو، ایسے بچو، ایسے ڈرو دیور سے کہ جیسے موت ہے موت۔ دوسروں کی بنسبت دیوروں سے پردہ زیادہ ہے، نندوئی بہنوئی جو قریبی رشتہ دار ہیں ان سے پردہ اجانب کی بنسبت زیادہ ہے اس لیے کہ ان سے خطرات بھی زیادہ ہیں جتنے خطرات زیادہ ہوں گے اسی قدر پردہ زیادہ ہوگا اس کا حکم موکد ہوتا ہے، اغیار سے ایسے خطرات نہیں ہوتے خطرات اپنے ہی لوگوں سے ہوتے ہیں۔ یہاں آ کر جب مولوی صاحب کو پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے تو اپنی بیوی کو جا کر حکم دیا کہ دیوروں سے پردہ کرو۔ یہ تو پتا نہیں چل سکا کہ ان کی بیوی نے حکم کی تعمیل کی یا نہیں، شوہر غالب رہا یا بیوی غالب رہی اس کی مجھے خبر نہیں۔ دوسرے سال ان ہی مولوی صاحب کے بھائی آ گئے، یہاں دارالافتاء میں کچھ وقت رہنے کے بعد انہیں بھی یہیں آ کر پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے، انہیں بھی یہاں کی ہوا لگ گئی، دُعاء کریں کہ یہ ہوا سب مولویوں کو لگ جائے، اللہ کرے کہ سارے درست ہو جائیں۔ گھر جانے سے پہلے مولوی صاحب نے بھابھی کو پیغام بھیجا کہ آپ پر مجھ سے پردہ فرض ہے اس لیے مجھ سے پردہ کریں۔ بھابھی کا ملفوظ سُنیں، بھابھی فرماتی ہیں کہ ’’جس مولوی نے تیرے بھائی کا دماغ خراب کر دیا تھا اسی نے تیرا دماغ بھی خراب کر دیا۔‘‘ سمجھ گئے؟ بھائی سے

مطلب شوہر، وہ سمجھ رہی تھی کہ کسی نے اس کے شوہر کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ وہ بے چاری بہت پریشان تھی کہیں خوانیاں وغیرہ کرواتی ہوگی، تعویذ گنڈے کرواتی ہوگی کہ شوہر کا دماغ کسی نے خراب کر دیا ہے اور اسے پتا بھی تھا کہ کس نے خراب کیا ہے وہ سمجھ رہی تھی کہ کراچی گیا ہے اور دارالافتاء میں داخلہ لیا ہے، اس سے پہلے تو بالکل ٹھیک تھا اب اسے معلوم نہیں وہاں جا کر کیا ہو گیا ہے، دارالافتاء میں کسی نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ وہ پہلے سے پریشان تو تھی کہ شوہر کا دماغ خراب ہو گیا ہے مگر اطمینان یوں ہوگا کہ جس سے معاملہ ہے اس کا دماغ تو خراب نہیں، معاملہ کس سے ہے؟ دیور سے، تو یہ اطمینان تھا کہ چلو اگر شوہر کا دماغ خراب ہوتا ہے تو کہیں رسی وسی سے باندھ دیں گے معاملہ تو دیور سے ہے اس کا دماغ تو ٹھیک ہے مگر جب دیور نے بھی جا کر کہہ دیا کہ مجھ سے پردہ کرو تو پھر تو کچھ نہ پوچھیے اس نے وہیں سے فتویٰ جاری کر دیا، فیصلہ دے دیا کہ اس کے بھائی کا دماغ جس نے خراب کیا ہے اس کا بھی اسی نے کیا ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟ دور دراز پہاڑوں کے غاروں میں رہنے والی عورت، اس کا نظریہ یہ ہے کہ دنیا میں دماغ خراب کرنے والا صرف ایک شخص ہے شوہر کا دماغ بھی اسی نے خراب کیا دیور کا دماغ بھی اسی نے خراب کیا ہے، دیکھیے کتنی ہوشیار ہے۔ یہ تو بہت بڑی سند ہے، اس کے خیال میں دماغ خراب کرنے والے دو تین چار پانچ نہیں ہیں بلکہ اس کا فیصلہ یہ ہے کہ دماغ خراب کرنے والا ایک ہی ہے، جس نے اس کے بھائی کا دماغ خراب کیا اسی نے اس کا بھی کیا، دوسرا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ سمجھ میں آ گئی بات اللہ کرے کہ سب کے دماغ ایسے خراب ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا جنون عطا فرما دیں محبت کا جنون، یہ مل جائے، اللہ سے جنونِ محبت مانگا کریں ؎

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر

یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ تعالیٰ ایسا دل دیوانہ عطا فرما دیں تو دنیا اور آخرت میں سکون مل سکتا ہے۔

اللہ کے قوانین عمل کے لیے ہیں:

ایک بات مجھے بڑی عجیب لگتی ہے کہ قرآن تو پوری دنیا میں ایک ہی ہے جو چیز قرآن میں ہے سب مدارس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر مولویوں کو پتا کیوں نہیں چلتا یہ بڑی عجیب بات ہے۔ مولوی لوگ سب کچھ پڑھ جاتے ہیں پڑھا جاتے ہیں مر بھی جاتے ہیں لیکن انہیں ادھر توجہ ہی نہیں رہتی کہ ساری عمر جو پڑھتے پڑھاتے رہے یہ عمل کرنے کے لیے ہے، یہ مسائل عمل کرنے کے لیے ہیں، اللہ کے قانون اس لیے ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے اتنی عقل عام مولویوں کو بھی نہیں آتی دوسرے مسلمانوں کو تو کیا آئے گی۔ اس کی وجہ ایک مولوی نے یہ بتائی کہ ہم جو عمر بھر پڑھتے پڑھاتے رہے تو ہم یہ سمجھتے رہے کہ یہ جو علوم دینیہ ہیں یہ عمل کرنے کے لیے ہیں ہی نہیں، صرف پڑھنے پڑھانے کے لیے ہیں۔ پڑھاتے ہیں پڑھتے ہیں لیکن احکام دین پر عمل کی طرف کسی کی توجہ ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات مولویوں میں عام ہے کہ یہ صرف پڑھنے پڑھانے کی چیزیں ہیں کرنے کا کام تو ہے ہی نہیں، کرنے والے مر گئے اب یہ صرف کہنے سننے کی باتیں ہیں۔ انہوں نے سچی سچی بات بتادی کہ علوم دینیہ پڑھنے والوں کے پیش نظر عمل تو ہے ہی نہیں حالانکہ اللہ کے قانون تو ہیں ہی عمل کے لیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تلاوت کے لیے قرآن مجید کھولتے تھے تو اسے چومتے اور ساتھ یہ کہتے:

عھد ربی ومنشور ربی عزوجل

ترجمہ: ''یہ میرے رب عزوجل کا عہد اور منشور ہے''

یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ساتھ ایک معاہدہ ہے معاہدہ۔

معاہدہ کیا ہے:

اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ (۲-۴۰)

ترجمہ: ''تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا''

تم میرے بندے بن کر رہو گے تو میں تمہاری ہر قسم کی حفاظت کروں گا، یہ بندے کا اللہ سے معاہدہ ہے۔ **ومنشور ربی،** اور یہ قرآن مجید میرے رب کے احکام کی کتاب ہے، یہ میرے رب کے قوانین کی کتاب ہے۔ وہ رب کیسا ہے: عزوجل، غالب ہے غالب، اللہ کے قانون پر اگر کوئی عمل نہیں کرے گا تو وہ اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، یہ الفاظ کہا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید کی ابتداء میں اس پر تنبیہ فرمادی کہ یہ جن بھوت اتارنے کی کتاب نہیں، سفلی اتارنے کی کتاب نہیں، دنیوی پریشانیوں کے علاج کی کتاب نہیں، دنیوی پریشانیاں زائل ہو تو جائیں گی مگر پڑھ پڑھ کر پھونکنے سے اور لکھ لکھ کر پینے سے نہیں بلکہ دنیوی پریشانیوں کا علاج ہو گا تو صرف ایسے صرف ایسے صرف ایسے کہ قرآن پر عمل کرو، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑ دو، قرآن مجید کی پہلی ہی آیت میں فرمایا:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: ''متقین کے لیے ہدایت ہے''

اس قرآن مجید کو ہم نے کیوں بھیجا: **هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ** جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنا چاہے گا یہ قرآن اسے نافرمانیوں سے بچالے گا۔ یہ قرآن نافرمانیوں سے کیسے بچائے گا ایک تو یہ بتائے گا کہ کون کون سی چیزیں ناجائز ہیں ان سے بچو۔ دوسری بات یہ کہ یہ قرآن ایسی ایسی باتیں بتائے گا کہ ان سے اللہ کی محبت دلوں میں پیدا ہو جائے، اللہ کا خوف پیدا ہو جائے، آخرت کی فکر پیدا ہو جائے۔ جن چیزوں کے بارے میں پتا چل جائے گا کہ یہ چیزیں اللہ کی نافرمانی میں داخل ہیں انہیں انسان چھوڑ دے گا۔

اللہ نے تو قرآن کے شروع ہی میں فرمادیا: **هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ** یہ قرآن تو ہم نے ہدایت کے لیے نازل کیا ہے مگر آج کل کا مسلمان یہ نہیں سمجھتا کہ قرآن کیوں نازل کیا گیا ہے، ان کے خیال میں تو بس یہی ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لیے پڑھتے

پڑھاتے رہو، کہتے ہیں، ''کرتے رہو مخالفت اور مانگتے رہو برکت''۔ خاص طور پر جہاں کوئی تقریب ہوتی ہے نیا مکان، نئی دُکان، نیا کاروبار وغیرہ وہاں قرآن کی خوانی کرتے ہیں، قرآن کی خوانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اجتماعی طور پر سب لوگ پڑھتے ہیں اللہ کے احکام، یہ حکم ہے، یہ حکم ہے، یہ حکم ہے اور وہیں بیٹھے بیٹھے اس کی مخالفت کرتے ہیں، ایک ایک حکم پڑھتے ہیں اور وہیں کے وہیں اسی مجلس میں جس میں پڑھتے ہیں اسی میں اس کی بغاوت بھی کرتے ہیں تو بتایئے کہ ایسی خوانی سے برکت نازل ہوگی یا لعنت؟ مثال کے طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں پردے کی آیات کہ عورت پر پردہ فرض ہے چند ایک رشتے اللہ تعالیٰ نے گنوا دیے کہ انہیں چھوڑ کر باقی جو شخص بھی ہوگا اس سے پردہ فرض ہے، خوانی میں یہ آیتیں پڑھتے ہیں اور اسی مجلس میں مرد اور عورت خوانی کے بہانے اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں، خوب زیب و زینت کے ساتھ بن ٹھن کر آتے ہیں تا کہ خوانی کا مزہ بھی تو آئے۔ یہ بدمعاش لوگ بظاہر عبادت کرتے ہیں مگر درحقیقت ان کا مقصد مزے لینا ہوتا ہے۔

حاجی کی بدمعاشی:

اور قصہ سنیے! مکہ مکرمہ میں اپنے متعلقین میں سے ایک جامعۃ ام القریٰ کے استاذ ہیں، ان کے ہاں عمرے کے سفر میں ٹھہرا کرتا تھا، انہوں نے بتایا کہ پنڈی میں ان کے ایک جاننے والے ہیں ان کا خط پہنچا مکہ مکرمہ میں اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ''میں اہل وعیال سمیت حج کے لیے آرہا ہوں اور ٹھہروں گا آپ کے ہاں'' یہ لکھ کر آگے لکھ دیا کہ ''پردے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس میں تو کوئی دقت ہوگی ہی نہیں اس لیے کہ ہم اور آپ تو ایک ہی ہیں پردے کی تو کوئی بات ہی نہیں۔'' یہ آج کل کے حاجی دیکھیے کیسے بدمعاش ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں عقل عطا فرما دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے انہیں جواب میں یہ لکھا کہ میری اہلیہ تو میرے بھائیوں سے بھی پردہ کرتی ہیں

یہ آپ سے کیسے نہیں کریں گی؟ میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ پی ایچ ڈی تو ہیں مگر ان شیطانوں کا پی ایچ ڈی میں ہوں، آپ کو پتا ہی نہیں چلا کہ اس بدمعاش کا مطلب کیا ہے، آپ نے اسے جواب تو ٹھیک لکھ دیا مگر اس کا مقصد کیا تھا وہ میں آپ کو بتاتا ہوں، اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ وہ آپ کے مکان میں رہے گا تو آپ کو مکان کا کرایہ ملتا رہے گا، وہ مکان میں مفت میں نہیں رہیں گے بلکہ ہزاروں ہزاروں ریال آپ کو کرائے کے مل جائیں گے بلکہ ریالوں سے زیادہ بہتر چیز پیش کریں گے، کچھ نہ پوچھیے پھر دیکھے آپ کے کیسے مزے ہوں گے، آپ خوش ہو جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، اپنی بیوی اور بیٹیاں آپ کو دکھائیں گے پہلے سے تیار ہو جائیں، ابھی سے رالیں ٹپکانا شروع کر دیں، اور ان کا اپنا فائدہ یہ کہ انہیں ناشتہ ملتا رہے گا، آپ کی بیوی اور بیٹیوں کو دیکھتے رہیں گے تو گویا یا ناشتہ ہوتا رہے گا، کوشش تو کریں گے کہ کھانا ہی مل جائے مگر وہ نہ ملا تو ناشتہ تو مل ہی جائے گا۔ آپ لوگ یہاں آتے آتے اتنی بات تو سمجھ ہی گئے ہوں گے نا کوشش تو یہی ہوگی کہ اللہ کرے کھانا ہی مل جائے نہیں تو زیارت ہو جائے تو ناشتے سے کم تو وہ بھی نہیں۔ زیارت تو ہوتی ہی رہے گی وہ اپنی بیوی بیٹیاں آپ کو دکھاتے رہیں گے اور آپ کی بیوی بیٹیاں خود دیکھتے رہیں گے اس طرح سارے کے سارے خوش رہیں گے۔ کہتے ہیں کہ پردے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم تو ایک ہی ہیں تو گویا وہ شوہر ہے تو یہ بھی شوہر ہے، دونوں کا شوہر اس کا بھی اور اس کا بھی، اس لیے پردے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بے پردگی بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ:

یہ حاجی لوگ آج کل جو جاتے ہیں نا ان کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفر کی دنیا کے ایجنٹ ہیں یہ لوگ، ڈاڑھی منڈانے والے اور ایسے بے پردہ لڑکیوں اور بیویوں کو لے جانے والے، یہ لوگ جہاں کہیں بھی ہوں یہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے

ہیں، قرآن مجید میں بالکل اس کی صراحت ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲۴-۱۹)

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کریں گے، دنیا میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے وہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں اس لیے خوب سمجھ لیں کہ یہ کفر کی دنیا کے ایجنٹ ہیں، دنیا میں جہاں جہاں بھی کفر ہے جس قسم کا بھی ہو خواہ وہ امریکا کا ہو، ایران کا ہو، ہندوستان کا ہو یا روس کا ہو پوری دنیا کے کفر کے یہ ایجنٹ ہیں جو پردہ نہیں کرواتے، بے حیائی پھیلاتے ہیں، لوگوں کو اسلام سے نکالنا چاہتے ہیں، اس لیے میں یہ کہا کرتا ہوں کہ دو قومیں ایسی ہیں کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ ان میں ایمان ہے ہی نہیں، کفر کا فتویٰ ہم اس لیے نہیں دیتے کہ فتویٰ دینے میں تو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ یقین ہے کہ اس میں ایمان نہیں پھر بھی کفر کا فتویٰ نہیں دیتے۔ سنیے کیسے؟ جو لوگ بھی ڈاڑھی منڈاتے یا کٹاتے ہیں وہ صرف یہ نہیں کہ منڈاتے اور کٹاتے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ یہ کہ وہ ڈاڑھی رکھنے کو برا بھی سمجھتے ہیں سو جو شخص اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کو برا سمجھتا ہو شریعت کے حکم کو برا سمجھتا ہو تو خود ہی فیصلہ کیجیے کہ اس کے دل مین ایمان کہاں سے آیا۔ اسی طرح سے جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے وہ دراصل پردے کے حکم کو برا بھی سمجھتے ہیں اس کا مذاق اُڑاتے ہیں فیصلہ کریں کہ ان کے دل میں ایمان کہاں رہا؟

قصے بتانے کا مقصد:

یہ قصے کیوں بتائے کہ شرعی پردہ کرنے سے پورا خاندان دشمن بن جاتا ہے پورا خاندان شور مچانے لگتا ہے کہ کتنا نقصان پہنچا دیا، مرے جا رہے ہیں، جلے جا رہے ہیں۔ ابھی دو تین دن کے اندر اندر دو خواتین نے اپنے حالات کی اطلاع دی، دونوں کا مضمون قریباً ایک ہی ہے کہ ہمارا خاندان دنیوی لحاظ سے بہت ہی اونچا ہے اور بہت ہی ماڈرن لوگ ہیں، پردے کی بات تو الگ رہی ہمارے ہاں مرد اور عورتیں اکٹھے مل کر بیٹھتے ہیں، انتہائی درجے کی بے حیائی، ہم نے جب آپ کا وعظ ''شرعی پردہ'' پڑھا تو ہم پر بہت اثر ہوا اور ہم نے مکمل شرعی پردہ کر لیا جس کی وجہ سے سارا خاندان بہت سخت ناراض ہے، طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں، ہم نے جب سے شرعی پردہ کیا ہے شادیوں میں اور تمام غیر شرعی تقریبات میں جانا چھوڑ دیا ہے کچھ بھی ہو جائے ہم کہیں بھی نہیں جاتے بس گھر میں رہتے ہیں۔ تمہید تو ہوگئی لمبی اب ذرا نمبر وار سن لیں کہ یہ سب کچھ بتانے سے مقصد کیا ہے:

① یہ ساری تفصیل بتانے سے ایک مقصد تو یہ ہے کہ دُعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمائیں، ہمارے لیے ہمارے اکابر کے لیے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقۂ جاریہ بنا دیں، جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ہمارا کوئی کمال نہیں، جس اللہ نے یہ وعظ کہنے کی توفیق عطا فرمائی اس کے بعد اسے چھاپنے کی توفیق عطا فرمائی اور جس اللہ کی رحمت سے دلوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، تنہا کمزور عورتیں پورے پورے بے دین خاندانوں کا کیسے مقابلہ کر رہی ہیں اسی رحمت کے صدقے سے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمالے، آیندہ اور زیادہ نافع بنائے۔

② دوسرا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ بھی تو کچھ سبق حاصل کیا کریں یہ واقعات سن کر اپنے اپنے طور پر کوشش کیا کریں۔

③ تیسرے یہ بھی کہ صرف شرعی پردہ پر ہی اسلام مکمل نہیں ہو جاتا بلکہ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں پورے کے پورے اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی نافذ کرنے کے لیے مکمل مسلمان بننے کے لیے کوششیں تیز کریں اور یہ سمجھیں کہ ایک عورت پورے خاندان کا مقابلہ کر رہی ہے تو آپ مرد ہو کر کیوں نہیں کر سکتے، مرد کو تو اللہ تعالیٰ نے قوی بنایا ہے، عورتیں پورے پورے بے دین خاندان کا ایسا مقابلہ کر رہی ہیں تو مردوں کو تو چاہیے کہ ثابت کریں کہ ہم مرد ہیں اور زیادہ ہمت سے کام لیں، ہمت سے کام لیا کریں اور ساتھ ساتھ دُعائیں بھی کیا کریں۔

④ وعظ ''شرعی پردہ'' کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کی کوشش کریں جتنا ہو رہا ہے اس سے بھی زیادہ آگے پہنچانے کی کوشش کریں، اپنے اپنے گھروں میں سنائیں زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کریں۔

⑤ یہ دُعاء کریں کہ جن لوگوں پر وعظ ''شرعی پردہ'' کا اثر ہو رہا ہے، وہ اللہ کا حکم مان رہے ہیں، اس پر عمل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان کے بندوں پر غالب فرما دیں۔

⑥ یہ دُعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ وعظ ''شرعی پردہ'' کو جس طرح امت کے لیے نافع بنا رہے ہیں اسی طرح دوسرے مواعظ کو بھی نافع بنائیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر قسم کے منکرات سے بچالیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نفس و شیطان، برے ماحول اور برے معاشرے سے مقابلے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ
نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا
یہ عالم آخرت ہم اُنہی لوگوں کے لیئے خاص
کرتے ہیں جو دُنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا (العنکبوت:۸۳)

وقت کی قیمت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ۔ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: وقت کی قیمت

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

وقت کی قیمت

(۲۵/ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ)

ایک صاحب بہت نیک ہیں، دین کا جذبہ اُبل رہا ہے، جس طرح تبلیغی بھائیوں میں دینی جذبات بہت اُبلتے ہیں، کسی کے پیچھے پڑ جائیں تو جان چھڑانا مشکل۔ ایسے ہی وہ صاحب کہ دینی جذبات بہت زیادہ رکھتے ہیں، سیکڑوں افراد کو ڈاڑھیاں رکھوادیں، تاجر ہیں، سارا دن مارکیٹ میں گزرتا ہے، ڈاڑھی اور پردہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہت عجیب عجیب مثالیں ان کے دل میں ڈالتے ہیں، تعجب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر کیسی رحمت ہے۔ فون پر مجھ سے بات کرتے ہیں تو مسئلہ تو کبھی کبھار ہی پوچھتے ہیں، اپنے جذبات کی تصدیق کراتے ہیں کہ اس میں میری کوئی غلطی تو نہیں ہے اور مجھ سے شاباش لیتے رہتے ہیں۔

ڈاڑھی کے بارے میں فلاں مثال دے کر سمجھایا، پردہ کے بارے میں فلاں مثال دے کر سمجھایا، مکمل دین دار بننے کے بارے میں فلاں مثال دیکر سمجھایا، سیکڑوں خواتین کو پردہ کروادیا اور خوانین کی ڈاڑھیاں رکھوادیں۔

یہ ہے ان کی دینی صلاحیت، آگے جو قصہ بتاؤں گا اس میں اسکا دخل ہے، اس لیے پہلے یہ تمہید باندھی۔

وہ مجھے ذاتی طور پر گراں قدر ہدایا دیتے رہتے ہیں اور خدمات دینیہ میں بھی کافی مالی تعاون کرتے رہتے ہیں۔

مالی تعاون کی بنیاد پر وقت مانگنا:

ایک بار انہوں نے دینی خدمات کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپے دیے، سوا لاکھ تو تقریباً یوں کہنا چاہیے کہ ایک ساتھ ہی دیے اور اس سے پہلے پچیس ہزار تقریباً ایک ماہ میں مختلف اوقات میں دیے۔ اس طرح ڈیڑھ لاکھ پہنچانے کے بعد واپس جا کر فون پر کہنے لگے:

"میں آپ سے اپنے احوال کی تصدیقات تو کرواتا ہی رہتا ہوں، اب خاص طور پر حج کے لیے جا رہا ہوں، اور جذبات ابھر رہے ہیں، جب سے حج کا ارادہ کیا ہے یوں دُعاء ہوتی ہے، یوں ہوتی ہے، اور وہاں جا کر یہ دُعاء مانگوں گا، یہ مانگوں گا، سب دُعاؤں کا حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ دین دار بنالیں، اپنا بنالیں، فکر آخرت پیدا فرما دیں، دُنیا داروں جیسی دُعائیں نہیں۔
دو چار دن میں حج کے لیے جا رہا ہوں، آپ مجھے آدھا گھنٹہ دے دیں، اپنے جذبات سُناؤں گا، حالات بتاؤں گا، بس آپ سے تصدیق کروانا چاہتا ہوں اور سوائے آپ کے اور کہیں سے مجھے تسلی نہیں ہوتی۔"

میں نے سوچا کہ اگر میں فون پر وقت دینے سے انکار کرتا ہوں تو بات ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی، روبرو بلا کر سمجھاؤں تو اُمید ہے کہ دو تین منٹ میں سمجھ جائیں گے، اس لیے میں نے ملاقات کی اجازت دے دی۔

مومن کی فراست:

جو شخص دین دار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہوشیار بھی بہت کر دیتے ہیں، حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله،

''مؤمن کی فراست سے بچو، اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

خود ہی سوچ کر کہنے لگے:

''آپ کا وقت تو فارغ ہوتا نہیں، مگر جمعرات کے دِن عصر کے بعد آپ بیان نہیں کرتے تو اس وقت آدھا گھنٹہ مجھے دے دیں۔''

حالانکہ وہ وقت بھی فارغ تو نہیں ہوتا، جمعرات کا تو مجھے انتظار رہتا ہے کہ کئی کام جمع ہوئے ہوتے ہیں، جمعرات کو اِدھر سے چھٹی ہوگی تو اُدھر دوسرے کام نمٹاؤں گا، وہ وقت تو بہت اہم ہوتا ہے، لیکن میرے دل میں یہ بات تو تھی ہی:

''تین چار منٹ میں ان کو نمٹا دوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، آدھا گھنٹہ تین چار منٹ میں سمو دوں گا۔''

اس لیے میں نے کہا:

''ٹھیک ہے آپ جمعرات کو ہی آجائیں۔''

ان کو پہنچنے میں ذرا سی دیر ہوگئی، ان سے پہلے دو عالم پہنچ گئے۔

علماء مشایخ کے لیے پابندی نہیں:

علماء اور مشایخ کے لیے میرے ہاں وقت کی کوئی پابندی نہیں، نہ تو وقت کی یوں پابندی کہ فلاں وقت میں نہ آئیں، فلاں میں نہ آئیں اور نہ یوں پابندی کہ اتنے منٹ دوں گا اتنے نہیں دوں گا، چوبیس گھنٹے دروازہ کھلا ہے، جب چاہیں تشریف لے آئیں۔

یہ الگ بات ہے کہ وہ تشریف لانے سے قبل ہی راحت وسہولت کا وقت دریافت فرمالیتے ہیں ان کو ایسا دستور بتاتا ہوں جس میں علماء ومشایخ سے بات ہو تو طیبِ خاطر،

شرح صدر اور مسرتوں کے ساتھ ہو۔

محترم مہمانوں کے لیے اھلاً وسہلاً:

میرے کمرے میں ڈسپلے لگا ہوا ہے، جس میں جہاد، ترکِ منکرات اور مسلمانوں کو آپس میں اتفاق کی تبلیغ ہے اس کے شروع میں ہے:

''اھلا وسھلا ومرحبا. بالضیوف الکرام.''

محترم مہمانوں کے لیے اھلا وسھلا ومرحبا، خوش آمدید، سب زبانوں میں لکھا ہوا ہے، شاید کسی کو اشکال ہو کہ کسی کو وقت تو ایک منٹ بھی نہیں دیتا صرف دکھانے کے لیے لگا رکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ''بالضیوف الکرام'' کے الفاظ ہیں، مکرم، محترم مہمان کون ہوتے ہیں؟ علماء اور مشایخ، ان کے لیے ہر وقت دروازہ کھلا ہے، خواہ علماء چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

یہاں جو علماء تشریف رکھتے ہیں وہ بھی اور دوسرے حضرات بھی اس بات کو خوب یاد رکھیں، لوگوں نے یہاں پر پابندی کی بہت تشہیر کر رکھی ہے، لوگ جو بات اڑا دیتے ہیں، پھر کچھ نہ پوچھیے، بلا تحقیق ہی اس پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔

ایک عالم کی شکایت پر جواب:

ایک بہت بڑے عالم تشریف لائے، مجھ سے فرمانے لگے:

''سنا ہے کہ آپ نے فون کے اوقات متعیّن کر رکھے ہیں، دوسرے اوقات میں آپ فون پر بات نہیں کرتے۔''

میں نے کہا:

''وہ تو عوام کے لیے ہے، علماء کے لیے تو کوئی پابندی نہیں، آپ نے کبھی

تجربہ کیا کہ آپ نے فون کیا ہو اور اس طرف سے انکار ہوا ہو۔“

علماء کے لیے نہ فون پر پابندی، نہ بالمشافہہ بات پر پابندی، ان کے لیے دروازے کھلے ہیں، دارالافتاء کے دروازے بھی کھلے ہیں اور دِل کے دروازے بھی کھلے ہیں، جب چاہیں تشریف لائیں، کوئی تجربہ تو کرے۔

دو عالم ان سے پہلے تشریف لے آئے، جو بڑے بھی نہیں، برابر کے بھی نہیں، نہ کوئی کام تھا، چھوٹے اور محض عقیدت ومحبت سے ملاقات کے لیے آئے تھے۔

ان صاحب کے آنے کی اطلاع ملی تو میں نے سوچا کہ ان علماء کو کیسے اُٹھاؤں؟ یہ تو دین کے ستون ہیں، ان سے کیسے کہوں کہ اب آپ تشریف لے جائیں۔

میں نے ان کو کہلا دیا کہ اس وقت تو علماء کرام تشریف لے آئے ہیں اس لیے کبھی دوسرے وقت میں آجائیں، انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ بہت اچھا کل جمعہ کے دن مغرب کے بعد، میں نے کہا ٹھیک ہے۔

ایک عالم کی قدر:

ایک بات یہاں ذہن میں رہے کہ ایک عالم کی قدر ڈیڑھ لاکھ تو کُجا ڈیڑھ کروڑ بلکہ اربوں کھربوں سے بھی زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ نے علم کی قدر ومنزلت اتنی بڑھائی کہ بے حدوحساب، اور اس کو اس قدر بڑھا کر میرے دل میں بھی اُتار دیا ہے۔

وہ واپس چلے گئے، دوسرے دن مغرب کے بعد تشریف لے آئے، میں بار بار ڈیڑھ لاکھ کا تذکرہ کروں گا اور مزا لینے کے لیے نہیں، ایک تو اعادہ ہوتا ہے مزا لینے کے لیے۔

اجد الملامۃ فی ھواک لذیذۃ
حبا لذکرک فلیلمنی اللوّم

اس کا اعادہ اس لیے کروں گا تا کہ آپ حضرات کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے

کہ علم دین کی کسی خدمت پر صرف ہونے والا ایک لمحہ ڈیڑھ لاکھ تو کیا کروڑوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے، لمحہ کے ساتھ مقابلہ کے لیے بار بار ذکر کروں گا۔

وہ صاحب پہنچ گئے اور آتے ہی کہنا شروع کر دیا:

''آدھا گھنٹہ میں ضرور لوں گا۔''

جواہر خمسہ:

میں نے کہا ٹھیک ہے، پہلے میری پانچ باتیں سُن لیں، نمبر لگانے کی میری عادت تو ہے ہی، نمبر اس لیے لگاتا ہوں کہ یاد رکھنا آسان ہو، تو میں نے پانچ نمبر لگا دیے:

میرے ایک ایک منٹ سے دنیا فائدہ اُٹھا رہی ہے:

① میرے وقت کے ایک ایک منٹ بلکہ ایک ایک لمحہ سے پوری دنیا استفادہ کر رہی ہے، پوری دنیا سے یہ مقصد نہیں کہ ہر فرد، مقصد ہے دنیا کا ہر علاقہ، جہاں تک میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ یہ باتیں ہر علاقے میں پہنچا رہے ہیں، مواعظ کے کتابچے، معلوم ہوا ہے کہ بارہ زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں، کیسٹیں اور ان سے بھی زیادہ فتوی کی کتاب ''احسن الفتاوی'' دنیا کے کونے کونے میں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دی ہے، پھر یہ خدمات اس زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قیامت تک ہمارے لیے، ہمارے اکابر کے لیے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں گے۔

تو جس منٹ میں صرف موجودہ پوری دنیا ہی کا نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی پوری دنیا کا حق ہے، ان سب سے چھین کر ایک شخص کو دے دوں تو یہ حق تلفی اور ظلم ہوگا۔

اتنے منٹ کہاں سے لاؤں؟

② کسی ایک شخص کو الگ سے ایک منٹ دے دوں تو دوسرا کہے گا مجھے بھی دے

دیں، تیسرا کہے گا مجھے بھی دے دیں، منٹ مانگنے والے اتنے ہیں کہ اتنے میرے جسم پر بال بھی نہیں، اگر سب نے مجھے تقسیم کرنا شروع کر دیا تو میری ایک ایک بوٹی بلکہ ایک ایک بال نوچ کر لے جائیں گے پھر بھی سب کی خواہش پوری نہ ہوگی۔ اتنے منٹ کہاں سے لاؤں؟ اس بارے میں کہتا بھی رہتا ہوں:

''بھائی! جس کے پاس کوئی چیز ہے ہی نہیں، اس سے وہ چیز مانگنا کیا ظلم نہیں ہے؟ کتنا بڑا ظلم ہے، ارے منٹ ہو تو دوں، ہے ہی نہیں تو کہاں سے دوں؟ کہاں سے پیدا کروں؟''

مالی تعاون کرنے والے کو وقت دینا:

③ دینی کاموں میں مالی تعاون کرنے والے کو ایک منٹ دے دیا تو یہ مظنۂ تہمت ہے، دوسرے لوگ سمجھیں گے کہ جو مالی تعاون کرتا ہے اس کو تو وقت مل جاتا ہے اور جو مالی تعاون نہیں کرتا اس کو وقت نہیں دیا جاتا۔ اس سے لوگوں کے دین کو نقصان پہنچے گا۔ وہ کہنے لگیں گے:

''یہ علماء دوسروں کو تبلیغ کرتے رہتے ہیں، دوسروں کو بنانے کے دعوے کرتے رہتے ہیں، مگر حال یہ ہے کہ جو پیسے دیدے اس کو فوراً وقت دیدیتے ہیں اور جو پیسہ نہیں دیتا اس کو وقت نہیں دیتے۔''

علماء سے بدگمانی عوام کے دین کی تباہی ہے۔

وقت دینے سے اس کا نقصان:

④ جس نے مالی تعاون کیا اس سے دوسروں کو الگ اگر ایک ہی منٹ دیدیا تو نفس و شیطان اس کو تباہ کرنے کے لیے اس کے دل میں یہ فساد ڈالیں گے:

''دیکھو تم نے پیسے دیے ہیں اس لیے تیری رعایت کی جارہی ہے، تجھے

وقت مل گیا۔"

پیسے دینے کا ثواب کیا ہوگا؟ جس کے دل میں یہ خیال آیا وہ تو تباہ ہوگیا، اس کا دین برباد ہوگیا۔ مالی مدد کرنے والوں کو اپنا احسان سمجھنے کی بجائے ممنون رہنا چاہیے کہ ہمارا مال ٹھکانے لگادیا۔

دل کی صلاحیت کا معیار:

⑤ یہ نمبر بڑا عجیب ہے، دل کی صلاحیت کا معیار کیا ہے؟ مذکورہ چار نمبر جس کی سمجھ میں آگئے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے دل میں صلاحیت ہے اور اگر یہ چار نمبر تفصیل سے سمجھانے کے باوجود اس کی سمجھ میں نہیں آرہے تو معلوم ہوا کہ دِل میں صلاحیت نہیں ہے، دل میں فساد ہے، اس میں کوئی عقل وفہم ہے ہی نہیں۔ بدفہم اور بے عقل ہے۔

یہ پانچ نمبر ان کو بتا کر رخصت کردیا "جواہر خمسہ" دے دیے۔ ایک ایک جوہر کروڑوں سے زیادہ قیمتی، چند منٹوں میں ان کو دے دیے اور وہ چلے گئے۔

اس کے بعد ایک بات اور بتادوں، وہ یہ کہ میں دنیا کا کوئی دھندا نہیں کرتا، کہیں آتا جاتا بھی نہیں، حتیٰ کہ جو شخص بھی کہیں سے بھی کتنی بھی رقم لے کر آتا ہے خواہ وہ میری ذاتی تجارت کی رقم ہو یا دینی کاموں کے لیے دینا چاہے، دل یہ چاہتا ہے کہ بیرونی دروازے پر ہی یا دارالافتاء میں کسی کو پکڑا کر بھاگ جائے، میرے کمرے میں نہ آئے، مجھ سے وقت نہ لے، خواہ لاکھوں روپے دینا چاہتا ہو۔

وقت کی حفاظت کیوں کرتا ہوں؟

وقت کی اتنی حفاظت کیوں کرتا ہوں؟ آپ ہی حضرات کے لیے تو کرتا ہوں۔ میرا ذاتی کام تو نہیں ہوتا، راحت وآرام بھی ضرورت سے زیادہ نہیں کرتا، دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے کام کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے لیے کام لے رہے ہیں، اپنی

رحمت سے قبول فرمائیں۔ یہ تو ہوگئی بڑی عمومی خدمت، رات دن اسی میں گزرتے ہیں۔

اگر کسی کا کوئی خصوصی مسئلہ ہو تو اس میں بھی تنگی اور بخل نہیں کرتا، البتہ صحیح طریقہ اور نظم وضبط سے کام کرتا ہوں، اس کے لیے کئی دروازے کھلے ہیں۔

ملاقات کے اوقات:

① صبح ایک گھنٹہ فون پر۔

② دوپہر کو آدھا گھنٹہ دارالافتاء میں۔

③ عصر کا بیان ختم ہونے کے بعد۔

بیان تقریباً آدھا گھنٹہ ہوتا ہے، پھر مغرب کی نماز تک تقریباً پون گھنٹہ تو ہوتا ہی ہے۔

④ رات کو آدھا گھنٹہ فون پر۔

⑤ دوسرے حضرات علماء کرام یہاں موجود رہتے ہیں، یہ علماء بھی ہیں، مشائخ بھی ہیں، جو چاہیں ان سے پوچھ سکتے ہیں۔

⑥ ڈاک سے پوچھ سکتے ہیں۔

⑦ دستی ڈاک سے پوچھ سکتے ہیں۔

⑧ ان صورتوں کے علاوہ واقعۃً کوئی ضرورتِ دینیہ ہو تو منٹ کیا گھنٹے بھی دے دیتا ہوں، مگر کوئی مالی تعاون کے زعم پر مجھ سے ایک لمحہ بھی کروڑوں کے عوض بھی نہیں خرید سکتا۔

سارا وقت آپ ہی لوگوں کی خدمت میں گزر رہا ہے، میں کوئی اپنی دنیا تو نہیں بنا رہا، پھر کسی کو کوئی خصوصی کام ہو تو اس کے لیے آٹھ دروازے کھلے ہیں، جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن کا راستہ دکھانے کے لیے آٹھ دروازے کھلے ہیں، پھر بھی اگر کوئی

وقت نہ دینے کی شکایت کرتا ہے تو اس کی بدفہمی کا کیا علاج؟ اللہ تعالیٰ سب کو فہم دین عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

معاشرت کے چند آداب

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: معاشرت کے چند آداب

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاشرت کے چند آداب

یعنی کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے اور استنجاء کرنے کے چند آداب

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

جس کی اہمیت ہوتی ہے اس کو سیکھ لیتا ہے:

جن لوگوں کو دین دار بننے کا خیال ہے، انہیں دین دار بننے کا طریقہ نہیں آتا۔ جن کو دین دار بننے کا خیال ہی نہیں آتا، ان کا قصہ تو چھوڑیں۔ جن کو خیال ہے ان کو طریقہ نہیں آتا۔ طریقہ نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ دین دار بننے کا جتنا خیال ہونا چاہیے اتنا خیال نہیں، جتنی فکر ہونی چاہیے اتنی فکر نہیں، کیونکہ جس چیز کی فکر ہوتی ہے اور دل میں جس چیز کی اہمیت ہوتی ہے اس میں انسان ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو جائے، کوئی نقصان نہ ہو جائے۔

سرکاری دفاتر کے آداب:

مثلاً کسی بڑے افسر کے دفتر میں آپ جائیں گے تو آپ بہت اہتمام اور خیال سے

جائیں گے کہ کوئی بات قاعدے اور ضابطے کے خلاف نہ ہو جائے اور دفتر کے آس پاس جو بورڈ لگے ہیں ان پر لکھی ہوئی ہدایات بار بار پڑھیں گے اور اندر جا کر پوچھیں گے کہ یہ کام کہاں ہوگا؟ اور اس کے کیا قواعد وضوابط ہیں؟ جتنا افسر اعلیٰ ہوگا انسان اس کی ملاقات سے پہلے اتنا ہی ہوشیار ہو جاتا ہے کہ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف نہ ہو۔

فکرِ آخرت والا غافل نہیں ہوتا:

اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں ہو اور آخرت کی فکر ہو تو پھر انسان کسی لمحہ میں بھی اپنے آپ کو آزاد نہیں سمجھتا، وہ تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تو بندہ ہوں، غلام ہوں، اپنی رضا تو پیش نظر ہے ہی نہیں بس مالک کی رضا پیش نظر ہے، کہیں کوئی حرکت مالک کی رضا کے خلاف نہ ہو جائے ہر وقت اس کو خیال رہے گا ایک آن کے لیے بھی غافل نہیں ہوگا ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

وہ تو ہر وقت ہوشیار رہتا ہے وہ تو ہر وقت یہ سوچتا ہے اور یہ فکر ہوتی ہے کہ کہیں کوئی بات ایسی نہ ہو جائے جو میرے محبوب کو ناپسند ہو۔

حضرت مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق مع اللہ:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے خلفاء جو آپس میں ہم عمر اور ہم مجلس تھے آپس میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی مجلس میں موجود تھے، کافی دیر تک دل لگی کی باتیں آپس میں ہوتی رہیں، خاص طور پر حضرت مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خوب ہنستے اور ہنساتے تھے، دیر تک باتیں رہیں، آپس میں مذاق ہوتا رہا، کچھ دیر کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یک دم اچانک

سنبھل کر بیٹھ گئے اور دوسرے حضرات سے پوچھا کہ بتاؤ، کسی کے استحضار میں فرق آیا؟ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کسی کو استحضار نہیں تھا کیونکہ سب آپس میں ہنسی مذاق میں لگے ہوئے تھے، حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ: الحمدللہ! میرے استحضار میں بال برابر فرق نہیں آیا......اب دیکھیے: آپس میں دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں، مگر اس وقت میں بھی اللہ سے غافل نہیں، کیونکہ دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں بھی محبوب کی رضا کے لیے ہو رہی تھیں۔ لہٰذا اس وقت بھی کوئی بات ایسی نہ ہو جائے جس سے محبوب ناراض ہو جائے۔

چند عبادات کا نام دین نہیں:

ہر قدم پر اور زندگی کے ہر مرحلے پہ یہ توجہ اور خیال مستحضر رہے کہ میرا مالک مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، مگر آج کل دین دار لوگوں میں بھی اس کا احساس نہ رہا، جو لوگ بزرگ مشہور ہیں، جو علماء ہیں، مشائخ ہیں، ان کے اندر بھی اس بات کا خیال نہ رہا، آج کل ہم نے چند عبادات کا نام دین سمجھ لیا ہے بس یہ چند عبادات کر لیں کافی ہے، اگر کوئی تہجد پڑھ لے تو اس کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے، اتنا بڑا بزرگ ہے کہ یہ تہجد بھی پڑھتا ہے، اوابین بھی پڑھتا ہے، اِشراق بھی پڑھتا ہے حالانکہ اس کو حقوق العباد کا خیال نہیں، معاملات کا خیال نہیں، آداب معاشرت کا خیال نہیں، بس چند عبادات کر لیں اور سمجھ گئے کہ ہم بڑے دین دار بن گئے حالانکہ ان میں سے اکثر حضرات ایسے ہیں جو عبادات کے ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتے ہیں، گناہوں سے نہیں بچتے۔

انسان ہر وقت ہوشیار رہے:

لیکن آج ان گناہوں کا بیان نہیں کروں گا بلکہ آج یہ بتانا ہے کہ بہت سے

معاملات ایسے ہیں جن کے بارے میں لوگوں کو پتا ہی نہیں کہ ان کے بارے میں شریعت کا کوئی حکم ہے، یا نہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی (۷۵:۳۶)

کیا انسان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے اس کو بے کار ہی چھوڑ دیا ہے، بس اس کو پیدا کر دیا اور اب اس پر کوئی ضابطہ اور قانون نہیں ہے، بس آزاد ہے جو چاہے کرے...... حالانکہ انسان آزاد نہیں ہے، بلکہ حدود اور قیود میں اور قوانین میں جکڑا ہوا ہے، اس کے لیے قواعد وضوابط ہیں، اس کو ہر وقت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور ہر وقت سوچتے ہوئے زندگی گزارے۔

کھانے کے وقت یہ کام نہ کریں:

اب میں مختصراً چند چیزیں بتاتا ہوں، جن کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں، توجہ اس لیے نہیں ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان چیزوں کا دین سے کیا تعلق، مثلاً یہ کہ جب کھانے کے لیے بیٹھیں تو کھانا کھاتے وقت کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس کے نتیجے میں ان لوگوں کی طبیعت مکدّر ہو جائے جو تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ مثال کے طور پر کھانے کے وقت میں پیشاب پائخانے کی باتیں شروع کر دیں اس کی وجہ سے دوسروں کی طبیعت خراب ہوگی، یا کھانے کے دوران کسی نے ریح خارج کر دی اور کھانے کا مزہ خراب کر دیا یا کھاتے وقت کوئی ایسی بات کر دی جس سے کھانے والوں کے ذہن پر بوجھ گزرے۔ مثلاً کوئی صدمہ کی پریشانی کی کوئی بات کر دی اس کے نتیجے میں دوسروں کو تکلیف بھی پہنچائی اور کھانے کا مزہ بھی خراب کیا۔

قضاءِ حاجت کی جگہ دور ہونی چاہیے:

اسی طرح پیشاب پائخانے کے بارے میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے

بارے میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا احکام سے اور شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف جزئیات کے ذریعہ سے بھی اور کلیات کے ذریعہ سے بھی تمام چیزوں کو بالکل واضح فرمادیا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل موجود ہے کہ:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِذا ذَھَبَ اَبْعَدَ (السنن الصغریٰ)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے، اس زمانے میں گھروں کے اندر بیت الخلاء نہیں ہوا کرتے تھے، اس لیے باہر جانا پڑتا تھا۔ سوچنا چاہیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت دور کیوں تشریف لے جاتے تھے؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ پیشاب پائخانہ ایسی چیز ہے کہ اسے دور ہی رکھنا چاہیے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب پائخانہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ پاک تھا یا ناپاک تھا؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا پیشاب پائخانہ پاک تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے بو بھی نہیں آتی تھی، اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کو تعلیم دینے کے لیے دور تشریف لے جاتے تھے۔ دوسرے کہ جب وہ پیشاب پائخانہ ہی تھا تو اس کا دور رہنا ہی اچھا ہے کیونکہ قریب ہونے کی وجہ سے تعفن پیدا ہوگا، اور اس سے صحت پر برا اثر پڑے گا اور بدبو کی وجہ سے تکلیف بھی ہوگی، قریب ہونے کی ایک خرابی یہ ہے کہ اگر وہاں ریح خارج ہوئی اور باہر اس کی آواز آگئی تو لوگوں کو ناگوار ہوگا اور اگر بو آئی تو بھی ناگوار ہوگا۔ لہٰذا وہ شخص دوسروں کی اذیت کا سبب بنا اور دوسروں کو تکلیف پہنچائی۔ اس لیے جس حد تک ہو سکے پیشاب پائخانہ کا انتظام دور رکھنا چاہیے۔

آج کل اٹیچ باتھ کا رواج:

آج کل تو کمرے کے اندر پائخانے بناتے ہیں اور کمرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا

جب تک اس کے اندر پیشاب پائخانہ کا انتظام نہ ہو (اٹیچ باتھ نہ ہو) ہر کمرے میں اندر ہونا چاہیے البتہ باورچی خانہ دور ہونا چاہیے اور باورچی خانہ کا نام رکھ دیا ''کچن'' یہ کتنا برا نام ہے اور بیت الخلاء کا نام رکھ دیا ''لیٹرین'' اس سے معلوم ہوا کہ آج کل کے انسان کو پیشاب پائخانہ کے ساتھ بہت محبت ہے اس کا نام بھی چن کر رکھا اور اس کو ہر کمرے میں ساتھ ساتھ رکھتے ہیں تا کہ ہر وقت بدبو آتی رہے اور دماغ بدبو سے مانوس ہوتا رہے اور باورچی خانے کو دور رکھتے ہیں کہیں کھانے کی بو کمرے میں نہ آجائے اسی طرح کھانا کھانے کا کمرہ بھی دور بناتے ہیں لیکن پیشاب پائخانہ کا انتظام ہر کمرے کے ساتھ ہوتا ہے۔

اٹیچ باتھ کی خرابی:

اگر ایک کمرے میں دو چار افراد رہتے ہیں۔ اور بیت الخلاء اندر ہی ہے اور ان افراد میں سے ایک آدمی کو پیشاب کی حاجت ہے تو اولاً وہ سب کے سامنے اس بیت الخلاء کے اندر داخل ہوگا اب دوسرے سب لوگ اس کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ دفتر میں جا رہا ہے، میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے بیت الخلاء جاتے ہوئے کوئی دیکھ رہا ہے تو مجھے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

مجھے تو شرم آتی ہے:

میں جس زمانے میں اعتکاف میں بیٹھا کرتا تھا تو یہاں نیچے کے بیت الخلاء استعمال نہیں کرتا تھا بلکہ اوپر گھر کے بیت الخلاء میں جاتا تھا، اس لیے کہ اگر یہاں جاؤں گا تو لوگ دیکھیں گے کہ حاضری دینے جا رہا ہے مجھے اس سے شرم آتی ہے دل کے اندر شرم ہو تو شرم آتی ہے ورنہ اگر بے حیاء ہو جائے تو اس کو کسی کام سے شرم نہیں آتی جیسے کسی نے کہا کہ:

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

آج کل تو صرف ایک چیز سے شرم آتی ہے وہ ہے ڈاڑھی، چنانچہ کہتے ہیں کہ ارے میاں! تیرے منہ پر ڈاڑھی ہے، تجھے شرم نہیں آتی، چنانچہ اس ڈاڑھی کو کاٹ کر شرم کا اڈہ ہی اُڑا دیا اب جو چاہو کرتے رہو۔

اٹیچ باتھ کی دوسری خرابی:

بہر حال، کمرے کے اندر بیت الخلاء بنانے میں ایک خرابی یہ ہے کہ اندر جانے والا سب کے سامنے اس کے اندر جائے گا پھر اندر جا کر وہ جان ماری کرے گا، اب اندر وہ آوازیں چھوڑ رہا ہے اور یہ سب سن رہے ہیں۔ گویا کمرے کے لوگ خوشبو بھی سونگھ رہے ہیں اور گانا بھی سن رہے ہیں، پوری مجلس مزہ لے رہی ہے یہ ہے آج کل کا انسان لہٰذا پائخانہ جس حد تک ہو سکے دور ہونا چاہیے، ٹھیک ہے آج کل کے مکانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ دور بنایا جائے، اس وجہ سے قریب بنانا پڑتا ہے، مگر پھر بھی اس کا خیال کر لیا جائے کہ جس حد تک ہو سکے دور ہو۔ آخر باورچی خانہ اور کھانا کھانے کا کمرہ بھی تو دور بناتے ہیں، پائخانہ تو اس سے زیادہ دور ہونا چاہیے۔

چلتے پھرتے پیشاب خشک کرنا:

کراچی میں یہ چیز نظر نہیں آتی لیکن صوبہ سرحد میں اور اندرون میں یہ دیکھا گیا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد سکھانے کے لیے ڈھیلہ ضرور استعمال کرتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ ایک ہاتھ میں ازار بند ہے اور دوسرا ہاتھ شلوار کے اندر ڈال کر ڈھیلے سے پیشاب سکھا رہے ہیں اور ادھر اُدھر ٹہل رہے ہیں اور اگر دو چار یہ عمل کر رہے ہیں تو اس دوران آپس میں باتیں بھی کرتے رہتے ہیں، مجلس بازی بھی ہو رہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے سلامتِ طبع نہیں رہی، ورنہ مجھے تو اس عمل سے شدید وحشت

ہوتی ہے لیکن لوگ بغیر کسی پردے کے سب کے سامنے بلا جھجک یہ عمل کرتے رہتے ہیں۔

خشک کرنے کے لیے علیحدہ جگہ:

تھانہ بھون میں اس کا انتظام تھا کہ جس شخص کو پیشاب کے بعد قطرہ آتا ہو، اور اس کو خشک کرنے کے لیے ضرورت پیش آتی ہو اور وہ زیادہ دیر بیت الخلاء میں نہ بیٹھ سکتا ہو ایسے لوگوں کے لیے ایک گلی بنائی گئی تھی وہ شخص اس گلی کے اندر چھپ کر یہ عمل کرتا رہے، اس کا مقصد صرف یہی تھا وہاں پر سب لوگ قوانین سے واقف تھے چنانچہ وہاں کا قانون یہ تھا کہ اس گلی میں ایک وقت میں صرف ایک شخص جائے گا جب وہ فارغ ہو جائے تو دوسرا شخص وہاں جائے گا۔

استنجاء خشک کرنے کا طریقہ:

جو لوگ دین دار نہیں ہیں اور جن کو نماز روزے کا اہتمام نہیں ہے ان کو تو استنجاء کی ضرورت ہی نہیں وہ تو شروع ہی سے پاک ہی پیدا ہوئے ہیں اور پاک ہی رہیں گے۔ جن کو پاک رہنے کا خیال ہے ان سے بات کر رہا ہوں کہ ان کو اس طریقے سے استنجاء نہیں کرنا چاہیے کہ وہ لوگوں کے سامنے ڈھیلے سے سکھاتے رہیں۔ استنجاء خشک کرنے کا مفصل طریقہ ''احسن الفتاویٰ'' کی دوسری جلد میں موجود ہے وہاں دیکھ لیا جائے، اگر وہ طریقہ استعمال کر لیا جائے تو بعد میں قطرہ نہیں آتا، جب قطرہ ہی نہیں آئے گا تو خشک کرنے کا قصہ بھی ختم ہو جائے گا۔ مگر آج کل لوگ زیادہ مسل کر اور زیادہ ڈھیلا کر دیتے ہیں۔

یہ بکری کے تھن کی طرح ہے:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی مثال بکری کے تھن جیسی ہے اب اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں بکری کے تھنوں سے دودھ نکال کر بالکل ختم کر دوں کہ اس

کے بعد کوئی قطرہ بھی نہ آئے تو یہ ممکن نہیں۔اس لیے اگر دو چار گھنٹے بھی اس طرح دودھ نکالے گا تو ایک ایک قطرہ دودھ آتا ہی رہے گا، لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اچھی طرح پیشاب کرنے کے بعد چھوڑ دیں، تو خود بخود پیشاب آنا بند ہو جائے گا اور خشک ہو جائے گا۔ آج کل جو طریقہ لوگوں نے اختیار کیا ہوا ہے اس کو تعمق فی الدین کہتے ہیں جو ممنوع ہے۔ بہر حال کتابوں میں استنجاء کا طریقہ پڑھ لیا جائے اور اس طریقے سے استنجاء کر لیا جائے تو اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ قطرہ نہیں آئے گا اور اگر بالفرض بیماری کی وجہ سے اور مثانے کی کمزوری کی وجہ سے قطرہ آئے تو پکڑ پکڑ کر چلنے پھرنے کی بجائے ٹیشو پیپر وغیرہ اچھی طرح لگا دیں۔ دس پندرہ منٹ کے بعد جب اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ نہیں آئے گا اس وقت اس ٹیشو پیپر کو نکال کر پھینک دیں۔

مجلس کے اندر ریح خارج کرنا:

اسی طرح مجلس کے اندر ریح خارج کرنا آداب معاشرت کے خلاف ہے وہ ریح خارج کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ بات چھپی رہے گی اس لیے کہ مجلس میں تو بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، کسی کو کیا پتا چلے گا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے یہ بات تو ٹھیک ہے کہ عیب چھپا رہے گا مگر آپ نے اس فعل سے کتنے لوگوں کو ایذاء پہنچائی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (متفق علیہ)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اب اگر یہ ریح خارج کرنے والے کہیں کہ ہم نے ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہیں پہنچائی لہٰذا اس حدیث کے اندر ہمارے لیے کوئی ممانعت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصد نہیں ہے کہ صرف ہاتھ اور زبان سے تکلیف مت پہنچاؤ، بلکہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ کسی عضو سے بھی کسی کو تکلیف مت پہنچاؤ۔ لہٰذا یہ نہیں

کہ آپ کسی کو زور سے لات ماردیں اور کہیں کہ ہم نے ہاتھ سے تو تکلیف نہیں پہنچائی۔ لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

مجلس سے اُٹھ کر چلے جائیں:

ہومیو پیتھک کی ایک دوا ہے جس کا نام ''کارگووچ'' ہے اس کو استعمال کرنے سے ریح کی بدبو زائل ہو جاتی ہے، پھر اگر وہ ریح مجلس میں بھی خارج کر لے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ بدبو نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہیں ہوگی، اس دوا سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے بہت مفید دوا ہے۔ بہر حال اولاً تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ریح سے بو زائل ہو جائے لیکن یہ بات حاصل ہو اس وقت تک یہ عمل کریں کہ جب ریح کا دباؤ محسوس ہو تو کھنکارنے کے بہانے اُٹھ کر مجلس سے باہر چلے جائیں، کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ آپ ریح خارج کرنے گئے ہیں۔

نماز میں ریح خارج ہونے پر کیا کریں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو دیکھیے فرمایا کہ اگر کوئی شخص جماعت سے نماز اداء کر رہا ہے اور اس وقت اس کی ریح خارج ہوگئی اب اگر وہ شخص ویسے ہی جماعت چھوڑ جاتا ہے تو لوگ سمجھیں گے کہ اس کی ریح خارج ہوگئی ہے تو یہ بات مروت اور شرم کے خلاف ہے۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جب وہ شخص جماعت چھوڑ نکلے تو اس وقت وہ ناک پر ہاتھ رکھ لے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ شاید اس کی نکسیر پھوٹ گئی ہے اور یہ پتا نہ چلے تو اس کی ریح خارج ہوگئی ہے یہ ہے اسلام کی تعلیم کہ کس حد تک اس شرم کی بات کو چھپانے کی کوشش فرمائی ہے اس لیے اس بات کا اظہار ہو جانا کہ اس شخص سے یہ کام ہوا ہے یہ خود شریعت کی نظر میں معیوب ہے چاہے اس کی بو آئے یا نہ آئے۔ اس سے اندازہ کریں کہ آج کل جو لوگ استنجاء خشک کرنے

کے لیے شلوار میں ہاتھ ڈال کر پھرتے رہتے ہیں یہ عمل کس قدر شریعت کی نظر میں معیوب ہوگا۔ یہ بہت غلط عمل ہے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

ایک میاں جی کا قصہ:

ایک قصہ یاد آیا کہ میاں جی کے پاس چھوٹے چھوٹے بچے پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے، وہ بار بار ریح خارج کر دیا کرتے تھے، میاں جی نے ان بچوں کو سمجھایا کہ ایسا کرنا گناہ کی بات ہے ایسا مت کیا کرو بلکہ اس وقت اُٹھ کر باہر چلے جایا کرو اور یہ اصطلاح مقرر کردی کہ جب پیشاب کے لیے جانا ہو تو ایک انگلی دکھا کر چھٹی لیا کرو اور جب پائخانہ کے لیے چھٹی لینی ہو تو دو انگلیاں دکھا دیا کرو اور جب ریح خارج کرنی ہو تو یہ کہا کرو کہ استاذ جی چڑیا چھوڑنے جا رہا ہوں اس سے پتا چلا کہ وہ میاں جی بڑے سمجھ دار تھے اور سمجھ داری کی بات انہوں نے بچوں کو بتائی ورنہ عام طور پر میاں جی میں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کیونکہ بچوں سے ان کو واسطہ پڑتا ہے۔

بیٹھنے کے آداب:

ایک ادب یہ ہے کہ جب کوئی شخص دماغی کام میں مصروف ہو تو اس کے قریب نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ اس کے قریب بیٹھنے سے اس کا دماغ مشوش ہوگا، توجہ بٹے گی، اسی طرح کوئی شخص اگر بیٹھا ہوا ہے تو اس کی پشت کی طرف جا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے، ایک شخص جا کر ان کی پشت کے پیچھے بیٹھ گئے آپ تو حکیم الامت تھے علاج کرنا جانتے تھے، اس لیے آپ اپنی جگہ سے اُٹھے اور اس کی پشت کے پیچھے بیٹھ گئے اب وہ ایک دم اپنی جگہ سے جلدی سے اُٹھنے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ خبردار، اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، تاکہ تمہیں اندازہ ہو کہ دوسرے کے پیچھے بیٹھنے سے دوسروں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

مجلس میں باتیں کرنے کے آداب:

ایک ادب یہ ہے کہ جب دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کو ان کی باتوں کی طرف کان لگانا اور ان کو سننا جائز نہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی خاص بات کر رہے ہوں۔ اسی طرح ایک ادب یہ ہے کہ جس مجلس میں تین افراد ہوں تو ان میں دو کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں۔ اس لیے کہ وہ تیسرا شخص یہی سمجھے گا کہ یہ میرے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مجلس میں تین یا تین سے زیادہ افراد ہوں تو وہاں یہ جائز نہیں کہ اسی مجلس میں سے دو آدمی ایسی زبان میں باتیں شروع کر دیں جس کو دوسرے لوگ نہ سمجھ سکیں، اس لیے کہ دوسروں کو یہ خیال ہوگا کہ ہمارے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں۔ یہ کلیات نہیں ہیں بلکہ یہ جزئیات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً ان چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے مگر آج کے دور میں اس طرف کسی کی توجہ نہیں۔ لہٰذا اس بات کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے کہ کسی کو کسی وجہ سے میری کسی حرکت سے تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جس انسان کو آخرت کی فکر ہوتی ہے تو اس کو ان باتوں کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔

کھانے کے آداب:

اگر کسی جگہ پر اجتماعی طور پر لوگ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہوں تو بہت چھوٹے بچوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا ادب کے خلاف ہے کیونکہ جب وہ بچہ کھانا کھائے گا تو کبھی اس کے منہ سے لقمہ باہر نکلے گا کبھی اس کی ناک بہہ رہی ہوگی کبھی وہ وہیں بیٹھ کر پیشاب بھی کر لے گا تو جو لوگ ساتھ کھانا کھا رہے ہوں گے ان پر کیا گزرے گی، ان کو گھن آئے گی اور تکلیف ہوگی، اس لیے اُصول یہ ہے کہ جب دو آدمی اکٹھے کھانا کھا رہے ہوں تو ان میں سے کوئی بھی اس طریقے سے کھانا نہ کھائے کہ اس کی وجہ سے

دوسرے کو گھن آئے۔ مثلاً وہ اس طرح کھانا کھا رہا ہے کہ ساری اُنگلیاں سالن کے اندر ڈال کر اور روٹی ڈبو کر کھا رہا ہے اس سے دوسروں کی طبیعت مکدر ہوگی بہر حال یہ چند مثالیں میں نے بتا دیں اگر انسان کے اندر فکر ہو تو ان سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے۔

نیک ہونے کا معیار کیا ہے:

جن لوگوں میں فکر ہوتی ہے وہ دین داری کا معیار کس چیز کو قرار دیتے ہیں، سنیے! ایک مرتبہ میں نے گھر میں کہہ دیا کہ فلاں خاتون نیک ہے، گھر والوں نے کہا وہ خاتون صفائی رکھتی نہیں، نیک کیسے ہوگئی؟ کیا کام کی بات کہہ دی آج کل لوگوں نے نیک اس کو سمجھ رکھا ہے جس کے سر میں جوئیں چل رہی ہوں، بدبو آرہی ہو، مجلس میں اس کی ریح نکل رہی ہو، اس کی ذات سے دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہو پھر بھی وہ بڑی نیک ہے، اس لیے وہ نماز پڑھتی ہے اور ہر وقت اس کے ہاتھ میں تسبیح رہتی ہے ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھٹ کھٹ تسبیح گھما رہی ہے، سبحان اللہ بڑی نیک خاتون ہے، بڑی بزرگ ہے، کبھی ہاتھ سے تسبیح نہیں چھوڑتی، حتیٰ کہ ٹی وی دیکھتے ہوئے بھی تسبیح نہیں چھوڑتی۔ حالانکہ ایسی بزرگ خاتون کے بارے میں تو یہ خطرہ ہے کہ وہ کسی بڑے گناہ کے اندر بھی مبتلا ہو اور اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں تسبیح ہو۔

وہ شخص بیمار ہے:

اگر کوئی انسان دنیا بھر کی عبادات کرے لیکن اس کے اندر ایک خامی ایسی ہو جو اسلام کی نظر میں معیوب ہے تو اس کو نیک نہیں کہا جا سکتا لہٰذا اگر فرض کریں کہ اس خاتون کے اندر ساری خوبیاں موجود ہیں لیکن صفائی کا خیال نہیں کرتی تو وہ کیسے نیک ہوگئی؟ دین کے معاملے میں انسان کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ اگر پورا جسم تندرست ہے اور مکمل طور پر مسلمان نظر آرہا ہے لیکن اگر ذرا بھی اسلام کے خلاف کوئی کام کرے گا تو

اس کو پھر مکمل مسلمان نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کو یہ کہیں گے کہ وہ بیمار ہے مثلاً اگر کسی نے ہزار احکام پر عمل کر لیا لیکن ایک حکم پر عمل نہیں کیا تو اس کو نیک نہیں کہیں گے نیک جبھی ہوگا جب تمام احکام پر عمل کرے گا لہٰذا جو صفائی کا اہتمام نہیں کرتا وہ نیک کیسے ہو گیا۔

صفائی کی تاکید:

شریعت کا حکم یہ ہے کہ انسان صاف ستھرا رہے، خود بھی صاف ستھرا رہے، اپنا لباس بھی صاف ستھرا رکھے، برتن صاف ستھرے رکھے، مکان صاف ستھرا رکھے، بستر صاف ستھرا رہے، اس میں بدبو اور میل کچیل نہ ہو، داغ دھبے نہ ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فناءِ دار کو صاف رکھو، فناء کا مطلب وہ جگہ ہے جو گھر کی بیرونی دیوار سے باہر ملحق ہے، لہٰذا گھر کے سامنے جو راستہ ہے، سڑک ہے وہ سب فناء دار ہے، اس کو صاف رکھو اور جب گھر کے باہر والے حصے کو صاف رکھنا اتنا ضروری ہے تو گھر کے صحن کو صاف رکھنا کتنا ضروری ہوگا اور پھر کمروں کو صاف رکھنا کتنا ضروری ہوگا۔ گھر کے اندر کے فرش اور بستر کو صاف رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوا اور بستر کی بنسبت اپنے لباس کو صاف رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوا اور لباس کی بنسبت اپنے جسم کو صاف رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوا اور جسم کی بنسبت اپنے دل کو صاف رکھنا اور توبہ استغفار کرتے رہنا، گناہوں سے بچتے رہنا اس سے زیادہ ضروری ہوا۔ لہٰذا جب گھر کی اور لباس کی اور جسم کی صفائی کریں اس وقت ساتھ میں استغفار اور توبہ بھی کرتے رہیں تاکہ دل کی صفائی بھی ہوتی رہے۔

اسلام کی عجیب تعلیمات وآداب:

آخر میں خلاصہ سمجھ لیں اور اس کو خوب یاد رکھیں وہ یہ کہ تہجد پڑھ لینا، تسبیحات زیادہ پڑھ لینا، تلاوت زیادہ کر لینا، نفل نمازیں زیادہ پڑھنا وغیرہ اور ان چیزوں کو سمجھنا کہ یہ

نیک ہونے کا معیار ہے، یہ بات غلط ہے، بلکہ سب سے پہلے درجے میں گناہوں کو چھوڑنا ہے، خاص طور پر ان گناہوں کو چھوڑنا جن کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا جیسے لوگوں کو ایذاء اور تکلیف پہنچانے کے گناہ سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ شریعت نے اس حد تک حکم دیا ہے کہ کسی یتیم بچے کے سامنے اپنے بچے سے پیار نہ کریں کیونکہ اس وقت اس بچے کو اپنا باپ یاد آجائے گا اسی طرح کسی بیوہ کے سامنے اپنی بیوی سے کوئی خاص لگاؤ کی بات نہ کریں اس سے اُس کو اپنا شوہر یاد آجائے گا۔ اسلام کی کیا عجیب تعلیم ہے لیکن اس کو کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ آج کل مسلمان کی ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی۔ خیال ہی نہیں آتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ فکر نہیں ہے، اگر دلوں میں فکر پیدا ہو جائے تو یہ سارے مسئلے حل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب میں فکر پیدا فرمادے اور گناہوں سے بچنے کی اور دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی فکر عطاء فرمادے۔ آمین

دوسروں کو تکلیف نہ دینے کا اُصول:

آپ کی ذات سے کسی کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے، اس کے بارے میں اُصول یہ ہے کہ ''عدم قصدِ ایذاء'' کافی نہیں ہے، (یعنی تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہ کرنا کافی نہیں) بلکہ ''قصدِ عدم ایذاء'' رکھنا ضروری ہے، (تکلیف نہ پہنچانے کا ارادہ کرنا ضروری ہے) دونوں کا فرق سمجھیے اور پھر اس کے مطابق عمل کیجیے۔

''عدم قصدِ ایذاء'' کا مطلب:

''عدمِ قصدِ ایذاء'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف پہنچ گئی، اب اس شخص سے کہیں کہ میں نے آپ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ جان بوجھ کر تکلیف نہیں پہنچائی بلکہ پہنچ گئی تو گناہ سے بچنے کے لیے یہ عذر پیش کرنا کافی نہیں ہے۔ مثلاً آپ نے کسی جگہ سوئی چھوڑ دی، وہ کسی کو لگ گئی تو آپ کہیں گے میں نے

جان بوجھ کر تھوڑی لگائی ہے یا آپ راستے میں موٹر سائیکل پر کہیں جارہے ہیں وہ موٹر سائیکل کسی سے ٹکرا گئی، اب آپ کہیں کہ میں نے جان بوجھ کر تھوڑی ماری ہے۔ یہ ''عدم قصدِ ایذاء'' ہے، یعنی میں نے ایذاء پہنچانے کا قصد نہیں کیا تھا، اس عذر کی وجہ سے نہ اس کو دنیا کے قانون کے اعتبار سے معاف کیا جائے گا اور نہ آخرت میں معاف کیا جائے گا کیونکہ اگرچہ تم نے ایذاء پہنچانے کا قصد نہیں کیا تھا، لیکن غفلت کیوں برتی۔

بیت الخلاء میں ڈھیلوں کا استعمال:

ایک بات یہ سمجھ لیں کہ شہروں کے استنجاء خانوں میں جہاں گٹر سسٹم ہے وہاں ڈھیلوں کا استعمال کرنا، چاہے وہ پتھر ہو، یا مٹی کا ڈھیلا ہو، اسی طرح کپڑے کا استعمال کرنا، کاغذ کا استعمال کرنا، جائز نہیں۔ کیونکہ اگر آپ ان چیزوں کو استعمال کریں گے تو اس سے گٹر بند ہو جائے گا جس کے نتیجے میں گھر والوں کو بلکہ محلّہ والوں کو تکلیف ہوگی، جبکہ ڈھیلے کا استعمال کرنا مستحب ہے، اب ایک مستحب کو ادا کرنے کے لیے دوسروں کو ایذاء پہنچانا، تعفن پھیلانا، بیماریاں پیدا ہونے کے اسباب پیدا کرنا کتنا بڑا گناہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے اس لیے استنجاء کے لیے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو استعمال نہ کیا جائے البتہ ٹیشو پیپر استعمال کر سکتے ہیں۔

استنجاء کے بعد لوٹے میں پانی چھوڑ دینا:

بعض لوگ استنجاء کرتے وقت لوٹے میں پانی چھوڑ دیتے ہیں، استنجاء کے لیے لوٹا بھرا، اور پھر آدھا پانی لوٹے میں چھوڑ دیا، تجربہ یہ ہے کہ جب کوئی خرابی اور بیماری چلتی ہے تو وہ پوری دنیا میں ایک ہی طرح کی ہوتی ہے، چنانچہ دنیا کے جس علاقے میں بھی جانا ہوا، یہ مرض ہر جگہ پایا، چاہے وہ پاکستان ہو، ہندوستان ہو، ایران ہو، سعودی عرب ہو، اور یہ مرض مردوں میں بھی ہوتا ہے اور عورتوں میں بھی ہوتا ہے۔

استنجاء کے بعد پانی بہادیں:

جمعہ کے روز بیان کے بعد جب میں اوپر جاتا ہوں اور استنجاء خانے میں جاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ بیان سننے کے لیے آنے والی خواتین میں بھی یہ مرض موجود ہے وہ لوٹے میں پانی چھوڑ جاتی ہیں۔ اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ پانی بچا کر کیوں رکھا ہے۔ اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی متبرک ہے اگر اس کو بچا کر رکھ لیا جائے اس نیت سے کہ متبرک سمجھ کر تھوڑا تھوڑا اس کو پییں گے، وہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن استنجاء سے بچا ہوا تو متبرک نہیں ہوتا۔ اس کو کیوں بچا کر رکھا جاتا ہے۔ یہ کام عقل کے خلاف ہے، اصولی بات یہ ہے کہ لوٹے میں اتنا ہی پانی لیا جائے جتنے پانی کے استعمال کی ضرورت ہو، زیادہ پانی لینے کی ضرورت ہی کیا ہے، اور اگر کسی وجہ سے لوٹے میں زیادہ پانی لے لیا تو فارغ ہونے کے بعد اس کو بہادیں معلوم نہیں اس کو کیوں نہیں بہایا جاتا حالانکہ پیشاب، پائخانے سے فارغ ہونے کے بعد جتنا زیادہ بہادیا جائے اتنا ہی اچھا ہے، اس کے ذریعہ صفائی ہوگی، بدبو ختم ہوگی، تعفن دور ہوگا۔

پانی بچانے کے دو نقصان:

اس پانی کو بچا کر رکھنے میں دو نقصان ہیں:

① ایک یہ ہے کہ یہ اندیشہ ہے کہ اس پانی میں چیونٹیاں یا چھپکلی وغیرہ گر کر مر جائے، پھر بعد میں جانے والا شخص اس پانی کو بغیر دیکھے استعمال کر لے تو اس سے اس کو تکلیف ہوگی۔

② دوسرا نقصان یہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی برتن اُٹھاتا ہے تو اس کے ذہن میں پہلے سے اس کے وزن کا دھیان ہوتا ہے کہ اس کا کتنا وزن ہوگا۔ جب ہم بیت الخلاء میں لوٹا اُٹھاتے ہیں تو ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ یہ خالی ہوگا لیکن جب اس کو اُٹھایا تو

اچانک پتا چلا کہ اس میں تو پانی ہے، اس وقت وہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹنے لگتا ہے، اس کے نتیجے میں دوسرے شخص کو ایذاء بھی ہوئی۔ ذہن اس کا پریشان ہوا، اور اگر وہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ گیا تو لوٹے کو بھی ضرب پہنچی اور جو پانی گرا اس کا بھی نقصان ہوا، آپ کی ذرا سی بے احتیاطی اور غفلت سے کتنے نقصان ہوئے، اگر ذوق ہی صحیح نہ ہو، فکرِ آخرت ہی نہ ہو تو اس کو ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

میرے کمرے میں صفائی کا اہتمام:

میں آپ کو ایک عجیب بات بتاتا ہوں وہ یہ کہ میں اوپر جس کمرے میں بیٹھتا ہوں وہ ہر وقت چاروں طرف سے بند رہتا ہے، کوئی کھڑکی کھلی ہوئی نہیں رہتی، حالانکہ اس میں بوقت ضرورت بتیاں بھی جلانی پڑتی ہیں اگر کسی وقت بتی چلی جاتی ہے اس وقت دروازہ یا کھڑکی کھولتا ہوں مگر جب دروازہ یا کھڑکی کھولتا ہوں تو عجیب منظر نظر آتا ہے، وہ عجیب منظر یہ ہے کہ ہمارے گھر میں صفائی کا بہت اہتمام ہوتا ہے مگر جب میں دروازہ کھولتا ہوں اور سورج کی روشنی اندر آتی ہے تو میں کمرے میں دیکھتا ہوں کہ کہیں چیونٹی مری پڑی ہے، کہیں کوئی اور چھوٹی چھوٹی چیزیں پڑی ہیں۔ ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تو بالکل بھی صفائی نہیں ہے، سب کچھ نظر آ رہا ہے۔

قلب میں روشنی ہونی چاہیے:

اس سے یہ سبق ملا کہ اگر قلب میں روشنی نہیں ہے اور فکرِ آخرت نہیں ہے صفائی نہیں ہے تو پھر دنیا بھر کی خرابیاں، نقائص اس دل میں ہوتے ہیں، لیکن نظر نہیں آتے۔ اگر کمرے میں اندھیرا ہو تو پھر کمرے میں سانپ ہوں، بچھو ہوں، کانٹے ہوں، کچھ بھی ہو، وہ نظر نہیں آئیں گے اور اگر کمرے میں اُجالا اور روشنی ہو تو اس میں مری ہوئی چیونٹی بھی نظر آئے گی جوں اور کھٹمل بھی نظر آئیں گے۔

یہ باتیں جو میں بتا رہا ہوں، عام مذاق کے مطابق یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ فضول باتیں ہیں، یہ اس لیے سمجھا تا ہوں کہ قلب کے اندر صفائی نہیں ہے، ہاں اگر فکر ہو اور قلب میں صفائی ہو تب پتا چلے کہ یہ کتنی اہم باتیں ہیں۔ بہر حال، استنجاء کے بعد لوٹے میں پانی بچا کر نہ رکھا کریں، اگر بچ جائے تو اس پانی کو بہادیں۔

دُعاء:

اب دُعاء فرمالیں کہ یا اللہ! ہم سب کو صحیح معنی میں مسلمان بنادے، فکرِ آخرت عطاء فرمادے، شوقِ وطنِ آخرت عطاء فرمادے، آخرت کو بنانے کی فکر عطاء فرما، اپنی محبت اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطاء فرما، دنیا کے مسافر خانہ ہونے کا استحضار عطاء فرما۔ یا اللہ! دنیا کی نعمتوں کو آخرت کی نعمتوں کا نمونہ بنا، کہ جب ہم دنیا کی نعمتیں دیکھیں اور استعمال کریں تو یا اللہ! جنت کی نعمتیں یاد آجائیں اور پھر ان کا شوق اور ان کی طلب اور تڑپ عطاء فرما۔ ان اعمال کو کرنے کی توفیق عطاء فرما جو جہنم سے بچا کر جنت میں لے جانے والے ہوں، یا اللہ! ان بداعمالیوں اور گناہوں سے ہماری حفاظت فرما جو جہنم میں لے جانے والے ہوں۔ آمین

وصل اللھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

وعلیٰ الٰہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللہ رب العالمین.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ الصُّوْفِیَّۃُ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی:

اَلْاِسْتِقَامَۃُ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ کَرَامَۃٍ

استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے (مرقاۃ)

ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

آدابِ معاشرت کے دو اُصول:

آج کل ہم میں سے بہت سے حضرات کو معاشرت کے آداب کا علم نہیں، کہ وہ کیا آداب ہیں؟ ”آدابِ معاشرت“ کا مطلب ہے ”جینے کے طریقے“ یعنی آنا جانا، اُٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا، لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا، ان سب کو کس طرح انجام دے؟ اس کے لیے اصول سمجھ لیں:

پہلا اصول یہ ہے کہ انسان آنا جانا اُٹھنا بیٹھنا اور دوسرے سے میل ملاقات اس طرح کرے کہ اس کے نتیجے میں نہ اس کی ذات کو تکلیف ہو اور نہ ہی دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ نہ اپنا وقت ضائع ہو اور نہ دوسروں کا وقت ضائع ہو۔ یہ تو اصول ہیں البتہ اس کی جزئیات غیر محصور ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسالہ ہے ''آداب المعاشرت'' اگر اس رسالے کو مکمل پڑھ لیا جائے اور اس میں ہزار مثالیں بھی لکھی ہوں، پھر بھی وہ مثالیں ہی ہیں۔ زندگی کے آداب کا معاملہ ان مثالوں میں منحصر نہیں رہے گا بلکہ جب اللہ تعالیٰ بصیرت عطاء فرماتے ہیں تو انسان کو پتا چل جاتا ہے کہ یہ کام مجھے کس طرح انجام دینا چاہیے کس طرح نہیں کرنا چاہیے۔

عمل کے لیے فکر کی ضرورت:

آدابِ معاشرت کے یہ دو اصول تو میں نے بتا دیے۔ لیکن جب تک انسان لگتا نہیں اور محنت نہیں کرتا کوشش نہیں کرتا اور اس کے اندر فکر نہیں ہوتی تو اس کو پتا بھی نہیں چلتا کہ میں یہاں ان اصولوں کے خلاف کر رہا ہوں یا نہیں۔ اس کی ایک دو مثالیں جن میں بہت زیادہ غفلت ہوتی ہے وہ بتا دیتا ہوں۔

ملاقات کے دو سبب:

آپ کو کسی سے ملاقات کے لیے جانا ہے، اس ملاقات کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ آپ کو اس شخص سے کوئی کام ہے، دوسرے یہ کہ صرف ملاقات کے لیے اور محبت کا حق اداء کرنے کے لیے جانا ہے۔

نیک لوگوں سے تعلق رکھیں:

ویسے محبت نیک ہی لوگوں کے ساتھ رکھنی چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یأکل طعامک الا تقی (مسند احمد، مسند طیالسی)

تیرا کھانا صرف متقی آدمی کھائے، کوئی دوسرا نہ کھائے۔ متقی سے مراد زیادہ تسبیح

پڑھنے والا نہیں بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو گناہوں سے بچنے والا ہے لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو رات دن گناہوں سے بچتے ہیں صرف وہی تیرے مہمان ہونے چاہئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی دوسرا شخص مہمان بن کر آجائے تو اس کو کھانا نہ کھلاؤ بلکہ اگر کافر بھی مہمان بن کر آجائے تو اس کو بھی کھانا کھلایا جائے گا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم تعلقات ہی متقی لوگوں کے ساتھ رکھو، کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، آمد و رفت انہی لوگوں کی ہوتی ہے، جس کے ساتھ تعلق نہیں اس کی آمد و رفت عام طور پر نہیں ہوتی لہٰذا آپ اپنے رشتے ناطے کرنے میں، تجارت کرنے میں، اور دوسرے معاملات کرنے میں متقی لوگوں کو تلاش کرو، کیونکہ جب ان سے تعلقات ہوں گے تو یہی لوگ مہمان بنیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعاء:

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ" (ابن ماجہ، مجمع الزوائد)

یہ درحقیقت دُعاء ہے کہ آپ کے یہاں روزہ دار لوگ اپنے روزے افطار کرتے رہیں اور نیک لوگ آپ کا کھانا کھاتے رہیں اور فرشتے آپ کے لیے رحمت کی دُعاء کرتے رہیں...... اس حدیث میں یہ فرمایا کہ روزہ دار لوگ آپ کے پاس افطار کیا کریں۔ یہ جب ہوسکتا ہے جب آپ کا تعلق روزہ داروں کے ساتھ ہو۔ کیونکہ تعلق کی بنیاد پر وہ آپ سے ملاقات کے لیے آئے اور آپ نے ان کو افطاری کرنے کی دعوت دے دی، اس طرح یہ افطار کرانے کی سعادت آپ کو حاصل ہوگئی۔

افطاری کی دعوت کے نقصانات:

آج کل جو افطاری کی دعوت کی رسم چل پڑی ہے، وہ غلط ہے اس رسم کا سب سے

بڑا نقصان یہ ہے کہ مغرب کی جماعت جاتی رہتی ہے، افطاری کی غرض سے جو لوگ دعوتیں کھاتے اور کھلاتے ہیں وہ مغرب کی نماز جماعت سے نہیں پڑھتے اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو اپنی الگ جماعت کر لیتے ہیں، مسجد کی جماعت بہرحال چھوٹ جاتی ہے......
دوسری خرابی اس کی یہ ہے کہ یہ دعوت قرض ہو جاتی ہے جب ایک نے افطاری کی دعوت کر دی تو دوسرا یہ سوچتا ہے کہ جب اس نے ہماری دعوت کی ہے تو اب ہم بھی ان کی دعوت کریں، اس قرض سے چھوٹنے کی بڑی آسان ترکیب یہ ہے کہ جب دوسرا کوئی شخص تمہیں دعوت پر مجبور کرے تو اس کی دعوت کھا لیجیے اور خود کسی کی دعوت مت کیجیے۔ وہ خود ہی یہ سوچے گا کہ یہ تو کبھی ہماری دعوت کرتا ہی نہیں چلو اس کی جان چھوڑو۔ اس لیے کہ عام طور پر لوگ اس لیے دعوتیں کرتے ہیں کہ یہ بھی بعد میں ہماری دعوت کرے گا۔

تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں:

اس دُعاء میں دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا: "**واكل طعامكم الابرار**" آپ کا کھانا نیک لوگ کھائیں۔ یہ جب ہی ہوگا جب آپ لوگوں کی دوستی نیک لوگوں کے ساتھ ہوگی، پھر نیک لوگ ہی آپ کے پاس آئیں گے۔ وہی نیک لوگ آپ کے پاس کھانا کھائیں گے۔ جب آپ بھی نیک ہو گئے اور آپ کے دوست بھی نیک ہو گئے اور آپ کے پاس نیک لوگوں کی آمد و رفت ہوئی تو پھر فرشتے تمہارے لیے رحمت کی دُعائیں کرنے لگیں گے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہم لطیفے کے طور پر اس دُعاء پر فرماتے ہیں کہ "**اكل طعامكم الابرار**" یعنی تمہارا کھانا "ابرار" ہی کھاتا رہے۔

نیک آدمی سے محبت ایمان کی علامت:

بہرحال بات یہ چل رہی تھی کہ معاشرت کے آداب کیا ہیں؟ ایک ادب یہ ہے کہ کہیں آنے جانے میں نہ اپنے آپ کو تکلیف ہو اور نہ دوسرے کو تکلیف ہو۔ وہ ملاقات

تکلیف کا باعث نہ ہو۔ اس لیے جب آپ کسی سے ملاقات کے لیے جائیں گے تو جانے کے دو سبب ہوں گے ایک یہ کہ آپ کسی کام سے ان کے پاس جارہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ صرف ملاقات ہی مقصود ہے۔ نیک آدمی کے پاس صرف اس لیے جانا کہ یہ نیک ہے، اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے، کوئی اور تعلق نہیں، اور اس سے دنیا کا کوئی کام نہیں۔ بلکہ اس سے صرف اس لیے ملاقات کے لیے جارہے ہیں کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے، یہ اس کے ایمان کے کامل اور مقبول ہونے کی علامت ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا:

رجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علی ذلک وتفرقا علیہ (متفق علیہ)

یعنی جو دو شخص صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں۔ اسی محبت کی وجہ سے ملاقات کرتے ہیں اور جدا ہوتے ہیں، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطاء فرمائیں گے۔

کسی کام سے ملاقات کے لیے پہلے وقت لے لیں:

بہر حال اگر آپ کو کسی دوسرے کے پاس کسی کام سے جانا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے اس کو اطلاع کرنے کی اور ملاقات کے لیے وقت کی تعیین کی کوئی صورت ہو سکتی ہو تو پھر بغیر اطلاع کے اور بغیر وقت کی تعیین کے اس کے پاس نہ جائیں...... بلکہ اگر خط کے ذریعہ کام چل سکتا ہے تو پھر جانے کی بھی ضرورت نہیں۔ چند روز میں گھر بیٹھے اس کا جواب آپ کو مل جائے گا...... اور اگر ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے تو ٹیلی فون پر بات کر کے کام کر لیجیے۔ جانے کی ضرورت نہیں اور اگر جانا ہی ضروری ہو تو پھر خط یا ٹیلی فون کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے وقت متعین کریں کہ فلاں وقت میں ہم فلاں کام کے لیے آنا چاہتے ہیں، کسی دوسرے کے پاس کسی کام کے لیے جانے کا یہ طریقہ ہے۔ یہ آدابِ معاشرت کا حصہ ہے۔

اظہارِ محبت کے لیے ملاقات کے لیے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں:

اور اگر اس شخص سے کوئی کام نہیں ہے، بلکہ صرف محبت کے اظہار کے لیے ملاقات کے لیے جا رہے ہیں تو اس صورت میں آرام اور بہتری اسی میں ہے کہ پہلے سے وقت کی کوئی تعیین نہ ہو۔ بلکہ اچانک چلے جائیں...... اس اچانک جانے میں بہت سے فائدے ہیں:

① ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر آپ وقت ہی لیتے رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ نے ان کو اطلاع دی کہ میں آنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا میں آج فارغ نہیں ہوں، کسی اور دن آپ ملاقات کے لیے آیئے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ فارغ نہیں کبھی ان کو ملاقات سے عذر اور کبھی آپ کو ملاقات سے عذر۔ اور اگر بلا اطلاع کے ویسے ہی چلے گئے تو اظہارِ محبت کا کام تو ہو ہی ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر جانے کے بعد ملاقات بھی ہوگئی تب تو ظاہراً بھی کام ہوگیا۔ اور اگر ملاقات نہیں ہوئی اور آپ وہاں یہ پیغام چھوڑ آئے کہ میں ملاقات کے لیے آیا تھا آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ کام کچھ نہیں تھا، صرف ملاقات ہی مقصود تھی۔ اس صورت میں مقصد پھر بھی پورا ہوگیا۔ اور اس کی وجہ سے اور زیادہ محبت بڑھے گی۔ اس لیے کہ اس کو خیال ہوگا کہ یہ ہماری خاطر آئے تھے اور ہم مل نہیں سکے۔ چلیے ہم ہی وہاں پہنچ جائیں اب وہ آگئے اور آپ نہیں ملے پھر بھی کام تو ہوگیا۔

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بلا اطلاع جانا:

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف ان کی زیارت کے لیے جب بھی جانا ہوتا ہے تو میں پہلے سے کبھی نہیں بتاتا کہ میں آرہا ہوں۔ حالانکہ ٹیلی فون کی بڑی سہولت موجود ہے۔ بس اچانک ان کے گھر پر پہنچ گئے اگر موجود ہیں تو

ملاقات ہوگئی۔ اگر موجود نہیں تو پیغام چھوڑ دیا کہ ہم آئے تھے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ جیسے ہی ہم واپس گھر پہنچے تو ان کا ٹیلی فون آجاتا کہ بہت افسوس ہوا کہ آپ تشریف لائے، ملاقات نہ ہوسکی، میں کہتا کہ بس ملاقات ہی مقصود تھی، دُعاء کردیجیے، بس یہی کافی ہے...... بہرحال، صرف ملاقات کے لیے جانا ہوتو اس میں وقت نہیں لینا چاہیے۔

اچانک جانے کا فائدہ:

اچانک پہنچ جانے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر ملاقات ہوگئی تو وہ اس ملاقات کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے گا کہ دوست سے اچانک ملاقات ہوگئی۔ حدیث شریف میں یہ دُعاء آتی ہے کہ یا اللہ! میں ''نعمت غیر مترقبہ'' طلب کرتا ہوں، اور ناگہانی آفت سے پناہ مانگتا ہوں...... کیونکہ اگر نعمت اچانک مل جائے جس کا وہم وگمان بھی نہ ہو تو سرور اور خوشی زیادہ ہوتی ہے، خدانخواستہ اگر اچانک کوئی مصیبت آجائے تو اس کا صدمہ اور اس کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اچانک آجانا:

ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اچانک مجلس میں تشریف لے آئے ایک دوست نے زور سے کہا کہ: سبحان اللہ، نعمت غیر مترقبہ ہے، یہ سن کر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ معلوم نہیں کہ نعمتِ غیر مترقبہ ہے، یا آفت ناگہانی ہے، جو چاہو کہہ لو...... جس کو محبت ہوگی وہ اس اچانک آنے کو ''نعمت غیر مترقبہ'' کہے گا اور جس کو نفرت ہوگی وہ اس کو ''آفت ناگہانی'' کہے گا کہ یہ کہاں سے اچانک مصیبت آگئی۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اچانک آنا:

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ملتان سے

کراچی تشریف لاتے تو یہاں ضرور تشریف لاتے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ کراچی تشریف لائے ہوں اور یہاں نہ آئے ہوں، اور پھر جب بھی آتے تو بغیر اطلاع کے اچانک تشریف لاتے۔ عموماً عصر کے بعد ہم مسجد میں ایسے بیٹھے ہوئے ہیں، باتیں ہو رہی ہیں اور اچانک نظر پڑی کہ مولانا تشریف لا رہے ہیں۔ اس وقت کتنی خوشی ہوتی تھی۔ بہر حال محبت کا اصول یہ ہے کہ بغیر بتائے ہوئے محبت کے حقوق اداء کیجیے۔ اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے اور زیادہ محبت بڑھتی ہے۔

جانے کی بجائے فون سے کام لے لیں:

البتہ کسی کام سے دوسرے کے پاس جانا ہو تو وقت لے کر اور اطلاع دے کر پھر جائیں۔ بغیر اطلاع کے جانے سے خود بھی اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے اور دوسرے کو بھی تکلیف میں مبتلا کریں گے۔ پیسے کا بھی نقصان، وقت کا بھی نقصان اور مشقت اور تکلیف اور پریشانی الگ ہوگی۔ بلکہ اگر ٹیلی فون کے ذریعہ کام ہو سکتا ہے تو جانے کی تکلیف بھی مت کیجیے اور اگر خط کے ذریعہ کام ہو سکتا ہے تو ٹیلی فون بھی استعمال نہ کیجیے۔

ٹیلی فون کی بجائے خط کے ذریعہ کام لیں:

اگر انسان میں عقل ہو تو اس کو بات سمجھانی نہیں پڑتی کیونکہ جب عقل صحیح ہوتی ہے تو وہ عین شریعت کے مطابق ہوتی ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر خط کے ذریعہ کام چل سکتا ہو تو ٹیلی فون استعمال نہ کیجیے۔ یہ بات اس وقت سمجھ میں آئے گی جب آپ دونوں کے درمیان موازنہ کریں گے۔ مثلاً آپ نے خط لکھا، وہ خط اس شخص کے گھر میں پہنچ گیا۔ وہ شخص اس وقت گھر میں موجود نہیں۔ یا وہ شخص اس وقت کسی کام میں مشغول ہے، مثلاً وہ نماز پڑھ رہا ہے، یا سو رہا ہے، یا کھانے پینے میں مشغول ہے، یا کسی اور کام

میں مشغول ہے، لیکن بہرصورت خط اس کے پاس پہنچ گیا، جب اس کو اس کام سے فرصت ہوگی وہ اطمینان سے اس کو پڑھ لے گا۔

فون کرنے کے نقصانات:

لیکن اگر آپ نے اس کو ٹیلی فون کیا اور وہ گھر پر موجود نہیں تھا تو آپ کا ٹیلی فون ضائع گیا، اب یہ ہے کہ اس کے لیے ''میسج'' پیغام چھوڑو کہ ان صاحب کو یہ میسج دے دینا، اب ہوتا یہ ہے کہ جس کو فون پر میسج دیا وہ بھی بھول جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ایک صاحب کو ٹیلی فون کیا وہ گھر پر نہیں تھے، میں نے کہا کہ اچھا ان کو بتا دینا کہ ''رشید احمد'' کا فون آیا تھا۔ میں نے اپنے نام کے ساتھ مفتی نہیں لگایا، دو تین روز گزر گئے، ان کا فون نہیں آیا تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ وہ ایسے آدمی تو نہیں ہیں۔ ان کو تو چاہیے تھا کہ جلدی سے مجھ سے بات کرتے۔ دو تین روز کے بعد یا تو ان کا ٹیلی فون آیا یا میں نے کیا تو ان سے میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ کو پیغام نہیں ملا؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ پیغام ملا تھا کہ: ''مسٹر رشید احمد'' بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میرے جاننے والوں میں ''مسٹر رشید احمد'' تو کوئی نہیں ہے، بہت سوچتا رہا لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس واقعہ کے بعد سے میں نے اپنے نام کے ساتھ ''مفتی'' لگانا ضروری سمجھ لیا ہے، تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو کیونکہ اگر ویسے ہی صرف نام بتا دیتا ہوں تو لوگ ''مسٹر'' ہی سمجھتے ہیں اس لیے کہ دنیا میں مسٹر زیادہ ہیں مولوی اور مفتی کم ہیں اس لیے اگر کوئی ''رشید'' بتائے گا تو ''مسٹر رشید'' ہی ان کی زبان پر آئے گا۔ دل میں بھی ''مسٹر'' ہی جائے گا۔

بہرحال ٹیلی فون کرنے میں ایک یہ نقصان ہوتا ہے کہ ان کو اطلاع ہی نہیں ہوتی۔ جبکہ خط میں یہ دونوں فائدے موجود ہیں، ایک یہ کہ وہ خط مکتوب الیہ کو ضرور ملے گا، اگر اس وقت نہیں ملا تو دو چار گھنٹوں کے بعد مل جائے گا۔

ٹیلی فون کے ذریعہ دوسرے کو تکلیف:

دوسرا فرق یہ ہے کہ جس وقت آپ نے ان کو ٹیلی فون کیا، اس وقت وہ صاحب موجود تھے، اور انہوں نے آپ سے بات بھی کر لی، ہو سکتا ہے کہ ان کو اس وقت کسی کام کی جلدی ہو اور ان کا دماغ اس وقت حاضر نہ ہو لیکن آپ کے فون آنے کی وجہ سے ان کو وہ کام چھوڑنا پڑا، اور آپ کا فون سننا پڑا۔ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوئی اور اس تکلیف کا سبب آپ بنے، مثلاً اس کو پیشاب کی حاجت ہے اور عین وقت میں آپ کا ٹیلی فون آ گیا۔ اب وہ اس انتظار میں ہے کہ جلدی سے بات ختم ہو تو بیت الخلاء جاؤں یا نماز کا اور جماعت کا وقت ہے، اس وقت آپ کا فون آ گیا، اب یا تو آپ سے معذرت کرے کہ ابھی جماعت کا وقت ہے، بعد میں فون کرنا، یا جماعت کی نماز چھوڑ کر آپ کا فون سنے، خط کے اندر یہ باتیں نہیں ہیں، اس لیے کہ خط کے پہنچنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہوتا کہ فوراً اس کو کھولا جائے اور فوراً اس کو پڑھا جائے بلکہ اطمینان سے جب فرصت ہو اس کو کھول کر پڑھ لیں۔

ٹیلی فون کی وجہ سے کھانا چھوڑا:

ٹیلی فون میں اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کو آپ نے فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی کھانا کھا رہا ہے اور ٹیلی فون سننے کے لیے کھانا چھوڑ کر آنا پڑتا ہے، خط میں یہ تکلیف بھی نہیں۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ بعض اوقات ٹیلی فون پر آپ جو بات کرنا چاہتے ہیں وہ اتنی اہم اور ضروری ہوتی ہے کہ اس پر کچھ غور کرنا پڑتا ہے اور سوچ کر جواب دینا ہوتا ہے، ٹیلی فون پر سوچنے کا وقت اور موقع نہیں ہوتا۔ بلکہ فوراً جواب دینا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ٹیلی فون بند کرنے کے بعد خیال آتا ہے کہ یہ بات اس طرح

کہنی چاہیے تھی اور فلاں بات کہنی تھی، وہ تو کہی نہیں اور اگر خط سامنے ہوگا تو اطمینان سے اس کو پڑھ کر سوچ کر غور وفکر کے بعد پورے طور پر صحیح جواب لکھے گا۔

ٹیلی فون پر بات غلط سمجھنے کا احتمال:

چوتھا فرق یہ ہے کہ ٹیلی فون پر کسی نے آپ سے کچھ پوچھا تو ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس کی بات پورے طور پر سمجھی نہ ہو اور جواب دے دیا ہو، جس کے اندر غلطی کا احتمال موجود ہے اور اگر خط سامنے ہوگا تو اس کو بار بار پڑھ کر سمجھنا آسان ہے اور اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس کا جواب لکھا جائے گا۔

ٹیلی فون پر مسئلہ بتانے میں خطرہ:

پانچواں فرق یہ ہے کہ اگر ٹیلی فون پر کسی نے کوئی شرعی مسئلہ پوچھا، اور آپ نے جواب دے دیا بعد میں اس نے کہا کہ میں نے تو اس طرح کہا تھا، اب یا تو اس کے کہنے میں غلطی ہوگئی، یا آپ کے سمجھنے میں غلطی ہوگئی؟ یا اس نے جان بوجھ کر بعد میں اپنا بیان بدل دیا۔ لیکن اگر اس کا سوال لکھا ہوا سامنے موجود ہوگا تو وہ اس کو بدل نہیں سکتا۔

فتویٰ دینے کا اُصول:

اسی وجہ سے فتویٰ کا اُصول یہ ہے کہ جس کاغذ پر سوال ہو جواب بھی اسی کاغذ پر ہو، یا اسی کاغذ سے شروع ہو۔ بقیہ جواب دوسرے کاغذ پر چلا جائے تو کچھ حرج نہیں، کم ازکم جواب اسی کاغذ سے شروع ہو جس کاغذ پر سوال ہے کیونکہ اگر جواب اس کاغذ سے شروع نہیں ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اس سوال کی جگہ دوسرا سوال لگا دے اور پھر یہ کیسے پتا چلے گا کہ آپ نے جو جواب لکھا تھا اس کا سوال کیا تھا؟ یہ اسی وقت پتا چلے گا کہ جب اسی کاغذ پر جواب لکھا جائے جس پر سوال ہو۔ تحریری سوال میں یہ فائدہ ہے۔

خط اور ٹیلی فون میں موازنہ:

حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی ناظم آباد نمبر ۴ میں رہائش تھی، ان کے یہاں ٹیلی فون بھی موجود تھا مگر جب ان کو مجھ سے کوئی بات پوچھنی ہوتی تو وہ مجھ کو خط لکھتے تھے اور پھر ہم بھی ان کو خط کے ذریعہ جواب دیتے تھے۔ حالانکہ ان کی رہائش یہاں سے بہت قریب تھی۔ اب یہ دیکھیے کہ ناظم آباد نمبر ۴ سے خط روانہ ہو رہا ہے اور ناظم آباد نمبر ۴ ہی میں وصول ہو رہا ہے۔ فرماتے تھے کہ اگر میں ٹیلی فون کروں اور اس وقت آپ کسی کام میں مشغول ہوں اس کام کو چھوڑ کر ٹیلی فون سننے کے لیے آئیں یا میں پیغام چھوڑ دوں، پھر اس کے جواب میں آپ ٹیلی فون کریں، میں اس وقت ٹیلی فون پر موجود نہ ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خط کی نعمت عطاء فرمائی ہے، گھر بیٹھے بیٹھے اطمینان سے جو فارغ وقت ہو اس میں دماغ کو حاضر کر کے خط لکھیے۔ اگرچہ جواب میں کچھ دیر تو ہو جائے گی لیکن اطمینان کی بات تو ہو جائے گی۔

ٹیلی فون پر خرچ زیادہ خط میں کم:

چھٹا فرق یہ ہے کہ ٹیلی فون پر پیسا زیادہ خرچ ہوتا ہے، خط پر پیسے کم خرچ ہوتے ہیں، اور ضائع بھی نہیں جاتے جبکہ ٹیلی فون پر پیسے بعض مرتبہ ضائع بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ اس کا بھی امکان ہے کہ آپ کو کئی بار ٹیلی فون کرنا پڑے تب جا کر بات ہو۔

صرف ضرورت کے وقت فون کریں:

البتہ اگر خط سے کام نہیں چل سکا یا خط تو لکھ دیا لیکن جواب میں تاخیر ہو گئی، اور آپ کو جواب کی جلدی ضرورت ہے یا یہ کہ کسی سے ایسی محبت ہے کہ اس کی آواز سننے کو بھی جی چاہتا ہے، یہ بھی ضرورت میں داخل ہے لیکن بے کار محبت نہیں کرنی چاہیے اور طالب علم دین کو تو کسی سے محبت ہی نہیں کرنی چاہیے۔

کبھی ذاتی مقصد سے فون نہیں کیا:

میں سوچتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی کو اپنے ذاتی مقصد کے لیے ٹیلی فون کیا یا نہیں تو مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی کسی کو ٹیلی فون کیا ہو اس لیے کہ دنیا میں کوئی ہمارا ہے ہی نہیں جس کو ٹیلی فون کروں۔ اولاً تو لوگ خود ہی اپنے مقاصد کے لیے ٹیلی فون کرتے ہیں کچھ لوگ اپنے مسائل کے لیے ٹیلی فون کرتے ہیں۔ اب اگر میں ٹیلی فون کروں گا تو وہ کسی دینی مسئلے ہی کی خاطر یا دینی مصلحت کی خاطر کروں گا۔ اپنا ذاتی کوئی مقصد ہوتا ہی نہیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ہمارا ہے ہی نہیں۔ کیونکہ کسی سے دنیاوی تعلق ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی بنادیا ہے ورنہ دوسرے حضرات کے تو بڑے تعلقات ہوتے ہیں ایک دوسرے کو ٹیلی فون کرتے ہیں بڑی خط و کتابت ہوتی ہے، بڑی دعوتیں ہوتی ہیں۔ ہمیں تو ان کاموں سے بڑی وحشت ہوتی ہے کہ کیوں ان کاموں کے اندر وقت ضائع کریں وقت کی قدر کرنی چاہیے۔

پہلے خط، پھر فون پھر ملاقات:

بہر حال پہلے درجے میں خط کے ذریعہ کام لیجیے اگر اس ذریعہ سے کام نہ ہو سکے تو پھر دوسرے درجے میں ٹیلی فون سے کام لیجیے۔ البتہ اگر ان طریقوں سے کام نہ چل سکے تو پھر تیسرے درجے میں ملاقات کر کے کام کرائیں۔ یہ ملاقات انتہائی مجبوری کی حالت میں کریں، اور ملاقات کے لیے جانے سے پہلے وقت لے لیں اور اطلاع کریں، پھر ملاقات کے لیے جائیے۔ کیونکہ اگر پہلے سے اطلاع نہیں کی اور آپ ملاقات کے لیے چلے گئے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ صاحب موجود نہیں ہیں وہ تو حج پر تشریف لے گئے ہیں آپ نے ان سے ملاقات کے لیے اسلام آباد سے کراچی کا سفر کیا تھا، اور آپ کا کام صرف یہ تھا کہ آپ کو تعویذ لینا تھا آپ نے اتنا لمبا سفر کر کے کتنی بڑی

حماقت کی، پیسا بھی ضائع کیا، محنت اور مشقت برداشت کی، پریشان بھی ہوئے، اور کام بھی نہیں بنا۔ حالانکہ اسلام آباد میں بیٹھے بیٹھے خط کے ذریعہ تعویذ منگوا سکتے تھے جو کام خط کے ذریعہ ہوسکتا تھا اس کے لیے سفر کیوں کیا؟ کیوں پیسا برباد کیا؟ کیوں محنت اور مشقت برداشت کی؟

ڈاک کے ذریعہ تعویذ منگوانا:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی خانقاہ میں اُصول بنا رکھے تھے، بڑا ہسپتال تو وہی تھا، یہ ہسپتال اس کے ماتحت ہے۔ اس لیے ہم نے وہیں سے یہ اُصول حاصل کیے ہیں۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی شخص دوسرے شہر سے صرف تعویذ کے لیے آتا تو آپ فرماتے کہ واپس اپنے گھر جاؤ اور وہاں سے خط میں لکھنا کہ مجھے فلاں چیز کا تعویذ چاہیے۔ ہم خط کے ذریعہ تعویذ بھیج دیں گے، کوئی دوسرا شخص حضرتِ والا سے اگر یہ کہتا کہ حضرت! اب تو یہ شخص آ ہی گیا ہے اب تو دے ہی دیا جائے، حضرتِ والا فرماتے کہ اگر میں نے اب تعویذ دے دیا تو یہ شخص آئندہ بھی آتا ہی رہے گا اور دوسروں کو بتائے گا کہ دوسرے شہر سے آنے والوں کو تعویذ دینے کا قانون تو نہیں ہے لیکن جو شخص وہاں پہنچ جاتا ہے اس کی رعایت ہو جاتی ہے۔ ان کی اصلاح کی صورت یہی ہے کہ یہ واپس جائیں اور وہاں سے خط کے ذریعہ تعویذ منگوائیں۔ ایک مرتبہ جب اس کے ساتھ یہ معاملہ ہو جائے گا تو یہ سب کو بتائے گا کہ ارے میاں! ہرگز وہاں مت جانا، بس ڈاک سے تعویذ منگوالو۔ اس طرح وہ دوسروں کو بھی تبلیغ کرے گا۔ سب کی اصلاح ہو جائے گی۔ جب ان اُصولوں کی رعایت نہیں رکھی جاتی تو پیسا بھی ضائع ہوتا ہے وقت بھی ضائع ہوتا ہے، محنت اور مشقت علیحدہ ہوتی ہے اور کام پھر بھی نہیں ہوتا۔

معلومات کیے بغیر سفر کے نقصانات:

بعض اوقات جب انسان بغیر تحقیق کے کسی کام کے لیے چل پڑتا ہے تو وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کے لیے ہم آئے ہیں وہ کام یہاں ہوتا ہی نہیں، اب دور دراز کا سفر کیا۔ وقت اور پیسا برباد کیا اور ساری محنت ضائع گئی...... بعض مرتبہ وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کے لیے ہم آئے ہیں، وہ کام یہاں ہوتا تو ہے لیکن اس کے کچھ قواعد وضوابط اور کچھ شرائط ہیں۔ آپ کے اندر وہ شرائط نہیں پائی جارہی ہیں۔ اس لیے آپ کا کام یہاں نہیں ہوگا۔ اس صورت میں وقت اور پیسا بھی ضائع ہوا، محنت اور مشقت الگ اُٹھائی...... بعض مرتبہ وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے فلاں دن اور فلاں وقت مقرر ہے اور یہ شخص کئی دن پہلے وہاں پہنچ گیا اب اتنے دن کہاں گزارے؟ اللہ تعالیٰ نے عقل عطاء فرمائی ہے، ہر کام سے پہلے انسان کو سوچ سمجھ کر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں نہ اپنے آپ کو تکلیف ہو نہ پیسا ضائع ہو نہ وقت ضائع ہو نہ محنت ضائع ہو اور نہ دوسرے کو تکلیف ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آداب کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا تدخلوا الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا
جبتک ایمان نہ لاؤ گے
جنّت میں داخل نہیں ہو سکتے ، اور
ایمان دار نہیں بن سکتے جبتک آپس میں محبّت نہ کرو گے۔
(صحیح مسلم)
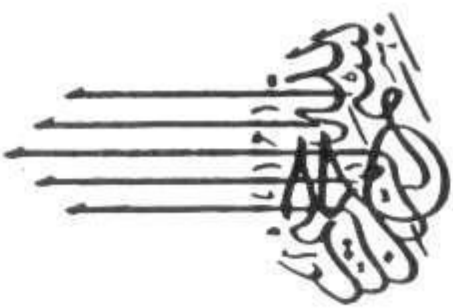
بعض غلطیوں کی اصلاح

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ بعض غلطیوں کی اصلاح

بمقام: ☜ جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

بعض غلطیوں کی اصلاح

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

بری عادت چھوڑنا مشکل ہوتا ہے:

دو باتیں ہیں۔ البتہ دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے، وہ یہ کہ جب انسان کو کوئی عادت پڑ جاتی ہے تو اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ خاص طور پر بری عادت، اچھی عادت جلدی چھوٹ جاتی ہے، لیکن بری اگر پڑ جائے تو وہ بہت مشکل سے چھوٹتی ہے۔ اگر دِل میں فکرِ آخرت ہو، اور دین کی اہمیت ہو تو پھر تو چھوٹ جاتی ہے۔ ورنہ بہت مشکل ہے۔

نماز میں ہاتھوں کو حرکت دینا:

اس کی دو مثالیں ہمیشہ سامنے رہتی ہیں، اور ان کے بارے میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں

اوران کوچھوڑنے کے کئی علاج بھی بتاتا رہتا ہوں۔اس کے باوجودوہ نہیں چھوٹتیں۔ان میں سے ایک ’’نماز میں ہاتھ ہلانے کا مرض ہے‘‘ جولوگ پرانے ہیں وہ تو سنتے رہتے ہیں کہ اس مرض کے بارے میں کتنا کہتا رہتا ہوں، کئی سال کہتے کہتے گزر گئے، اور ہم بڈھے ہوگئے۔ اور ہم قبر میں چلے جائیں گے، مگر یہ لوگ ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑیں گے......کمال یہ ہے کہ اگر نماز کے بعد ان سے پوچھیں کہ آپ نے نماز میں ہاتھ ہلایا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے تو نہیں ہلایا، بات دراصل یہ ہے کہ جب انسان کوکسی کام کی عادت پڑ جاتی ہے تو وہ کام انسان سے آٹو میٹک طریقے سے صادر ہوتا رہتا ہے، اوراس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ مجھ سے یہ کام ہوا بھی ہے یا نہیں ہوا......نماز میں ہاتھ ہلانے کا اتنا سخت مرض ہے۔

اس مرض کا ایک علاج:

اس مرض کا میں نے کئی بار یہ نسخہ بتایا ہے، وہ یہ کہ گھر میں دورکعت نفل پڑھیں کسی کو اپنے پاس بٹھالیں، اوراس کے سامنے نماز پڑھیں۔اوراس سے یہ کہیں کہ مجھے دیکھتے رہو کہ میں ہاتھ ہلاتا ہوں یا نہیں؟ اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ نماز میں تم نے ہاتھ ہلایا تھا تو دورکعت نفل اور پڑھیں۔ پھر اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ تم نے ہاتھ ہلایا تھا تو دو رکعت اور پڑھیں۔ پھر اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ آپ نے ہاتھ ہلایا تھا تو دورکعت اور پڑھیں۔اس طرح بار بار کرتے رہیں۔اوراس وقت نفل پڑھنا چھوڑیں جب آپ کی دورکعت بغیر حرکت کے اداء ہو جائیں۔کئی دن تک ایسا کریں، ان شاء اللہ یہ مرض چھوٹ جائے گا۔

اس مرض کا دوسرا علاج:

اگر زیادہ ہمت ہوتو ایسا کریں کہ دورکعت نفل پڑھتے وقت جس کو اپنے پاس

بٹھائیں اس سے یہ کہہ دیں کہ اگر میں ایک بار ہاتھ ہلاؤں تو جانے دیجیے، اور جب میں دوسری مرتبہ ہاتھ ہلاؤں تو اٹھ کر میرا کان کھینچ دینا، اور اتنی زور سے مت کھینچنا کہ نماز ٹوٹ جائے، بس اس طرح کھینچنا کہ ذرا سا درد ہو، تھوڑا سا مروڑ دینا، شاید ایسا کرنے سے سدھر جائیں...... مجھے تو یہ خیال ہو رہا ہے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہوں گا تو شاید سب سے بڑا درد میرے دل میں یہ رہے گا کہ آج کا مسلمان نماز میں ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑے گا، یہ درد شاید میرے ساتھ ہی جائے گا۔ اللہ کرے کہ اس وقت سے پہلے کم از کم اس مسجد میں تمام نمازی ہاتھ ہلانا چھوڑ دیں، یہ چھوٹی سی مسجد ہے، تھوڑے سے لوگ ہیں، خاص طور پر پہلی دوسری صف میں تھوڑے لوگ ہوتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ آتے ہیں۔ اگر یہی لوگ ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑیں گے تو باقی لوگوں سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس قوم کی حالت پر رحم کرے۔

لفظ ''اللہ'' پر مد پڑھنا:

دوسری بات یہ ہے کہ کتنی بار سمجھایا ہے کہ لفظ ''اللہ'' پر مد نہیں ہے۔ اگر آپ قاری نہیں ہیں، تجوید نہیں جانتے ہیں، اور کسی قاری صاحب سے قرآن کریم صحیح نہیں کیا ہے تو کم از کم یہ کرلیں کہ قرآن کریم کھول کر دیکھ لیں کہ کسی جگہ پر لفظ ''اللہ'' پر مد ہے؟ قرآن کریم میں جتنی جگہوں پر لفظ ''اللہ'' آیا ہے کہیں بھی لفظ ''اللہ'' پر مد نہیں ہے...... اسی طرح لفظ ''الٰہ'' پر بھی مد نہیں ہے۔ لیکن آج کل کے مؤذن لوگ دونوں لفظوں کو مد کے ساتھ کھینچتے ہوئے پڑھتے ہیں...... یہاں تو بار بار کہتے کہتے اتنی درستی آگئی کہ دو تین الف کی مقدار تک کھینچتے ہیں۔ زیادہ نہیں کھینچتے، مگر کھینچنا نہیں چھوڑتے، آج بھی جب میں نے عصر کی اذان سنی تو لفظ ''اللہ'' پر بھی مؤذن نے مد کھینچی اور لفظ ''اِلٰہ'' پر بھی مد کھینچی، حالانکہ دونوں میں سے کسی پر بھی مد نہیں ہے، اس کے بارے میں ایک دوسرے کو بتایا کریں اور جب مؤذن اذان دے تو سب لوگ توجہ سے سنا کریں۔

اذان سننا اور اس کا جواب دینا:

ایک مرض یہ ہے کہ لوگ نہ تو اذان سنتے ہیں، اور نہ اذان کا جواب دیتے ہیں، اور نہ ہی اذان کے بعد کی دُعاء پڑھتے ہیں، یہ مرض عوام اور خواص سب کے اندر پایا جارہا ہے، یہ سمجھتے ہی نہیں کہ ہمارے ذمے اذان سننا بھی ہے...... اب تو تلاش کرنے سے بھی ایسے لوگ نہیں ملتے، لیکن میں نے کسی زمانے میں یہ دیکھا ہے کہ عورتیں گھر کے کام کاج میں مشغول ہیں۔ لیکن جیسے ہی اذان کی آواز کان پر پڑتی تو کام سے رُک جاتیں اور اہتمام سے اذان کو سنتیں...... اس زمانے میں بے پردہ عورتیں بھی سر پر دوپٹہ رکھتی تھیں، اور اگر کبھی سر پر دوپٹہ نہیں ہوتا تو اذان کی آواز سُن کر فوراً دوپٹہ سر پر رکھ لیتی تھیں...... بعض کاشت کاروں کو دیکھا کہ سر پر گھاس کا گٹھہ اٹھا کر لے جارہے ہیں، جو کافی وزنی ہوتا، لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو وہیں رک جاتے۔ اسی بوجھ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب اذان ختم ہوتی پھر آگے چلتے۔ آج اگر چراغ لے کر بھی ایسے لوگوں کو تلاش کریں گے تو کوئی نہیں ملے گا۔ زمانے سے برکت اُٹھ گئی۔ اسی لیے طرح طرح کی مصیبتیں اور آفات اور عذاب ہم پر آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت باقی نہیں رہی۔

کس اذان کا جواب دیا جائے؟

بعض اوقات یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل تو مسجدیں بہت ساری ہیں اور قریب قریب ہیں۔ ان کی اذان کی آوازیں مسلسل کافی دیر آتی رہتی ہیں تو کیا تمام مساجد کی اذانوں کو سنا جائے، اور ان کا جواب دیا جائے۔ یا کسی کو متعین کرلیں......؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس مسجد سے اذان کی آواز سب سے پہلے آئے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کا جواب دے دیا جائے تو سب کا جواب دینے کا حق اداء ہو جائے گا۔ لہٰذا پہلی اذان کو توجہ سے سنیں اس کا جواب دیں۔ اور اس کے بعد دُعاء کریں۔

الف اور مَدّ کی مقدار:

ایک بات عوام کے سمجھنے کی ہے، وہ یہ کہ ''الف'' کتنا لمبا ہوتا ہے؟ ''الف'' کی لمبائی بس اتنی ہوتی ہے کہ جتنی کہ انگلی کے کھولنے یا بند کرنے میں جتنا وقت صرف ہو، بس جتنی دیر میں بند انگلی کھل جائے وہ ایک الف کی مقدار ہے، لفظ ''اللہ'' میں ایک الف ہے، لہٰذا لفظ ''اللہ'' کو ایک الف کی مقدار تک کھینچیں ایک الف سے زیادہ کھینچنا غلط ہے...... مَدّ کی مقدار یا تو تین الف ہوتی ہے، یا پانچ الف ہوتی ہے، اور بعض حضرات نے سات الف تک گنجائش دی ہے، جیسا کہ میں نے بتایا کہ لفظ ''اللہ'' پر مَدّ نہیں ہے، لہٰذا اس کو ایک الف سے زیادہ نہیں کھینچنا چاہیے۔

حجرِ اسود کے سامنے والے خط کی درستی:

اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بہت بڑے کرم ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حجرِ اسود کے سامنے جو سرخ خط ہے۔ وہ صحیح موقع پر نہیں تھا، جہاں ہونا چاہیے وہاں نہیں تھا۔ بلکہ ایک طرف کو ہٹا ہوا تھا۔ میں نے یہ سوچا کہ اگر میں اس کو صحیح کرانے کی کوشش کرتا ہوں تو خود ہی پکڑا جاؤں گا۔ کیونکہ وہاں رعایت کسی کی نہیں ہے، وہاں کے بڑے بڑے علماء سے غائبانہ تعارف ہے، اگرچہ میں وہاں کسی سے ملتا نہیں ہوں، ایک مرتبہ ''امیر کلیة اللغة'' یہاں آگئے، ملاقات ہوگئی۔ تعارف ہوا، اس کے بعد پھر جب میرا وہاں جانا ہوا تو وہاں ملاقات ہوئی تو انہوں نے میری دعوت کی۔ ایک بار تو میں نے ان کے کھانے کی دعوت قبول کرلی، دوسری مرتبہ جب دعوت دی تو میں نے معذرت کرلی، اور ان سے کہا کہ آپ یہاں حرم میں ہی آکر ملاقات کرلیا کریں...... بہرحال ان سے تعارف ہوگیا لیکن وہاں پر تعارف ہونا بھی کافی نہیں ہے، وہاں چاہے کسی شخص سے کتنا بھی تعارف ہو۔ لیکن اگر کوئی دین کی بات جو ان کے خیال کے خلاف ہوجائے تو اس کو

چھوڑتے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مدد دیکھیے:

میں دیکھ رہا تھا کہ حجرِ اسود کے سامنے یہ خط ٹیڑھا ہے، لیکن کسی سے کیسے کہوں، اور کیوں خواہ مخواہ مصیبت میں پڑوں۔ البتہ میں نے اتنا کام کیا کہ اپنے خاص خاص لوگوں کو بتاتا رہا کہ یہ خط سیدھا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح مدد فرمائی کہ ایک پاکستانی انجینئر جو وہاں میری مجلس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے، جب انہوں نے میری یہ بات سنی تو کہا کہ میں کوشش کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، ضرور کریں، اللہ تعالیٰ کامیاب فرمادے۔ چنانچہ دو تین عرب انجینئر جو ان کے ساتھ کام کرتے تھے، ان کو میرے پاس لے آئے، میں نے ان کو مسجد حرام میں بیٹھ کر سمجھایا کہ یہ خط اس طرح ہونا چاہیے، یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی، چنانچہ ان عرب انجینئروں نے بات اوپر چلائی۔ اور بات چلتے چلتے وہ بات شاہ فیصل تک پہنچی، اس سے نیچے یہ کام نہیں ہوسکا۔ جتنے مشایخ ہیں، وہ سب مل کر شاہ فیصل کے پاس گئے، اور جا کر ان کو بتایا کہ یہ مسئلہ ہے اور ہم نے خود حرم میں جا کر یہ دیکھا ہے کہ وہ خط ٹیڑھا ہے۔ شاہ فیصل نے ان سے کہا کہ یہ خط اتنے سالوں سے لگا ہوا ہے۔ اس سے پہلے آپ لوگوں کو ہوش کیوں نہیں آیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حکومت ترکیہ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے، کسی نے خیال نہیں کیا۔ اب خیال آ گیا تو انجینئروں نے بھی دیکھ لیا اور ہم لوگوں نے بھی دیکھ لیا کہ یہ خط صحیح نہیں ہے، چنانچہ اس نے اس کو صحیح کرنے کی اجازت دے دی...... جب بادشاہ کی طرف سے اجازت ملی تب وہ خط صحیح ہوا...... یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں، بس اللہ تعالیٰ نے کام لے لیا۔

لفظ ''مَکّہ'' کی درستی:

دوسری بات یہ ہے کہ عرب لوگ لفظ ''مَکّہ'' کو انگلش میں ''مِیکّہ'' "MECCA"

لکھا کرتے تھے، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ کے ایک استاذ کا مجھ سے تعلق ہے، انہوں نے ایک مرتبہ مجھے اپنے پیڈ پر خط لکھا، وہ پیڈ چھپا ہوا تھا۔ اس پر بھی یہ لکھا ہوا تھا ''جامعہ ام القریٰ، میکہ'' میں نے لفظ میکہ کو کاٹ کر خط کھینچ کر اس کے سامنے انگلش میں لفظ ''مَکّہ'' "MAKKAH" لکھ دیا۔ بس اور کچھ نہیں کہا۔ نہ اس پر تبلیغ کی۔ نہ تفصیل بیان کی۔ جب وہ خط ان کے پاس پہنچا تو وہ خط لے کر ''رئیس الجامعۃ'' کے پاس گئے، جو جامعہ ام القریٰ کے رئیس اور بڑے تھے۔ ان کو جا کر بتایا...... صحیح بات ہو تو انسان کی عقل میں آ ہی جاتی ہے۔ اگر عقل بھی صحیح ہو...... انہوں نے بہت تعجب سے بار بار کہا: ''اِیش مِیکہ، اِیش مِیکہ،'' یہ ''مِیکہ'' کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا؟ انہوں نے فوراً حکم دیا کہ جامعہ کے جتنے پیڈ ہیں، جن پر لفظ ''مِیکہ'' لکھا ہے ان سب کو ختم کیا جائے۔ اسی طرح راستوں میں سڑکوں پر جگہ جگہ جتنے بورڈ ہیں بلکہ پورے سعودی عرب میں شاہراہوں پر جہاں جہاں ''میکہ'' لکھنا ہوا ہے ان سب کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد جب جامعہ کے نئے پیڈ چھپے اور ان پر لفظ ''مَکّہ'' کو درست کیا تو ان استاذ صاحب نے پھر مجھے خط لکھا کہ آپ کے توجہ دلانے سے اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ سب جگہوں پہ لفظ درست ہو گیا...... بعد میں ''رابطہ عالم اسلامی'' نے بھی اپنے رسالے میں اس کو درست لکھنے کے بارے میں مضمون لکھا، اور بعد میں یہ بھی پتا چلا کہ ''مِیکہ'' انگریزی میں شراب خانے کو کہتے ہیں، یہ سب انگریزوں کی شرارت ہے کہ مسلمانوں کے جو مذہبی نام ہیں، ان کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔

لفظ ''مدینہ'' کی درستی:

اسی طرح ''مدینہ'' کو ''مِدینہ'' "MEDINA" لکھتے ہیں، حالانکہ صحیح لفظ ''مَدینہ'' "MADINA" ہونا چاہیے۔ کتابوں میں جہاں دیکھو وہاں ایم (M) کے بعد اِی (E) لکھا ہوتا ہے...... اسی طرح لفظ ''احمد'' ہے، اس کو "E" کے ساتھ

"AHMED" لکھتے ہیں، یہ غلط ہے، صحیح لفظ اَحْمد "AHMAD" ہے۔

بار بار کہنا چاہیے:

بہر حال وہاں سعودی عرب میں میرے جاننے والے علماء اور قاری صاحبان ہیں ان سے یہ کہتا رہتا ہوں کہ غلطیوں کی اصلاح کے لیے کچھ نہ کچھ بول دیا کرو، بلکہ اس طرح شوشے چھوڑ دیا کرو جس طرح میں چھوڑ دیتا ہوں ہوسکتا ہے کہ بار بار سننے کے بعد آہستہ آہستہ کسی کو عقل آجائے، ورنہ کم از کم آپ حضرات تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوجایا کریں۔ وہاں اذانیں کتنی غلط ہورہی ہیں اور لفظ ''اللہ'' کو بہت زیادہ کھینچتے ہیں۔ جہاں کھینچنا ہے وہاں نہیں کھینچتے، اور جہاں کھینچنا نہیں، وہاں کھینچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاح کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وصل اللھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللہ رب العالمین.

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝ (٦٦-٦)

دینی تربیت کے لیے اولاد پر لاٹھی برساتے رہو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاترفع عنهم عصاک ادبا واخفهم فی اللہ (احمد)

اولاد کو دین سکھانے اور دین دار بنانے کے لیے ان پر لاٹھی برساتے رہو اور انہیں

اللہ کے معاملے میں ڈراتے رہو۔ لا ترفع، لاٹھی پڑتی رہے، اٹھاؤ مت! ''ادبا'' کے معنی ہیں ''دینی تربیت کے لیے'' ادب یہ ہے کہ دین دار بنے، اپنی اولاد کو اللہ کے بندے بنائیں۔ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوڑا ایسی جگہ لٹکاؤ کہ گھر والے دیکھتے رہیں۔ (عبدالرزاق، طبرانی کبیر، سیوطی)

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جس نے اہل وعیال کی دینی تربیت کے لیے اپنے گھر میں کوڑا لٹکایا۔ (ابن عدی، مناوی، سیوطی)

جب بچے گھر میں داخل ہوں تو سب سے پہلے کوڑے پر نظر پڑے، گھر میں آتے جاتے کھیلتے کودتے کوڑا نظر آتا رہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بتا رہا ہوں۔

اللہ پر ایمان ہے تو احکام الٰہیہ سے غفلت کیوں؟

میں یہ تنبیہ کرتا رہتا ہوں کہ دن میں دو بار، ایک بار صبح، ایک بار شام سوچا کریں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے یا نہیں۔ ویسے تو سب جلدی سے کہہ دیں گے کہ ہاں ہاں ہمارا تو ایمان بہت پکا ہے، ہم تو پکے مومن ہیں، مگر اس کی کوئی کسوٹی، معیار، مقیاس الحرارۃ (تھرمامیٹر) بھی تو ہو۔ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پکا ایمان ہے تو پھر انہوں نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟ ابھی جو دو حدیثیں بتائی ہیں کیا ان کی طرف توجہ جاتی ہے؟ آج کے مسلمان کا خیال یہ ہے کہ حدیثیں گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے تھیں دوسروں کو ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں نے یہاں ایک چھوٹا سا بچہ دیکھا جس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی چونکہ اس کے والدین خاص لوگوں میں سے ہیں اس لیے میں نے یہاں سے فون کروایا کہ آپ کے بچے کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی ایسے کیوں ہوا؟ جواب ملا کہ بچہ چھوٹا ہے الاسٹک کا ازار

بند ہے، کھسک جاتا ہے، شلوار نیچے کو ڈھلک جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا علاج تو بہت آسان ہے، بچے کو یہاں بھیجیں میں اس کی شلوار کو آدھی پنڈلی سے کاٹ دوں گا پھر کبھی بھی نہیں ڈھلکے گی۔ بھیجا ہی نہیں جب کچھ کرنا ہی نہ ہو تو ہزاروں آیات پڑھیں، حدیثیں پڑھ لیں، کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت لقمان علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''والد کی مار اولاد کے لیے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لیے پانی۔'' (درمنثور)

آج کل تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ نہیں نہیں مارو مت، مارو مت، اس طرح تو بچہ صحیح نہیں رہے گا بیٹا بیٹا کہتے رہو۔

میں نے بچوں کو مارنے کے بارے میں جو ارشادات نقل کیے ہیں ان کے مواقعِ استعمال اور طریقِ استعمال کی تفصیل آخر میں بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، ایسے ہی بلاسوچے سمجھے مار پٹائی نہ شروع کردیں۔

تربیت میں اعتدال:

اصلاحِ منکرات میں ایک بہت بڑی چیز اپنی اولاد کی اصلاح ہے۔ اس میں بھی اعتدال ہونا چاہیے، اعتدال کا اصل ہے حکمِ شریعت کا اتباع، اسی کا نام اعتدال ہے، اگر کوئی اپنا اعتدال قائم کرلے کہ یہ ہمارے ہاں اعتدال ہے تو وہ قابلِ قبول نہیں۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ مالک کا حکم کیا ہے، اگر کوتاہی کرتا ہے اصلاح نہیں کرتا تو مجرم ہوگا اور اگر اصلاح کرتا ہے اور اس اصلاح میں ایسا جذبہ طاری ہوجاتا ہے، ایسا غصہ آجاتا ہے، ایسی غیرت وحمیت محسوس ہوتی ہے کہ شرعی حدود کی پابندی نہیں کرتا تو بھی مجرم ٹھہرے گا۔ اس لیے کہ یہ اپنا کام نہیں، کام تو مالک کا ہے۔ اپنی عزت کے خلاف کوئی چیز نظر آرہی ہے، اپنے مقام کے خلاف نظر آرہی ہے، اپنے دینی تصلّب اور مضبوطی کے خلاف کوئی چیز نظر آرہی ہے، یا یہ بھی خیال آسکتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس کی اولاد کیسی ہے اور کیوں ان کی اصلاح نہیں کرتا، الغرض یہ باتیں سامنے آجائیں تو سوچنا چاہیے کہ میری

عزت کیا چیز ہے۔ اللہ کا حکم سامنے ہونا چاہیے کہ یہاں کیا حکم ہے۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں، حکم پر عمل کرنے میں عزت رہے یا بے عزتی ہو کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔ صحیح دین یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کا تابع رہے، یہی مدنظر رہے کہ ان کا حکم کیا ہے۔

اولاد کی تربیت والد کی ذمہ داری:

اولاد کی تربیت کے بارے میں پہلے ایک مسئلہ سمجھ لیں جب تک اولاد نابالغ ہے، شریعت نے ان پر والد کو حاکم بنا دیا ہے، ان کی تربیت اس پر لازم ہے کہ نرمی سختی سے حسب موقع کام لے، پٹائی کی ضرورت ہو تو پٹائی کرے، کسی ناجائز کام کی اجازت ہرگز نہ دے، پورے طور پر ان کی نگرانی کرے، شریعت نے اس کے ذمہ لگایا ہے، پٹائی کیسی کرنی چاہیے یہ بحث الگ ہے مگر بہرحال تصلب اسے کہتے ہیں کہ شریعت نے والد کو اولاد پر مسلط کر دیا ہے وہ جبراً ان کی اصلاح کرے جب تک اولاد نابالغ ہے۔ جب بالغ ہوگئی تو شریعت نے اس کا اختیار ختم کر دیا اب انہیں مارنا جائز نہیں، زبانی تفہیم اور دُعاء پر اکتفاء کرے۔

صحیح تربیت کا اثر:

بچوں کو محبت سے سمجھایا جائے تو وہ بہت جلدی اثر قبول کرتے ہیں، اپنے بچوں کی ایک دو مثالیں بتاتا ہوں:

بچوں میں تصویر مٹانے کا جذبہ:

ہمارے گھر میں اگر کوئی چیز تصویر والی آجاتی جیسے ماچس وغیرہ پر بعض دفعہ گھوڑے وغیرہ کی تصویر ہوتی ہے تو ہمارے بچے اس پر یوں لپکتے جیسے ایک چوہے پر تین چار بلیاں ٹوٹ پڑیں، ہر ایک کا تقاضا یہ کہ میں اسے نوچوں گا، میں نوچوں گا، چیز ایک ہے چھوٹی سی اور اس کی تصویر نوچنے کے لیے اس پر تین چار لپکے ہوئے ہیں، بچوں میں تصویر

مٹانے کا یہ جذبہ تھا۔

بچی نے مرغ کی گردن توڑ دی:

چھوٹی بچی جو تقریباً دو سال کی تھی اور بمشکل بولتی تھی، اسے ایک دفعہ بخار ہوا، قریب میں ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے، میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ان کی میز پر پلاسٹک کا مرغ رکھا ہوا تھا، بچی اسے دیکھنے لگی، ڈاکٹر نے سمجھا کہ شاید اس سے محبت ہے لینا چاہتی ہے، اس نے فوراً پکڑا دیا۔ میں نے سوچا ایک تو اتنی چھوٹی سی بچی ہے، گھر سے باہر ہے نیز اسے بخار بھی ہو رہا ہے اگر میں نے یہ مرغ اس سے چھین کر اس کی گردن توڑ دی اور بچی نے رونا چیخنا شروع کر دیا تو بڑی مشکل پڑے گی۔ سوچا گھر جا کر اس سے لے لوں گا۔ ڈاکٹر کے پاس سے جونہی الگ ہوئے تو وہ مجھ سے کہتی ہے ابا جی! اس کی گردن توڑ دوں، میں نے کہا ہاں بیٹی توڑ دو! اس نے وہیں توڑ دی۔ بہت مسرت ہوئی، یہ دیکھ رہی تھی گردن توڑنے کے لیے اور ڈاکٹر نے سمجھا کہ یہ محبت سے لینے کے لیے دیکھ رہی ہے جبکہ وہ اس لیے دیکھ رہی تھی کہ لوں اور گردن توڑ دوں۔

جائز ناجائز کی فکر:

بچوں کا یہ حال تھا کہ کھیلتے ہوئے کئی دفعہ ان کا اختلاف ہو جاتا کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز، جیسے مفتیوں کی جماعت ہو۔ جب میں کہتا کہ جائز ہے تو کرتے۔ ان کے یہ حالات دیکھ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی تھی۔

آنکھوں کی ٹھنڈک:

قرآن مجید میں عباد الرحمٰن کی یہ دُعاء ہے: **رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا** (۲۵-۷۴)

یا اللہ! ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ آنکھوں کی

ٹھنڈک کے معنیٰ کیا ہیں۔اس کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے کہ یا اللہ! یہ تیری اطاعت میں لگے رہیں اور میں انہیں جب تیری اطاعت میں دیکھوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔

اولاد کی تربیت میں تفویض:

اولاد جب تک نابالغ ہو اسے جبراً درست کرنے کوشش میں لگے رہنا فرض ہے لیکن بالغ اولاد اور اولاد کی اولاد اور اولاد کی بیویوں پر شریعت نے جبر کا اختیار نہیں دیا۔ بس تبلیغ کرتا ہے، کہتا رہے، ان کے غلط کاموں پر اظہارِ نفرت کرتا رہے، ناراضی کا اظہار کرتا رہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولاد کی تربیت کے بارے میں زیادہ کوشش کی بجائے تفویض سے کام لینا چاہیے۔ اپنا قصہ بیان فرمایا کہ میرا بیٹا پڑھتا نہیں تھا۔ پڑھنے کا ذرا بھی شوق نہیں تھا۔ دوسرے طلبہ ہمارے پاس آتے، پڑھ کر ہزاروں علامہ بن گئے مگر یہ پڑھتا ہی نہیں تھا، میں بہت کوشش کرتا تھا کہ پڑھے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں وارد ہوا کہ تفویض سے کام لو۔ میں نے دُعاء کی: ''یا اللہ! کیا میں اور کیا میری محنت بس تیرے ہی سپرد ہے۔'' ایسے میں نے تفویض سے کام لیا تو صبح دیکھا سب سے پہلے کتاب اٹھا کر لانے والا یہی تھا۔ حضرت شیخ نے اپنے تجربہ ومشاہدہ کی وجہ سے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اولاد کے معاملہ میں تفویض سے کام لیں۔ تفویض کا یہ مطلب نہیں کہ محنت چھوڑ دو۔ اسباب اور محنت کو چھوڑنا جائز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسباب اور محنت سے نظر ہٹا کر اللہ تعالیٰ پر نظر قائم کرو، ان کے اختیار میں ہے۔ ہمارے اختیار میں جو کچھ تھا کر لیا، یا اللہ! آگے تیرے اختیار میں ہے۔

سعادت کی ایک مثال:

مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے والد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نے جب بھی کبھی کسی بات پر انہیں ڈانٹا تو وہ بڑی خوشی سے دوسروں کو بتایا کرتے تھے۔ ان کے استاذ مقرر ہونے کے بعد، ایک بار میں وہیں جامعہ اشرفیہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ میرے پاس بہت ہنستے ہوئے تشریف لائے، جیسے کوئی بڑا انعام مل گیا ہو، بہت خوش۔ کہنے لگے: ''ابا جی نے مجھے خبیث کہا ہے'' اپنے بچپن کا بھی ایک عجیب قصہ بتایا کہ میں ایک بار چھت پر پتنگ اُڑا رہا تھا، میرے ساتھ اور بھی کئی لڑکے تھے۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا، ابا جی کو پتا چل گیا تو اوپر تشریف لے آئے۔ مجھے پکڑ کر پٹائی شروع کر دی۔ میں نے سمجھا چونکہ مغرب کے بعد کا وقت ہے، اندھیرا ہے، اور ابا جی کی نظر بھی کچھ کمزور ہے اس لیے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا: ابا جی! میں عبدالرحمٰن ہوں۔ فرمایا کہ عبدالرحمٰن ہی کو تو مار رہا ہوں، مزے لے لے کر بتا رہے تھے۔

اولاد کی تربیت نہ کرنا جرم عظیم ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمے دکھانے، بندوں کو اسباقِ معرفت دینے کے لیے ایسے واقعات ظاہر فرما رہے ہیں کہ بسا اوقات والدین اولاد کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی صحیح تربیت اور انہیں صحیح دین دار بنانے پر بہت محنت کرتے ہیں اس کے باوجود اولاد نہیں سدھرتی بلکہ اور زیادہ بگڑتی چلی جاتی ہے اور اس کے برعکس بعض والدین اولاد پر کوئی ضابطہ نہیں رکھتے کوئی پابندی نہیں لگاتے ان کی صحیح تربیت اور صحیح دین دار بنانے پر کچھ بھی محنت نہیں کرتے بالکل آزاد چھوڑ دیتے ہیں اس کے باوجود اولاد صالح بن جاتی ہے۔ شیطان ایسے واقعات سے عوام کو فریب دے کر یوں گمراہ کرتا ہے کہ اولاد پر پابندی نہیں رکھنی چاہیے۔ آزاد چھوڑ دینا چاہیے پابندی رکھنے سے اولاد گھبرا کر بگڑ جاتی ہے باغی ہو جاتی ہے والدین سے متنفر ہو جاتی ہے اور آزادی دینے سے خوشی اور مسرت سے ان کا ذہن کھل جاتا ہے تو ان میں صحیح اور غلط کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے اس لیے وہ خود بخود ہی سدھر جاتے ہیں۔ یاد رکھیے! یہ تلبیس ابلیس ہے، ایسے حالات

میں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں بندے کا کام یہ ہے کہ مالک کے حکم کی تعمیل کرے آگے اس پر نتیجہ مرتب ہونا یا نہ ہونا اس مالک کے قبضے میں ہے، حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے اور بیوی کو، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ابا کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو ہدایت پر نہ لا سکے، ایسے واقعات سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ظاہر فرماتے ہیں اور سبق دیتے ہیں کہ نتائج ہمارے قبضے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے تحت اگر والدین کی کوشش کے باوجود اولاد نہ سدھری تو بھی انہیں اپنی کوشش اور محنت کا پورا پورا اجر ملے گا، اللہ تعالیٰ ان کی محنت اور اجر کو ہرگز ہرگز ضائع نہیں فرمائیں گے اور وہ لوگ جو اولاد کو سدھارنے اور ان کی صحیح تربیت کی کوشش نہیں کرتے اس پر محنت نہیں کرتے آزاد چھوڑ دیتے ہیں وہ عند اللہ بہت سخت مجرم ہیں ان کی اولاد کیسی ہی سدھر جائے بہت بڑے بڑے اولیاء اللہ بن جائیں تو بھی ان پر فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے گرفت ہوگی۔

بچوں کا دل بنانے کا طریقہ:

ایک وقت روزانہ معین کریں، چار پانچ منٹ بھی کافی ہیں مگر ناغہ نہ ہو، روزانہ کوئی ایسی کتاب بچوں کو سنایا کریں جس میں نیک بندوں کے حالات اور ان کے دنیا میں اچھے نتائج، برے لوگوں کے حالات اور ان کے دنیا میں برے نتائج کا بیان ہو، آخرت کے ثواب اور عذاب کا بیان ہو، جنت اور جہنم کا بیان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے احوال طیبہ کا بیان ہو، اچھے لوگوں کی حکایات ہوں جیسے حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ تھوڑی دیر ایسی کوئی کتاب سنایا کریں اگر کتاب نہ ہو تو زبانی بتایا کریں، مثال کے طور پر مختصراً بتائیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی، تمام اعمال کا حساب کتاب ہوگا، برے لوگوں کو جہنم میں پھینکا جائے گا اس میں کیسے کیسے عذاب ہیں، پل صراط پر سے گزرنا ہوگا۔

جہالت کے کرشمے:

دیکھیے! آپ لوگوں کی کتنی رعایت کرتا ہوں، یہ ''پُلِ صراط'' صحیح لفظ نہیں، اگر صحیح لفظ کہوں گا تو آپ لوگ سمجھیں گے نہیں، صحیح لفظ ہے ''جسر'' عربی میں پل کو ''جسر'' کہتے ہیں۔ ''صراط'' کے معنی ہیں ''راستہ'' تو جیسے آج کل کا مسلمان دونوں کام کرتا ہے آدھا مسلمان، آدھا شیعہ بنا رہتا ہے کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے لے کر کام چلاتا رہتا ہے ایسے ہی پل تو لے لیا اردو کا اور صراط لے لیا عربی کا اور بنالیا ''پل صراط'' جیسے ''دُعاء گنج العرش'' واہ سبحان اللہ! یہ نام بتا رہا ہے کہ اس دعاء کو گھڑنے والا بہت ہی بڑا جاہل تھا، ایسے ہی کسی نے دُعاء لکھی اس کا نام رکھ دیا ''دُعاء جمیلہ'' اس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ یہ کوئی انتہائی درجہ کا جاہل بلکہ اجہل تھا، یہ جاہل لوگ ایسی ایسی دُعائیں اور درود شریف لکھتے رہتے ہیں اور لوگ ان چیزوں کو بہت خریدتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ اسے پڑھ لیا تو نجات ہو جائے گی کچھ کرنے ورنے کی ضرورت نہیں بس یہی پڑھا کرو۔ ان کی تجارت خوب چلتی ہے اس لیے ایسے لوگ یہی سوچتے ہیں کہ کیوں نہ کوئی دُعاء جمیلہ بنائی جائے، کیوں نہ کوئی ''درود ناری'' بنایا جائے۔ ناری کے معنی میں ''جہنم میں بھیجنے والا'' معاذ اللہ! ہو درود اور بھیجے جہنم میں، یہ جو بنانے والے اور پڑھنے والے ہیں ان کے عقیدے غلط ہیں انہیں تو شاید اللہ تعالیٰ جہنم میں بھیج ہی دے گا، اللہ تعالیٰ وہ وقت آنے سے پہلے ہدایت عطاء فرمادیں۔

''پُلِ صراط'' کو صرف پل ہی کہہ دیا کریں، مگر کوئی سمجھے گا نہیں جو بات بگڑ گئی بگڑ گئی اب اسے اللہ تعالیٰ ہی سدھارے۔ سوچنے سے بات سمجھ نہیں آتی کہ پل صراط کو کیا کہا جائے، اگر کہیں ''جہنم اور جنت سے پہلے جو پل ہے'' تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، غرض یہ کہ جب تک الٹا لفظ استعمال نہیں کریں گے کوئی نہیں سمجھے گا۔ آہستہ آہستہ کہنا شروع کریں اپنے گھروں میں کچھ ماحول بنائیں پھر جب لوگ نہ سمجھیں تو کہہ دیا کریں

کہ یہ وہ پل ہے جسے آپ ''پل صراط'' کہتے ہیں۔

علم کافی نہیں استحضار ضروری ہے:

بچوں کی تربیت کا بتا رہا ہوں کہ انہیں بٹھا کر چار پانچ منٹ تک یہ باتیں بتایا کریں محبت سے کہ دیکھو بیٹا! جنت میں کیسی کیسی نعمتیں ہوں گی، کیسے بہتر بہتر پھل ہوں گے، کیسے سائے ہوں گے، دھوپ اور گرمی تو ہوگی ہی نہیں نہ سردی ہوگی نہ گرمی، بہت خوش گوار بڑا اچھا موسم ہوگا، بڑا اچھا وقت گزرے گا، عجیب عجیب مزے ہوں گے، کھانے کیسے کیسے ہوں گے، شربت کیسے کیسے ہوں گے، محل کیسے عظیم الشان ہوں گے، پھر جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوگا تو کتنا مزا ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو سارے مزے اس کے سامنے ہیچ در ہیچ ہوں گے۔ بچوں کو تفصیل بتایا کریں، ایک بار بتانا کافی نہیں بار باران باتوں کا تذکرہ ہوتا رہے کیونکہ یہاں علم مقصود نہیں اس علم کا دل میں اتارنا مقصود ہے۔ ایک بار کوئی کتاب پڑھنے سننے سے اس کے اندر جو کچھ ہے اس مضمون کا علم تو ہو جاتا ہے مگر صرف علم کافی نہیں بلکہ وہ بات دل میں اس طرح اتر جائے کہ دل اس سے رنگ جائے علم کے مطابق عمل ہونے لگے۔ جب عمل ہونے لگے تو بھی چھوڑنا نہیں کیونکہ اگر چھوڑ دیا تو جس عمل پر چل پڑے ہیں اس میں ناغہ ہوتے ہوتے وہ عمل چھوٹ جائے گا اور اگر عمل جاری رہا بھی تو اس میں سے روح نکل جائے گی۔ فکرِ آخرت، اللہ کی محبت پیدا کرنے والی چیزوں کو سوچتے رہنا دیکھتے رہنا تا دم آخر ضروری ہے ورنہ وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمے فارغ مباش

(اس راہ میں تراش وخراش میں لگے رہو، اور مرتے دم تک ایک لمحہ کے لیے بھی فارغ مت ہو)

لگے رہو، لگے رہو، آخر دم تک لگے رہو۔

محاسبہ ومراقبہ کی اہمیت:

اولیاء اللہ اور بزرگ اپنے متعلقین کو جو وظیفے بتاتے ہیں ان میں سے ایک چیز بہت زیادہ اہم ہے، وہ بزرگ خود بھی مرتے دم تک اسے نہیں چھوڑتے۔ ہوسکتا ہے ذکر کا کوئی طریقہ بتانے کے کچھ مدت بعد بدل دیں، کچھ اور بتا دیں پھر کچھ مدت بعد اسے بدل دیں مگر ایک چیز ایسی ہے جسے مرتے دم تک جاری رکھیں گے وہ ہے رات کو سونے سے پہلے محاسبہ اور مراقبہ۔ محاسبہ کا مطلب یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے چوبیس گھنٹے کے اعمال کو سوچے کہ چوبیس گھنٹے کیسے گزرے ہیں جو گناہ ہو گیا ہو اس سے توبہ کرے آیندہ کے لیے حفاظت کی دُعاء کرے اور اگر چوبیس گھنٹے صحیح سالم گزر گئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ء کرے یہ محاسبہ ہے۔

مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوچیں کہ ایک دن مرنا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی اور پھر: **فریق فی الجنة وفریق فی السعیر.** ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت جہنم میں، میرا کیا بنے گا کس جماعت میں جاؤں گا، یہ سب سوچ کر فکرِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو بڑھائیں، اسے ''مراقبہ'' کہتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ آپ میں سے کچھ لوگ بعض دوسرے پیروں کے پاس کچھ وقت رہ کر آئے ہوں، کئی پیروں کے پاس پھرتے رہنا ادھر ادھر منہ مارتے رہنا اس کی مثال ایسی ہے جیسے بیوی کئی شوہر کرے، کبھی اِس کے پاس کبھی اُس کے پاس، شوہر بدلتی رہتی ہے۔ ایسے ہی یہ لوگ کبھی کسی پیر کے پاس کبھی کسی پیر کے پاس، اِس کا مزا کیسا ہے اُس کا مزا کیسا ہے، نہ ادھر سے کچھ حاصل ہوتا ہے نہ ادھر سے، بگڑ جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں کسی پیر کے مریدوں کو دیکھا ہو یا کسی نے خود کسی پیر سے مراقبہ سیکھا ہو اس طرح گھٹنے کھڑے کر کے ان پر سر رکھ لیں پھر اوپر چادر لے لیں،، پھر وہ کچھ بتاتے ہیں کہ ایسے

ایسے سوچتے رہیں۔ اس طرح مراقبہ کرنے والا تو سوکر کہیں پہنچ جائے گا برزخ میں، لوگ سمجھیں گے کہ عرش معلیٰ کی سیر کر رہا ہے۔ کرتے بھی ہیں زیادہ تر فجر کے بعد وہ تو ویسے بھی نیند کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے، اوپر چادر لے لی، گھٹنوں پر سر رکھ لیا، لوگ سمجھتے ہیں کہ عرش پر پہنچ گیا اور یہ سوتا رہتا ہے، ساتھ خراٹے بھی لینا شروع کر دیتا ہے۔ میں نے مراقبہ کا لفظ تو کہہ دیا کہ مرتے دم تک اسے نہیں چھوڑتے، جہاں چھوٹا تو پھر ادبار ہو جائے گا پیچھے لوٹنا شروع کریں گے۔ میں جو مراقبہ بتا رہا ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ گھٹنوں پر سر رکھ کر اوپر چادر لے کر کچھ کیا کریں بلکہ رات کو سوتے وقت لیٹ کر دنیا کی فنائیت اور آخرت کے بارے میں سوچا کریں، یہ سوچا کریں کہ نیند موت ہی کی ایک قسم ہے: **النوم اخو الموت** (نیند موت کی بہن ہے) سویا ہوا اور مرا ہوا انسان دونوں برابر ہیں جیسے مردے کو کچھ پتا نہیں چلتا ایسے ہی سوئے ہوئے انسان کے پاس آپ کچھ بھی کرتے رہیں اسے کچھ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ج فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ o (۳۹-۴۲)

(اللہ ہی ان جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔ اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت قبض کرتا ہے۔ پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا، اور باقی جانوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے آزاد کر دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں)

دونوں قسموں کو اللہ تعالیٰ نے وفات میں شمار کیا ہے وفات کبھی ہوتی ہے اصل موت کی صورت میں، کبھی اللہ تعالیٰ وفات دیتے ہیں سلا کر وہ بھی ایک قسم کی وفات ہے۔ اس وقت یہ سوچ لیا کریں کہ عارضی وفات کے منہ میں جا رہا ہوں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی

کو دائمی موت بنادیں۔ کتنے واقعات دنیا میں ایسے ہوتے ہیں کہ رات کو سویا، صبح کو اٹھنا نصیب نہیں ہوا سوتے میں ہی وطن چلا گیا، ہوسکتا ہے کہ ہمارا حال بھی یہی ہو جائے اور اگر بیدار ہو بھی گئے تو تا کجے! آخر کب تک، آخر کب تک، آخر کب تک۔ سوتے وقت یہ سوچیں کہ اب تو عارضی موت کے منہ میں جارہے ہیں کبھی نہ کبھی، کبھی نہ کبھی، کبھی نہ کبھی لازماً، لازماً، لازماً، یقیناً، یقیناً، یقیناً، یقیناً وہ وقت آئے گا کہ ہمیشہ کی موت کے منہ میں جائیں گے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ(۵۹-۱۸)

(اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، اور چاہیے کہ ہر نفس وہ چیز دیکھے جو اس نے کل کے لیے بھیجا، اللہ سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے باخبر ہیں جو تم عمل کرتے ہو)

یہ محاسبہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا، سوچا کریں کہ کل کے لیے کیا کیا ہے، جنت کے اعمال یا جہنم کے اعمال، ایسی ایسی باتیں بچوں کو روزانہ بتایا کریں، جہنم کے عذابوں کی کچھ تفصیل بتایا کریں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ جہنم میں جائیں گے، پہلے تو پل صراط سے کٹ کر جہنم میں گریں گے، پلِ صراط کی بجائے جہنم کا پل کہہ دیا کریں۔

قربانی کے دن بھی آنے والے ہیں کہتے ہیں کہ قربانی میں موٹی گائے ہوگی تو وہ اتنے اتنے لوگوں کو اٹھا کر بھاگ کر پل پر سے گزر جائے گی، بچوں کو اگر یہی بتانے لگے تو وہ سوچیں گے کہ ٹھیک ہے گائے تو موٹی سی ذبح کردیں گے لیکن بدمعاشیاں ساری کرتے رہیں گے اس لیے کہ گائے تو اٹھا کر بھاگتی ہوئی لے ہی جائے گی۔ نفس وشیطان نے کیا کیا گمراہیاں نکالی ہوئی ہیں، گائے کے لے جانے کی باتیں عوام کو اور بچوں کو نہ بتایا کریں وہ تو یہی کہیں گے کہ گناہوں میں دھت رہو، مست رہو، نہ دنیا گئی نہ جنت گئی،

موٹی سی گائے یا بیل ذبح کر دیں گے بس پھر کیا فکر کی بات ہے، خوب خوب گناہ کرتے رہو مزے لیتے رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث ارشاد فرما کر اسے عوام میں بیان کرنے سے منع فرما دیا اس خطرے سے کہ لوگ اس کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے گناہوں پر جری ہو جائیں گے (بخاری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یہی حدیث بتا کر انہیں عوام میں بتانے سے منع فرما دیا (مسلم)

دین کی کئی باتیں عوام کی عقل میں نہیں آتیں انہیں مت بتایا کرو یا پھر سمجھانے کی کوشش کرو ممکن ہے کہ کوئی سمجھ جائے ایسے ہی مت بتا دیا کرو اس سے لوگوں کو گناہوں پر جرأت بڑھتی ہے۔

بروقت تشجیع و تنبیہ:

دوسری بات یہ کہ موقع بہ موقع جہاں بچہ کوئی اچھا کام کرے تو اسے شاباش دے دی جائے اور اسے بتایا جائے کہ اچھے کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور دنیا و آخرت کی راحت نصیب ہوتی ہے، جنت کی نعمتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ اور جہاں کوئی شرارت کرے کوئی غلط کام کرے تو اسے موقع پر ٹوکا جائے اگر موقع پر تنبیہ نہیں کریں گے تو چند منٹ جو کتاب پڑھ کر سنائی تھی یا زبانی تبلیغ کی تھی اس کا جو اثر ہوا تھا وہ موقع پر نہ روکنے کی وجہ سے ضائع ہو جائے گا، موقع پر کہی ہوئی بات اثر رکھتی ہے، یاد رہتی ہے ویسے کوئی بات کہیں گے تو وہ اتنی یاد نہیں رہے گی، موقع پر بتائیں گے کہ دیکھو بیٹا! یہ حرکت خراب ہے صبح بتایا تھا نا کہ جنت بھی ہے جہنم بھی ہے، جنت اور جہنم تو آگے آنے والے ہیں اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے ایسی ایسی شرارتیں کرتا ہے جیسی تم کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا کو اس کے لیے جہنم بنا دیتے ہیں اس پر بڑے بڑے عذاب آتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے

آگ میں پھینک دیتا ہے، بچوں کو آگ کے بارے میں بتایا جائے کہ دیکھو! غلط کام کیے تو اللہ تعالیٰ آگ میں پھینک دے گا، بچے آگ سے بہت ڈرتے ہیں۔

باب العبر میں ایک قصہ ہے کہ ایک چھوٹی سی بچی شاید چار سال کی وہ کسی گھر میں گئی وہاں ٹی وی تھا تو گھر والوں سے کہنے لگی: دیکھو تم نے ٹی وی رکھا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں آگ میں پھینک دیں گے۔ بچوں کا ذہن ایسے بنتا ہے دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے ہیں کہ دیکھو تمہیں اللہ تعالیٰ آگ میں پھینک دیں گے۔ جہاں کہیں بچہ شرارت کرے اسے فوراً محبت سے سمجھایا جائے جنت، جہنم، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا عذاب، یہ ذکر گھر میں ہوتا رہے ہوتا رہے اس طریقے سے بچوں کی تربیت ہوتی ہے۔

آج کے مسلمان کی غفلت:

مگر آج کا مسلمان بچوں کو بنانے کے لیے ان کی تربیت کرنے کے لیے پانچ منٹ دینے کو بھی تیار نہیں، فضول باتیں کرتا رہے گا، خرافات میں وقت گزار دے گا، لیٹ جائے گا، کھانے میں پندرہ منٹ لگتے ہیں تو آدھا گھنٹہ لگا دے گا، سارے ادھر ادھر کے اپنے مزے کے کام کرتا رہے گا مگر بچوں کی تربیت جو اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرنے پر گناہ ہوتا ہے، فرض کے تارک بنیں گے، گناہِ کبیرہ کر رہے ہیں، خود کو ولی اللہ سمجھ رہے ہیں مگر بچوں کی تربیت نہیں کرتے یہ اولیاء اللہ جہنم میں جا رہے ہیں۔ بچوں کی تربیت پر کچھ وقت لگایا کریں۔

بتائیں بچوں کی تربیت کا جو طریقہ میں نے بتایا وہ کیا مشکل ہے، بچوں کی صحیح تربیت ہو جائے تو والدین کے لیے بھی وہ دنیا میں راحت کا ذریعہ بنیں گے اور والدین کی موت کے بعد بھی نیک اولاد جو کام کرے گی ان کا ثواب والدین کو ملتا رہے گا، نیک اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے مگر تین

چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے، تیسرے صالح اولاد جواس کے لیے مرنے کے بعد دُعاء کرتی رہے۔'' (رواہ مسلم کذافی المشکوٰۃ قلت وابوداؤد والنسائی وغیرھما)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں بیان فرمائی ہیں جن کا ثواب انسان کے مرنے کے بعد اسے ملتا رہتا ہے:

''ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو اور وہ صالح اولاد ہے، جسے چھوڑ گیا ہو، اور وہ قرآن مجید ہے جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ مسجد اور مسافر خانہ ہے جنہیں بنایا ہو، اور نہر ہے جو جاری کر گیا ہو، اور وہ صدقہ ہے جسے اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔'' (مشکوٰۃ)

اتنی اہمیت اتنا بڑا کام اور آج کا مسلمان پانچ منٹ دینے کو تیار نہیں۔ اگر کچھ سکھاتے بھی ہیں تو کیا جب آتی ہے ''شب رات'' ڈبل رات، شب بھی رات ہے، رات بھی رات ہے ڈبل ہوگئی نا، جب یہ رات آتی ہے تو بچوں سے کہتے ہیں کہ بیٹا! آج دُعاء مانگو یا اللہ! بہت سارے پیسے دے دے۔ ایک چھوٹی سی بچی ہمارے گھر میں آگئی وہ ہاتھ پھیلا کر بتانے لگی کہ میں نے ایسے دُعاء مانگی کہ یا اللہ! بہت پیسا دے دے۔ یہ اللہ کا بندہ اللہ سے مانگے گا بھی تو صرف پیسا ہی مانگے گا یہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہو جائے تو سارا پیسا تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے، بادشاہ اپنا ہو جائے، خزانوں کا مالک اپنا ہو جائے تو دنیا کے خزانے بھی اپنے، آخرت کے خزانے بھی اپنے، پیسے کے بھی، صحت کے بھی، عزت کے بھی، راحت کے بھی، کسی نعمت کا کوئی خزانہ اللہ تعالیٰ کے قبضے سے باہر نہیں۔ بادشاہ مل گیا سب کچھ مل گیا، اس طرف انہیں کوئی توجہ نہیں کہ نافرمانیاں چھوڑ کر مالک الملک کو راضی کرلیا جائے۔ ایسے والدین بچوں کی صحیح تربیت

کرنے کی بجائے انہیں برباد کر دیتے ہیں۔ اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ بچوں میں دنیا کی ہوس اور محبت کوٹ کوٹ کر بھر دیتے ہیں، رات دن دنیا ہی کا ذکر رہتا ہے جیسے مرنا تو ہے ہی نہیں بس دنیا بناؤ، دنیا بناؤ۔ اگر کسی کو دیکھ لیا کہ کسی دین دار شخص سے روابط بڑھا رہا ہے تو بچہ کو ڈراتے ہیں کہ دیکھو ملا بن گئے تو بے کار ہو جاؤ گے اس شخص کے ساتھ میل جول مت رکھو یہ تمہیں ملا بنا دے گا۔ ایک لڑکے نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس کے گھر والے اس سے کہتے ہیں کہ اگر گھر میں رہنا ہے تو سیدھے سیدھے مسلمان بن کر رہو اور اگر ملا بننا ہے تو گھر سے نکل جاؤ۔ اس طرح یہ لوگ دو قسمیں بناتے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنالی تو وہ مسلمان نہیں ملا ہے، وہ گھر سے نکل جائے یعنی ان لوگوں کے خیال میں معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان نہیں تھے اور اگر کسی بنیے کی صورت بنالی تو کہتے ہیں ہاں یہ ہے مسلمان، دور سے پتا چلے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے اس کے دل میں نفرت ہے، دور سے پتا چلے بہت دور سے کہ یہ اللہ کا باغی ہے تو اسے یہ لوگ کہتے ہیں مسلمان۔

مجھے تو یہ وسوسہ ہو رہا ہے اللہ کرے کہ میرا وسوسہ غلط ہو وہ یہ کہ آپ لوگوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ بچوں کو روزانہ پانچ منٹ نہیں دیں گے، جن لوگوں کی شادی ہوگئی ہے بچے ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ سوچ رہے ہوں گے کون بچوں پر محنت کرے وہ خود ہی بڑے ہو کر سیکھ لیں گے۔ رمضان کا مہینہ ہے، مسجد میں قبلہ رو بیٹھے ہیں، افطار کا وقت قریب ہے، اللہ کے لیے جمع ہوئے ہیں، اس وقت میں یہ وعدہ کریں کہ بچوں کی صحیح دینی تربیت کے لیے کم سے کم پانچ منٹ تو دیں گے۔ دیکھیے اگر اس وعدہ کو بھلا دیا تو آخرت میں اس پر گرفت ہوگی کہ کن حالات میں اور کس مہینے میں، کس وقت میں، کس جگہ پر، کس ہیئت میں، کس حالت میں وعدہ کیا تھا اور روزانہ اس کا بھی محاسبہ کریں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

نسخے کی کامیابی کے لیے دوام ضروری ہے:

اولاد کی تربیت کا جو نسخہ بتا رہا ہوں اس پر عمل کرنے سے صرف یہ نہیں کہ اولاد ہی کی تربیت ہوگی بلکہ والدین کی تربیت بھی ہوگی، جب اچھی باتیں کہیں گے، سنیں گے ان کا جیسے دوسروں کے قلوب پر اثر ہوتا ہے خود کہنے والے کے قلب پر بھی ہوتا ہے۔ عام طور پر ایک مرض بہت زیادہ ہے وہ یہ کہ جو عمل شروع کرتے ہیں چند دنوں کے بعد اسے چھوڑ دیتے ہیں استقامت نہیں رہتی حالانکہ یہ نسخے اثر جب کرتے ہیں کہ ان پر دوام کیا جائے دوام، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے استعمال کیے جائیں۔ جسمانی علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں ڈاکٹر دُعاء کے استعمال کا نصاب بتاتا ہے جسے آپ لوگ کورس کہتے ہیں، کسی کو ایک ہفتے کا، کسی کو مہینے کا، کسی کو چھ مہینے کا، کسی کو سال کا اور بعض بیماریاں اور دوائیں ایسی بھی ہیں کہ عمر بھر کے لیے روزانہ استعمال کریں۔ ڈاکٹر جو دواء کا نصاب بتاتا ہے اس کی تو بہت پابندی کرتے ہیں ناغہ نہیں ہونے دیتے۔

ایک شخص نے لکھا کہ آپ نے جو نسخہ بتایا تھا مجھے استعمال کرنا یاد نہیں رہتا۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا کہ آپ کو گولیاں کھانا کیسے یاد رہتا ہے؟ میں نے ان کے پاس دواؤں کی ایک بہت بڑی سی پٹاری دیکھی تھی اس میں سے پانچ چھ گولیاں نکال کر ہر کھانے کے بعد کھاتے تھے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ درد یاد دلا دیتا ہے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ وجع القالب حبوب کا کھانا یاد دلا دیتا ہے تو وجع القلب حبوب الحب کھانا کیوں یاد نہیں دلاتا، قالب یعنی جسم میں درد ہو تو گولیاں کھانا یاد رہتا ہے اور قلب میں درد ہو، بیماری ہو جو دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والی ہو تو اس کے لیے گولی کھانا یاد نہیں رہتا۔ اگر دل میں فکر ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو انسان گولی کھانے کے لیے بے چین ہو جائے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد پیدا کریں، اللہ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ چین نہیں لینے دیتی وہ تو ہر وقت مجبور کرے گی کہ کہیں یہ محبت دل سے نکل نہ

جائے کہیں اس میں کمی نہ آجائے بلکہ کہیں ترقی نہ رک جائے وہ دردِ محبت تو گولی کھانے پر مجبور کرے گا۔ ؎

زہد زاہد را ودین دین دار را
زرۂ دردِ دلِ عطّار را

(زاہد کو زُہد اور دین دار کو دین مبارک ہو، عطّار کو بس دردِ دل کا ایک ذرہ چاہیے)

بچوں کو سزا دینے کے مراحل:

بچوں کے لیے والدین کی مار، شاگرد کے لیے استاذ کی مار، مرید کے لیے شیخ کی مار بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی رحمت ہے اس پر چھوٹوں کو خوش ہونا چاہیے۔ بچوں کو سزا دینے اور مارنے کے بارے میں کچھ تفصیل سمجھ لیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی ڈاکٹر اپنے کسی مریض کا آپریشن کرے، مریض کے آپریشن سے پہلے علاج کے کئی مراحل ہوتے ہیں پہلے تو یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی پرہیز یا تدبیر سے کام چل جائے اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو کوئی ہلکی پھلکی دوا، اس سے نہیں تو پھر انجکشن، اس سے نہیں تو آپریشن، آپریشن بقدرِ ضرورت کسی عضو کو ایک انچ کاٹنے کی ضرورت ہے اور کاٹ دیا چھ انچ تو یہ صحیح نہیں، پھر ڈاکٹر اگر آپریشن کے وقت غصہ میں لال پیلا ہونے لگے، آنکھیں سرخ ہوجائیں، چہرہ بگڑ جائے اور مریض کو بے ہوش کرکے وہ چھرے چلانا شروع کردے۔ ایسا ڈاکٹر تو مریض کو مار دے گا وہ اس قابل نہیں کہ آپریشن کرے۔ اسی طریقے سے بچوں کو مارنے میں یہی مراحل ہیں، پہلے حسنِ تدبیر سے کام لیا جائے اللہ کی محبت کی باتیں، اللہ کی عظمت کی باتیں، اللہ کا خوف دل میں بٹھانے کی باتیں، جنت اور جہنم کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا کی رسوائی کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دنیا میں بھی راحت اور سکون کی باتیں، پہلے تو ایسی باتوں سے بچوں کا دل بنانے کی

کوشش کی جائے۔ ایسی باتیں خود زبانی کہنے کی بجائے کسی کتاب سے پڑھ کر سنائی جائیں تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔اس کی کئی وجوہ ہیں:

① قدرتی طور پر انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس پر اپنے ساتھیوں کی بات کا اثر بہت کم ہوتا ہے بالخصوص میاں بیوی کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کی نصیحت کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں اغیار بالخصوص اکابر اور ان سے بھی بڑھ کر گزشتہ زمانوں کے بزرگوں کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

② کتاب میں اس کے مصنف کی للٰہیت اور اخلاص کا اثر ہوتا ہے۔

③ کتاب پڑھنے میں کسی بات کی نسبت پڑھنے والے کی طرف نہیں ہوتی بلکہ ہر بات کی نسبت کتاب کے مصنف کی طرف ہوتی ہے اس لیے اس میں اپنے نفس کی آمیزش سے حفاظت نسبۃً آسان ہے۔

④ کتاب پڑھ کر سنانے میں وقت کم خرچ ہوتا ہے زبانی بتانے میں بات لمبی ہو جاتی ہے جس سے سننے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

⑤ بچے جب اپنے والدین کو دینی کتابیں پڑھتے ہوئے دیکھیں گے سنیں گے تو ان میں بھی دینی کتب کے مطالعہ کا شوق اور عادت پیدا ہوگی۔

⑥ جب بچوں کو اکابر کی بزرگوں کی کتابیں پڑھ کر سنائی جائیں گی تو ان کے قلوب میں ان بزرگوں کی عظمت، عقیدت اور محبت پیدا ہوگی اور بزرگوں سے عقیدت ومحبت مفتاح السعادۃ ہے۔

غرضیکہ کتاب پڑھ کر سنانے کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے اس سے فائدہ نہ ہو تو پھر کوئی دوسری تدبیر مثلاً جب تک سبق یاد نہیں کرو گے یا فلاں کام نہیں کرو گے تو کھانا بند یا اتنی دیر کھڑے رہو یا اتنی دیر ہم تم سے بات نہیں کریں گے، جب تک فلاں غلط کام نہیں چھوڑو گے یا فلاں کام نہیں کرو گے تم سے بات نہیں کریں گے، بہت سے بچوں پر بات نہ کرنے کا بہت اثر ہوتا ہے اور اگر آپریشن ہی کرنا پڑے مارنا پڑے تو جو مثال ڈاکٹر کی

ابھی بتائی ہے اسی پر قیاس کرلیں کہ ڈاکٹر غصے کی حالت میں آپریشن تھوڑا ہی کرتا ہے، کسی بچے کی کسی کوتاہی پر جب غصہ آئے تو اس وقت قطعاً کوئی سزا نہ دیں ایسی حالت میں سزا دینا ممنوع ہے، حرام ہے، ناجائز ہے، غصہ کی حالت میں سزا نہ دیں بلکہ بچے کو اپنے سے الگ کردیں جب آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے تو ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ اسے سزا دی جائے یا نہ دی جائے اور اگر دی جائے تو کتنی دی جائے اگر ایک ڈانٹ سے کام چل جاتا ہے تو دوسری بار ڈانٹنا جائز نہیں، اگر ذرا سا کان کھینچنے سے کام چل جاتا ہے تو پھر تھپڑ لگانا جائز نہیں، اگر ایک طمانچہ لگانے سے کام چل جاتا ہے تو دو لگانے جائز نہیں پہلے تو اسے مسئلہ شرعیہ بنا کر اپنے سامنے پیش کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے واسطہ بنا ہوا ہوں تو ایسے طریقے سے جوڑوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو جتنا اور جیسا اس کا حکم ہوگا میں اتنا اور ویسا ہی کہوں گا اگر حد سے تجاوز کیا تو میری گردن پکڑی جائے گی میں خود مختار نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا بندہ ہوں۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوجائے تو ٹھنڈے دماغ سے یہ سب سوچ کر فیصلہ کریں کہ کتنی سزا کافی ہوسکتی ہے۔

بیٹے کو ابا نہ بنائیں:

اولاد کی تربیت میں اعتدال بہت ضروری ہے نہ تو افراط ہو نہ تفریط یعنی نہ تو ضرورت سے زیادہ سختی کی جائے اور نہ ہی اتنی نرمی کہ بیٹا ابا بن جائے۔ ہم نے وہ زمانہ پایا ہے کہ چھ سات سال کا بچہ ایک ایک کام اپنی اماں یا ابا سے پوچھ کر کرتا تھا، ابوتو اس زمانے میں کہتے ہیں پہلے ابا جی کہتے تھے، لوگوں کو ہر چیز میں بگاڑ ہی پیدا کرنا ہے اس لیے ابا جی سے ابو ہوگیا اب میں منتظر ہوں کہ ابی کب بنتا ہے۔ یہ زمانہ تو میں نے پایا ہے کہ بچہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے والدین سے پوچھتا تھا کہ ابا جی! یہ چیز اٹھالوں؟ ابا جی! یہ چیز وہاں رکھ دوں؟ آج والدین نے اولاد کو بنالیا ہے ابا بلکہ دادا اب وہ کہاں

پوچھیں کیونکہ پوچھا تو جاتا ہے ابا سے اور یہ ابا جو ہے یہ تو اپنے بیٹے کا پوتا بنا ہوا ہے اس لیے معاملہ الٹا ہو گیا آج کل ابا بیٹوں سے پوچھ پوچھ کر قدم اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم پر رحم فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

ترکِ گناہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۴۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ترکِ گناہ

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

ترکِ گناہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فعن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول سبعة يظلهم اللّٰه فی ظله يوم لاظل الاظله الامام العادل وشاب نشأ فی عبادة ربه ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی اللّٰه اجتمعا عليه وتفرقا عليه ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللّٰه ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لاتعلم شماله ما تنفق يمينه ورجل ذكر اللّٰه خاليا ففاضت عيناه. (رواہ البخاری ومسلم ومالک والنسائی والترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ عادل بادشاہ، وہ جوان جس کا نشوونما اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی ہو، اسی پر جمع ہوئے ہوں اور اسی پر جدا ہوئے ہوں۔ وہ شخص جسے منصب اور جمال والی کسی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جس نے کوئی صدقہ دیا اور اسے ایسا چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہوئی جو دائیں ہاتھ نے خرچ کیا، وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔''

اس حدیث میں جن سات قسم کے لوگوں کا ذکر ہے ان کا بیان چل رہا ہے، پہلی قسم کا بیان ہو چکا آج دوسری قسم کا بیان ہوگا، وہ نوجوان جس کی اٹھان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں جگہ ملنے کا بلند مقام اس لیے ملے گا کہ اس کے عمل میں مشقت بہت زیادہ ہے۔

العطا یا علی قدر البلایا

''انعامات مشقتوں کے مطابق ہوتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹-۶۹)

عبادت کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے میں جو لوگ مجاہدہ کریں اور چند روز تک صبر کرلیں ہم ان کی دستگیری کرتے ہیں پھر ان کو گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے، یہ مشقت عمر بھر نہیں رہتی، چند روز مجاہدہ کرنا پڑتا ہے ؏

چند روزہ جہد کن باقی بخند

''چند روز مشقت برداشت کرلیں پھر خوشی سے ہنستے رہیں۔''

نوجوانی ہی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جانے پر اتنی بڑی بشارت ہے۔

عبادت کا صحیح مطلب:

عبادت کا یہ مطلب نہیں کہ تلاوت اور ذکر و نوافل میں مشغول رہے اور بس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ (رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

''یعنی گناہوں سے بچنا سب سے بڑی عبادت ہے۔''

نوافل، تہجد، تسبیحات، ذکر تلاوت سب کچھ کرلیں مگر صرف ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ ہوگی اور اگر گناہوں سے بچتے رہے اور معافی مانگتے رہے، توبہ کرتے رہے اور صرف فرائض اداء کرتے رہے، نفل عبادات نہیں کیں تو بھی نجات ہوجائے گی، گناہوں سے بچنا دواء ہے اور نفل عبادت مقوی غذاء، اگر مرض کا علاج نہ کیا جائے تو صرف مقوی غذاء فائدہ نہیں کرتی بلکہ کبھی الٹا نقصان کرتی ہے۔ ترکِ گناہ مضبوط بنیاد اور مضبوط تعمیر ہے اور نفل عبادت اس عمارت پر رنگ وروغن ہے، اگر بنیادیں مضبوط نہیں تو صرف رنگ وروغن کسی مصیبت سے نہیں بچا سکتا۔ گناہوں سے توبہ کرنا قلب کی صفائی اور ریگمال ہے اور نفل عبادت اس پر پالش ہے۔ میلا کپڑا اور زنگ آلود لوہا رنگ وروغن کو قبول نہیں کرتا۔ اس رنگ میں نہ چمک آئے گی اور نہ ہی پائیدار ہوگا۔ اس پر رنگ وروغن کرنا رنگ کی بے قدری ہے۔ پہلے گناہوں سے توبہ کرکے قلب کو زنگ سے پاک وصاف کیجیے اس کے بعد نفل عبادت کے انوار وتجلّیات کا مشاہدہ کیجیے۔ حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

آئنت دانی چرا غماز نیست
زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
رو تو زنگار ازرخ او پاک کن
بعد زیں این نوررا ادراک کن

''تیرے دل کے آئینہ میں اس لیے محبت الٰہیہ کا عکس نظر نہیں آتا کہ اس پر گناہوں کا زنگ چڑھا ہوا ہے تو اس پر سے زنگار صاف کر تو نور معرفت کا ادراک ہوگا۔''

نوجوانوں کو بشارت:

جو نوجوان ابتداء جوانی ہی سے گناہوں سے بچتا رہا ہو اس کا اتنا بڑا درجہ اس لیے ہے کہ ایسے وقت میں گناہوں سے بچنا بہت مشکل ہے، اس وقت ذمہ داریاں نہیں ہوتیں، نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے، ہر قسم کے گناہ کرنے کا موقع میسر ہوتا ہے، اپنی عزت کا خیال نہیں ہوتا، زیب وزینت کا خیال رہتا ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے حرام طریقوں سے مال کمائے گا، بدنظری اور دوسرے گناہوں سے بچنا مشکل ہوگا۔ ایسے وقت میں اگر وہ نوجوان اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر گناہوں سے بچتا ہے اور سوچتا ہے:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (۴۰-۱۹)

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں مخفی باتوں کو بھی جانتے ہیں۔ آنکھوں کی خیانت پھر بھی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ تو دل کے خیالات بھی جانتے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

جوانی میں گناہوں سے بچنا بہت مشکل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بڑا قرب عطاء فرمانے کا وعدہ فرمایا۔

عصر حاضر کی کرامت:

خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ گناہ آسان ہو، فحاشی عام ہو، سینما اور تصویروں کی نمائش بلا روک ٹوک ہو، اگر کوئی گناہ نہ کرے تو اس کو معاشرہ میں بدترین شخص شمار کیا جاتا ہو، ایسے وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

بدنظری کے مواقع میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے نظر کو جھکا لینا بہت بڑی کرامت ہے۔ پانی پر چلنے اور پاؤں گیلا نہ ہونے سے لاکھوں درجہ بڑھ کر یہ کرامت ہے کہ گناہوں کے مواقع اور تقاضا موجود ہونے کے باوجود بچتا رہے، اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کوئی مسئلہ پوچھنے آئیں تو معلوم ہوا کہ بستی سے دور دریا کے کنارے پر عبادت کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ شہر کی ہوا لوگوں کے گناہوں سے مکدر اور زمین ملوث ہوتی ہے اس لیے اہل اللہ عبادت کے لیے جنگل کو منتخب کرتے ہیں۔

(ابتداء میں جب شاہراہ پاکستان (سپر ہائی وے) بنا تو وہاں جا کر قلب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی، بسا اوقات آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اس لیے کہ یہ زمین اور پہاڑ اب تک گناہوں سے ملوث نہیں ہوئے تھے)

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ وہاں پہنچیں تو دیکھا کہ یہ دریا میں پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے یہ جتانے کے لیے کہ یہ کوئی کمال نہیں ہوا پر مصلیٰ بچھا کر نماز شروع کر دی، وہ سمجھ گئے دریا سے باہر آ گئے تو انہوں نے ہوا سے نیچے آ کر کہا:

"اگر بر ہوا پری مگسی باشی، وگر بر آب روی خسی باشی دل بدست آر تا کسی باشی۔"

پانی یا ہوا پر مصلیٰ بچھا کر تنکے یا مکھی کی نقل اُتار لینا کوئی کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ

اپنے قلب کی خواہشات کو اپنے مالک کی رضا کے سامنے فنا کردیں۔

جہاں بے حیائی کے طوفان ہوں، گناہوں کی مجالس اور دعوتوں کی ہر طرف سے بھرمار ہو ایسے وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے خوف کو اپنے دل میں بٹھائے گا تو یہ ہے اصل کرامت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب بے حیائی اتنی عام ہوجائے گی کہ مجلس بیٹھی ہوگی ان لوگوں کے سامنے ایک عورت آئے گی، مجلس میں سے ایک شخص اُٹھ کر اس سے زنا کرے گا، ان میں سے ایک شخص کہے گا کہ تو ذرا دیوار کے پردے میں اس سے یہ کام کرتا، اس کا اتنا درجہ ہوگا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۴/ ۵۴۱)

سوچنا چاہیے کہ یہ درجہ اس کو کیوں ملا؟ اس لیے کہ اس وقت میں دین کی بات کہنا ایک جرم ہوگا اور جرم بھی ایسا کہ معاشرے میں ناقابل معافی۔

سارا گھر ٹی وی دیکھتا ہے اس کے مناظر سے دل بہلاتا ہے اور ایک شخص ایک کونے میں بیٹھ کر اس سے بچتا ہے تو یہ ہے کرامت۔

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دس سال رہا، چونکہ کرامات وتصرفات کو مدار ولایت سمجھے ہوئے تھا اس لیے مایوس ہوکر واپس جانے لگا، حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وجہ دریافت فرمائی تو اس نے کہا:

”دس سال میں آپ کی کوئی کرامت ہی نہیں دیکھی۔“

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”کیا اس عرصہ میں میرا کوئی فعل خلافِ شرع بھی دیکھا؟“

اس نے کہا: ”نہیں“ فرمایا:

”دین میں استقامت ایسی کرامت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کرامت

ہو ہی نہیں سکتی۔‘‘

اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو بروزِ قیامت اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطاء فرمائیں گے۔

گناہوں سے بچنے کا نسخہ:

ایسے موقع پر جہاں چاروں طرف سے گناہوں کی دعوتیں ہوں، گناہوں سے بچنے کے نسخے کے دو جزء ہیں: ہمت اور دُعاء۔

ہمت بلند کرنے کے نسخے:

گناہوں سے بچنے کے لیے ہمت بلند کرنے کے چند نسخے قرآن و حدیث سے بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رحمت سے نافع بنائیں۔

① عبادت گذار نوجوان:

جس حدیث پر بیان چل رہا ہے اس کے مضمون کو سوچا کریں کہ نفس کے تقاضوں کو روکنے پر کتنی بڑی بشارت ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جب کہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اور لوگ پسینوں میں غرق ہو رہے ہوں گے۔

② گناہوں کے سمندر:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ (۲-۲۴۹)

حضرت طالوت مسلمانوں کے بادشاہ تھے، اس وقت کے نبی حضرت شموئیل

علیہ السلام نے ان کو بادشاہ بنایا تھا، انہوں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ دیکھنا ہوشیار رہنا، اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیں گے۔ کیا امتحان ہے؟ لب خشک ہیں، پیاس لگی ہوئی ہے، دریا پر سے گزر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ جس نے اس دریا سے پانی پیا وہ ہم میں سے نہیں۔ پہلے ہی بتا دیا کہ یہ امتحان ہے اور امتحان صرف تھوڑے سے وقت کے لیے ہوا کرتا ہے اگر امتحان میں کامیاب ہو گئے تو پھر انعام ہی انعام ہے۔ ان کو بتا دیا گیا کہ تھوڑی سی دیر صبر کرلو مگر پھر بھی اکثر ناکام ہوئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جنہوں نے پانی پیا انؑ کی پیاس نہ بجھی بلکہ خشکی اور پیاس میں اور اضافہ ہو گیا ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواء کی

اس کے بعد دشمن سے سامنا ہوا تو کہنے لگے کہ ہم میں مقابلہ کی ہمت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ آیندہ کے لیے نفس وشیطان اور دوسرے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمت پست ہو جاتی ہے۔

اور جنہوں نے صبر کیا تھوڑی دیر کے بعد ان کی پیاس ازخود بجھ گئی۔

اس وقت سوچ لیں کہ گناہوں کا طوفان ہے اور ہم طالوت کے ساتھ نکلے ہیں، حرام مال اور نفسانی خواہشات کا دریا سامنے ہے شدید پیاس لگی ہوئی ہے دل للچا رہا ہے مگر ارشاد ہے:

مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ

''جس نے پانی پیا میری جماعت میں سے نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا وہ میری جماعت میں سے ہے۔''

اس کا استحضار کریں۔ اگر صبر نہ کیا تو حرام مال کی خواہش بڑھتی جائے گی یہ ہوس کہیں ختم نہیں ہوگی۔ متنبیؔ نے خوب کہا ہے ؎

ما قضى احد منها لبانته

ولا انتهى ارب الا الى ارب

’’دنیا سے کسی کی حاجت پوری نہیں ہوئی، ایک ہوس پوری ہوئی تو اس نے دوسری کو جنم دیا۔‘‘

خواہش نفس کی مثال:

حضرت بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

والنفس كالطفل ان تهمله شب على
حب الرضاع وان تفطمه ينفطم
فلا ترم بالمعاصي كسر شهوتها
ان الطعام يقوی شهوة النهم

’’نفس دودھ پیتے بچے کی طرح ہے، اگر مشقت برداشت کر کے اس کا دودھ نہ چھڑایا تو جوان ہو کر بھی ماں ہی کا دودھ پینے پر مصر رہے گا، اس لیے گناہوں کے ذریعہ شہوت پوری کرنے کی کوشش مت کرو کیونکہ اس سے گناہوں کی خواہش اور بڑھ جائے گی، جس طرح جوع البقر کے مرض میں کھانے سے بھوک اور زیادہ بڑھتی ہے۔‘‘

اور فرمایا ؎

فلا ترم بالمعاصي كسر شهوتها
ان الطعام يقوی شهوة النهم

ہیضہ کا مریض اگر بھوک پر صبر نہ کرے بلکہ کچھ کھا کر بھوک کا علاج کرنا چاہے تو وہ اپنی موت کا سامان کر رہا ہے۔ بس یہ سوچ کر صبر کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے اس سے سبق حاصل کیا جائے اور دُعاء کرتے رہیں کہ جن لوگوں نے صبر کر کے طالوت کا ساتھ دیا یا اللہ! ہمیں ان کا ساتھی بنا، حرام اور گناہ سے بچنے کی ان جیسی ہمت عطاء فرما۔

۳ حرم کے شکار:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (۵-۹۵)

فرمایا کہ احرام کی حالت میں ہم تمہارے پاس بہت شکار لائیں گے احرام میں ہو یا حرم میں ہم شکار کو تمہارے قریب لائیں گے کہ تمہارے نیزے ان تک پہنچ سکیں گے بلکہ ہاتھوں سے بھی پکڑ سکو گے مگر یہ ہماری طرف سے امتحان ہے ان کو ہر گز نہ پکڑنا۔ بلکہ اگر تم نے خود شکار نہ کیا اور دوسرے کو اشارہ کر دیا تو اس پر بھی مواخذہ ہوگا لیکن اگر صبر کرو گے تو ہمارے انعامات کے مستحق ہو گے۔

گناہوں کے شکار:

اس زمانے میں قدم قدم پر گناہوں کے شکار ملتے ہیں، بینک اور انشورنس کی ملازمت، ناجائز تجارت، رشوت اور سود وغیرہ یہ شکار نظر آتے ہیں لیکن دیکھنا اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ان سے بچ جاؤ یہ ہماری طرف سے امتحان ہے اگر نہ بچے تو آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے۔ ایسے ہی جہاں جاؤ ننگی تصویریں نظر آتی ہیں، جس طرف دیکھو گناہ ہی گناہ کے ذرائع میسر ہیں، ہر طرف گناہوں کے طوفان اٹھے ہوئے نظر آتے ہیں، شکار آآ کر انسان کے اوپر زبردستی گرتے ہیں، آگے پیچھے، دائیں بائیں، ہر طرف سے معصیت کے حملے ہی حملے ہیں۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ مجھے قیامت تک مہلت مل جائے، زندگی مل گئی تو کہنے لگا کہ تیرے بندوں پر آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے حملے کروں گا اور ان کو بہکاؤں گا۔ کہیں تصویریں لگ رہی ہیں، کہیں گانے ہو رہے ہیں، کہیں ناجائز

مال مل رہا ہے، کہیں ٹی وی دکھایا جارہا ہے، جدھر نکلیں نیم عریاں عورتیں سامنے ہیں، ہر طرف سے گناہوں کی یلغار ہے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ اس شکار سے کھیلنا بلکہ اس کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہے اس شکار سے تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ O (۵-۹۵)

اگر ایسا شکار کیا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی ذات غالب ہے انتقام لینے والی ہے۔

۴ بنی اسرائیل کی مچھلیاں:

وَسْـَٔـلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ O (۷-۱۶۳)

فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کا امتحان لیا کہ ان کو ہفتے کے دن مچھلیوں کا شکار کرنے سے روکا گیا اس روز مچھلیاں پانی کے اوپر تیرنے لگتیں اور جہاں ہفتے کا دن ختم ہوا سب مچھلیاں غائب۔

انہوں نے یہ حیلہ کیا کہ نہر کے قریب تالاب کھود لیے یوم السبت (ہفتہ) کو مچھلیاں تالاب میں داخل ہوجاتیں تو تالاب کے منہ پر بند لگادیتے اور یوم الاحد (اتوار) کو مچھلیاں پکڑ لیتے۔

آج کے بنی اسرائیل:

آج کے مسلمان کی حالت بھی یہی ہے کہ اگر شریعت کے مطابق کام کرتے ہیں تو مال منصب اور عزت سے محروم ہوتے ہیں اور جہاں شریعت کے خلاف کام کیا مال، عزت اور منصب سامنے آجاتے ہیں اس لیے بیمہ کمپنیاں اور سودخور لوگ تاویلات کے ذریعہ اس حرام کو حلال ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ

بنی اسرائیل جیسا امتحان لے رہے ہیں۔ اگر آج محرمات سے بچ گئے اور کوئی حیلہ سازی نہ کی تو بہت بڑا اجہاد ہوگا اور اگر اس امتحان میں ناکام رہے تو اللہ تعالیٰ کے قہر سے ڈریں کہیں بنی اسرائیل کی طرح بندر نہ بنا دیئے جائیں۔

⑤ حضرت یوسف علیہ السلام کا مراقبہ:

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے گناہ کی دعوت دی تو فرمایا:

اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (۱۲-۲۳)

میرے رب کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں اتنے بڑے محسن کی نافرمانی میں کیسے کر سکتا ہوں، دنیا میں کوئی ایک گلاس پانی پلا دے تو اس کا شکریہ بار بار ادا کیا جاتا ہے مگر وہ ذات جس نے وجود دیا، زندگی دی، جس نے بولنے اور سننے کی قوت دی، چلنے پھرنے کی طاقت دی، اور طرح طرح کے انعامات سے نوازا، ایسے مالک کی نافرمانی کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ (۱۲-۲۴)

یعنی آپ نے ہماری قدرت قاہرہ کا مراقبہ کیا جس کی بدولت ہم نے آپ کو گناہوں سے بچالیا۔

⑥ حضرت یوسف علیہ السلام کی بلند ہمتی:

حضرت یوسف علیہ السلام گناہ سے بچنے کے لیے دروازے کی طرف بھاگے، دیکھ رہے ہیں کہ دروازے سب مقفل ہیں، بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں، اس کے باوجود ہمت سے کام لیا اور جہاں تک بھاگ سکتے تھے بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے دروازہ کھول دیا۔

⑦ حضرت یوسف علیہ السلام کی مزید ہمت:

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے مجمع میں قید کی دھمکی دی تو اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کی:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ (۱۲-۳۳)

اے میرے رب! مجھے قید و بند برداشت کرنا سہل ہے، بنسبت اس کے کہ آپ کی معصیت کروں۔ محبوب کی معصیت سے بچانے والی قید محبوب ہوگئی۔ قید اس لیے محبوب ہے کہ رضائے محبوب کا ذریعہ ہے، اس لیے گناہوں سے بچنے کی خاطر ہر تکلیف اور بڑی سے بڑی مشقت کو بطیب خاطر برداشت کریں۔ ناجائز ذرائع آمدنی کے ترک کرنے سے، ناچ اور گانے بجانے کا مشغلہ چھوڑ دینے سے، ننگی تصویروں سے پرہیز کرنے سے اور اسلام کے مطابق وضع قطع، شکل وصورت اور لباس اختیار کرنے سے اگر بظاہر کچھ تکلیف بھی ہو تو وہ تکلیف بھی محبوب ہے، محبوب کو ناراض کر کے لذت گناہ کی بنسبت یہ تکلیف زیادہ محبوب ہے مسلمانوں جیسی شکل وصورت اور مسلمانوں کا لباس اختیار کرنے پر اگر عیسائی صورت کے شیاطین مذاق اُڑائیں تو ان کو یوں جواب دیں ؎

عذل العواذل حول قلبی التائه

وهوی الاحبة منه فی سودائه

محبوب کی محبت میرے قلب کی گہرائیوں میں اس قدر رچی بسی ہے کہ وہاں تک شیاطین کی ملامت کی رسائی ممکن نہیں، غرض یہ کہ اس میں بظاہر تکلیف بھی نظر آئے تو رضائے محبوب کی خاطر اسے خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔

راحت قلب کا اصل سامان:

بظاہر اس لیے کہا کہ حقیقت میں تو گناہ چھوڑنے سے راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ ہمارے دل میں اتنا سکون ہے کہ اگر بادشاہوں کو معلوم

ان کو دعوت پر بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کروائی اور پھر ان سے کہا:

فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ (۱۲-۳۲)

عشق یوسف کا برملا اقرار واظہار کر کے یہ بھی جتادیا کہ اس معاملہ میں کسی بڑی سے بڑی ملامت کا اس قلب پر ذرہ برابر بھی کوئی اثر نہیں ہوسکتا، اس سے یہ سبق حاصل کریں کہ جب فانی مخلوق کے عشق کا یہ کرشمہ ہے تو محبوب حقیقی کے عشق میں کسی کی ملامت کا کیا اثر ہوسکتا ہے؟ یہ شعر پڑھا کریں ؎

عذل العواذل حول قلبی التائه
وھوی الاحبة منه فی سودائه

عورتوں کی ملامت بہت سخت ہوتی ہے اس لیے شاعر نے ”عواذل“ کہا جس کے معنی ہیں ”ملامت کرنے والی عورتیں“ شاعر کہتا ہے کہ ملامت کرنے والیوں کی ملامت میرے دل کے اوپر اوپر ہی چکر کاٹتی رہتی ہے جب کہ محبوب کی محبت دل کی گہرائی میں سیاہ نقطے تک پہنچ چکی ہے اس لیے کوئی بڑی سے بڑی ملامت بھی میرے دل پر کوئی اثر نہیں کرسکتی کیونکہ مقام محبت تک ملامت کی رسائی ناممکن ہے۔

حاصل یہ کہ جب بھی کسی گناہ کا موقع پیش آئے تو اس سے بچنے کے لیے یہ سوچ کر ہمت بلند کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے، یہ طالوت والی نہر ہے، یہ حرم کا شکار ہے، یہ بنی اسرائیل کی مچھلی ہے، یہ زلیخا ہے، بس یہ سوچ کر صبر کرلیں اور ہمت سے کام لیں۔ ہمت کے ساتھ دوسری چیز دُعاء ہے بغیر دُعاء کے صرف ہمت کام نہیں کرتی جیسا کہ بدون ہمت کے محض دُعاء بے کار ہے۔

۹ حضرت طالوت کا لشکر:

اصحاب طالوت نے نہر سے پانی نہ پینے میں صبر وہمت سے کام لیا جس کا قصہ

بتا چکا ہوں۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo (۲-۲۵۰)

جب جالوت اور ان کے لشکروں سے سامنا ہوا تو صبر و استقامت اور نصرت کی دُعائیں مانگنے لگے۔

۱۰ اللہ والوں کا لشکر:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَo وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo (۳-۱۴۶،۱۴۷)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی معیت میں ان کے اصحاب جب دشمن کے مقابلہ میں نکلتے تو ہمت سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچنے والی بڑی سے بڑی مصیبت کا جوانمردی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور ساتھ ہی استغفار اور ثبات قدم ونصرت کی دُعائیں بھی کرتے رہتے تھے۔

مقام جہاد:

غور کریں کہ آج ہم شب وروز نفس وشیطان کے لشکروں، بے دین ماحول اور بدترین معاشرے کی فوجوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں، یہ بہت بڑا جہاد ہے، کفار کے ساتھ جہاد سے بھی اصل مقصد حفاظت دین ہے لہٰذا یہ سوچا کریں کہ ہم ہر وقت بہت بڑے جہاد میں مشغول ہیں۔ شیاطین جن وانس کے لشکروں کے ساتھ سخت مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس لیے طالوت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے اصحاب کی طرح صبر اور ہمت

سے کام لیں، دین کی راہ میں پہنچنے والی ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور اس کے ساتھ استغفار کا سلسلہ بھی جاری رہے۔

دُعاء کی اہمیت:

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کے لیے اپنے رب کریم کے احسانات عظیمہ اور قدرت قاہرہ کا مراقبہ کیا پھر زبان سے اس کا تذکرہ کر کے زلیخا کو بھی اس کی تبلیغ کی پھر اس قدر ہمت سے کام لیا کہ سب دروازے مقفل ہیں کہیں راہِ فرار نظر نہیں آتی مگر بلا سوچے سمجھے بھاگتے ہیں۔

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

کوئی راستہ نظر نہ آئے تاہم جو کچھ اپنے اختیار میں ہے ضرور کرے، ہمت نہ ہارے۔ یوسف علیہ السلام کی اس ہمت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، دروازے ازخود کھل جاتے ہیں اور خود زلیخا کے خاندان کا ایک معصوم بچہ آپ کی عصمت پر شہادت دیتا ہے۔ اس کے بعد مزید ہمت دیکھیے کہ جیل کو کس خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، اور اس بے مثال اور عظیم الشان ہمت کے ساتھ دُعاء بھی کر رہے ہیں:

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ٥
(۱۲-۳۳)

یا اللہ! اگر تو نے دستگیری نہ فرمائی تو میں تباہ ہو جاؤں گا، دیکھیے ایسے اضطرار کے وقت دُعاء بھی کتنی جلدی قبول ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ٥
(۱۲-۳۴)

اللہ تعالیٰ کی رحمت نے فوراً دستگیری فرمائی۔ عربی میں حرف ''ف'' فوراً کے لیے آتا

ہے۔ اسی طرح حضرت طالوت کے قصہ میں فرمایا:

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﻻ (۲-۲۵۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کی فوراً نصرت کی اور ان کو دشمن پر غلبہ عطاء فرمایا۔ اسی طرح اصحاب انبیاء علیہم السلام کی دعا بھی فوراً قبول فرمائی:

فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (۳-۱۴۸)

فوراً ہی ان کو دنیا و آخرت کی بھلائی عطاء فرمائی اور اپنی محبوبیت کا تمغہ عطاء فرمایا۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنالے اور اس کی محبوبیت کا اعلان کرے اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہوسکتی ہے۔ غرضیکہ گناہوں سے بچنے کے لیے ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہمت اور دعاء سے کام لیجیے، بوقت دعاء اللہ تعالیٰ کی اس دستگیری اور شان قبولیت کا استحضار کیجیے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ان واقعات میں ان کی دستگیری اور فوراً قبولیت کا واسطہ دے کر پکاریے، ذرا تجربہ کیجیے اور ان کی شان کرم کا کرشمہ دیکھیے

چون بر آرند از پریشانی حنین
عرش لرزد از انین المذنبین
این چنین لرزد کہ مادر بر ولد
دست شان گیرد ببالا می کشد

”نالۂ گنہگار پر اللہ تعالیٰ کا عرش عظیم اس طرح کانپ اٹھتا ہے جیسے ماں اپنے بچے کے رونے پر، اور فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو قرب خاص سے نوازتا ہے۔“

غرضیکہ ہمت اور دعاء گناہوں سے بچانے والی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ یہ دونوں پہیے ضروری ہیں، ایک پہیے سے گاڑی نہیں چلتی بلکہ تیز رفتاری کے لیے ایک تیسری چیز

بھاپ بھی ضروری ہے اور وہ ہے کسی اللہ والے کی صحبت، اس کی برکت سے ہمت بلند ہوتی ہے اور دُعاء جلد قبول ہوتی ہے۔

ترکِ معاصی فضلِ الٰہی:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ (۱۲-۵۳)

حضرت یوسف علیہ السلام اتنے بڑے ابتلاء میں کامیابی کو اپنا کمال نہیں سمجھتے بلکہ اس کو اپنے رب کریم کی رحمت قرار دے رہے ہیں۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ گناہ سے بچنے کی توفیق ہو جائے تو اس میں اپنے کمال کا وہم تک بھی نہ آئے بلکہ محض رب کریم کی دستگیری سمجھے۔

اپنا کمال سمجھنے کی صورت میں اس نعمت کے سلب ہو جانے اور بدترین گناہوں میں مبتلا ہو جانے کا بہت سخت خطرہ ہے۔

بہت بڑا گناہ:

جس طرح خود گناہوں سے بچنا فرض ہے، اسی طرح حتی المقدور دوسروں کو بچانے کی کوشش کرنا بھی فرض ہے اور اس میں غفلت کرنا بہت بڑا گناہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کو راہِ راست پر لائے بغیر خود دین پر قائم رہنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے، اسی لیے اس فرض کو چھوڑنے پر قرآن وحدیث میں دنیا وآخرت کے شدید ترین عذاب کی بہت سخت وعیدیں ہیں، (جن کی تفصیل وعظ ''اللہ کے باغی مسلمان'' میں ہے۔ جامع)

اس وقت صرف ایک آیت بتاتا ہوں:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝ (۸-۲۵)

''اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے

والے ہیں۔"

اس لیے دنیا سے فسق وفجور مٹانے کی ہر ممکن کوشش میں لگے رہنا فرض ہے، نرمی سے کام نہ چلے توحسبِ استطاعت قوت کا استعمال کرنا فرض ہے، مسلح جہاد کے بغیر تبلیغ مکمل نہیں ہوسکتی۔ (اس کی تفصیل رسالہ مسلح جہاد میں ہے۔ جامع)

اللہ تعالیٰ سب کو ہر قسم کے گناہوں سے بچنے، دوسروں کو بچانے اور اپنی راہ میں مسلح جہاد کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں، دلوں میں اپنا خوف اتنا پیدا فرمادیں جو گناہوں کو یکسر چھڑوادے، اپنا تعلّق اور محبت اتنی پیدا فرمادیں کہ گناہ کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔ یا اللہ! تو نفس وشیطان، بے دین ماحول اور گندے معاشرہ کے مقابلہ میں طالوت کے سپاہیوں جیسی، اصحاب انبیاء علیہم السلام جیسی اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسی ہمت اور ان جیسا غلبہ عطاء فرما ان کی طرح دستگیری فرما۔ یا اللہ! ہم ان سے زیادہ کمزور ہیں اور دشمن ان کے دشمنوں سے تعداد اور طاقت میں بھی کئی گنا زیادہ ہیں اس لیے ہم ان سے بھی زیادہ تیری دستگیری کے محتاج ہیں۔ یا اللہ! تو ہماری حالت پر رحم فرما اور ہماری مدد فرما۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.